عمران سیریز

ماورائی نمبر

آسیبی دنیا

ظہیر احمد

www.UrduNovelsPoint.com
اردو ناولز پوائنٹ ڈاٹ کام

محترم قارئین!
السلام علیکم۔

میرا نیا ماورائی ناول "آسیبی دنیا" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ناول فوری طور پر لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک تو یہ کہ جب میں نے ناول "جن زادی" لکھنا شروع کیا تو اس کا نام "آسیبی دنیا" رکھا تھا لیکن ناول میں آسیبی دنیا کا ماحول اور انداز یکسر مختلف تھا اس لئے فوری طور پر اس ناول کا نام بدلنا پڑا لیکن اس دوران آسیبی دنیا پر جو سرورق لگایا جانا تھا وہ پرنٹ ہو چکا تھا۔ پرنٹ ہونے والا سرورق چونکہ ضائع نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے مجھے فوری طور پر "آسیبی دنیا" پر کام کرنا پڑا جس کے نتیجے میں ایک حیرت انگیز اور انتہائی منفرد نوعیت کا ناول صفحۂ قرطاس پر ابھر آیا۔ دوسری خاص وجہ یہ تھی کہ ناول "جن زادی" میں، میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ "آسیبی دنیا" کے نام سے جلد ہی ناول لکھوں گا۔ اس لئے جب وعدہ کر لیا تو اسے نبھانا بھی تھا۔

یہ ناول میرے سابقہ لکھے ہوئے ناولوں سے یکسر مختلف اور انتہائی منفرد ہے جسے پڑھ کر آپ یقیناً محظوظ ہوں گے۔ یوں تو میری کوشش ہوتی ہے کہ میں اپنی ہر تخلیق کو پہلے سے زیادہ بہتر اور خوبصورت انداز میں آپ کی خدمت میں پیش کروں لیکن چونکہ

ماورائی ناولوں میں بہت احتیاط سے کام کرنا پڑتا ہے اس لئے اس پر زیادہ محنت درکار ہوتی ہے اور جس ناول پر زیادہ محنت ہوتی ہو وہ کس معیار اور کس حد تک خوبصورتی کا حامل ہو سکتا ہے اس کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اگر اندازہ نہ لگا پائیں تو پھر ناول پڑھ کر ہی فیصلہ کر لیں کہ میں کس حد تک درست کہہ رہا ہوں۔

میرے ناول ہر ماہ آپ کو مل رہے ہیں اور میرے تمام ناولوں کو آپ جس ذوق وشوق سے پذیرائی بخش رہے ہیں اس کے لئے میں آپ سب کا دل سے شکر گزار ہوں اور میں کوشش کروں گا کہ اسی طرح آپ کے دلوں میں اپنے لئے جگہ بنائے رکھوں اور آپ کو پہلے سے زیادہ حیرت انگیز اور انفرادیت کے حامل ناول پڑھنے کو دے سکوں۔ مجھے آپ کی پسند اور ناپسند کا آپ کے خطوط سے پتہ چل جاتا ہے اور آپ کے خطوط میرے لئے مشعل راہ اور سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس لئے وقت نکال کر میرے لئے ایک عدد خط ضرور تحریر کر دیا کریں۔ شکریہ۔ اب اجازت دیجئے۔

اللہ آپ سب کا نگہبان ہو۔

آپ کا مخلص

ظہیر احمد

سوپر فیاض نے کار کا رخ ایک جنگل کی طرف موڑا اور پھر وہ تیزی سے جنگل کے درمیان سے گزرنے والی ایک سڑک پر کار دوڑاتا لے گیا۔ وہ ان دنوں اپنی بیوی کے آبائی گاؤں آیا ہوا تھا۔ اس کی بیوی کے ایک عزیز کا انتقال ہو گیا جس کی تدفین اور تعزیت کے لئے سوپر فیاض کو سلمٰی بیگم کے ہمراہ گاؤں آنا پڑا تھا ورنہ سوپر فیاض جو شہر میں پلا بڑھا تھا وہ گاؤں کے نام سے ہی چڑ جاتا تھا۔ اسے گاؤں کے ماحول سے بے حد نفرت تھی اور یہ اس کی مجبوری ہی تھی کہ اپنی بیوی کی وجہ سے اسے کبھی کبھار گاؤں کی خاک چھاننی پڑتی تھی ورنہ اس کا بس چلتا تو وہ گاؤں میں کبھی جانے کا تصور بھی نہ کرتا۔

گاؤں شہر سے چار سو کلو میٹر دور تھا اور سوپر فیاض نے اپنی بیوی سلمٰی بیگم سے کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ جائے گا لیکن وہ اس کے ساتھ گاؤں میں رکے گا نہیں بلکہ وہ اسے گاؤں چھوڑ کر اور اپنے

سسرالی عزیزوں سے وفات پانے والے عزیز کی تعزیت کرتے ہی
واپس آ جائے گا۔ اس نے سلمٰی بیگم کو یہ کہہ کر منا لیا تھا کہ ان
دنوں سر عبدالرحمٰن نے اسے ایک اہم کیس دے رکھا تھا جس پر
اسے دن رات محنت کرنی پڑ رہی تھی اور اگر وہ اس کیس سے ہاتھ
کھینچ لیتا یا تاخیر کرتا تو سر عبدالرحمٰن اس سے کیس کی فائل لے کر
کسی اور کو دے دیں گے اور اس نے سلمٰی بیگم کو یہ بھی کہا تھا کہ
اگر اس نے یہ کیس حل کر لیا تو اس کی نہ صرف ترقی ہو جائے گی
بلکہ اس کی تنخواہ میں بھی اضافہ ہو جائے گا اس لئے وہ اس کیس
سے کسی بھی صورت میں دستبردار نہیں ہونا چاہتا تھا۔

سلمٰی بیگم، سوپر فیاض کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئی اور اس
نے سوپر فیاض کو جلد ہی گاؤں سے جانے کی اجازت دے دی۔
سلمٰی بیگم کی اجازت ملتی تھی کہ سوپر فیاض نے فوراً گاڑی نکالی اور
گاؤں سے ہوا ہو گیا۔ وہ کار اس تیزی سے دوڑا رہا تھا جیسے اسے
خدشہ ہو کہ اگر وہ جلد سے جلد گاؤں سے نہ نکلا تو اس کی بیگم اور
اس کے سسرالی عزیز اسے واپس بلا لیں گے اور پھر اسے اپنی بیگم
کے ساتھ وفات پانے والے عزیز کے چہلم تک وہیں رکنا پڑے گا
جو سوپر فیاض کو کسی بھی طرح سے منظور نہیں تھا۔

جب اس کی کار گاؤں سے نکل کر مین سڑک پر آئی تو اس نے
سکون کا سانس لیا اور پھر اس نے کار مخصوص رفتار سے چلانی شروع
کر دی۔ جس سڑک پر وہ کار چلا رہا تھا وہ سڑک پہاڑیوں میں

گھری ہوئی تھی اور سانپ کی طرح بل کھاتی ہوئی جا رہی تھی۔
سڑک کی ایک جانب اونچی اور چٹیل پہاڑیاں تھیں جبکہ دوسری سائیڈ
میں گہری کھائیوں کا طویل سلسلہ پھیلا ہوا تھا اس لئے اس سڑک پر
سوپر فیاض پوری توجہ اور مناسب رفتار سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔

ابھی سوپر فیاض کچھ دور ہی گیا ہو گا کہ اچانک اسے کار روکنی
پڑی۔ سڑک پر بے شمار گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہاں
کوئی حادثہ ہو گیا ہو جس کے نتیجے میں سڑک بلاک ہو گئی ہو اور
وہاں گاڑیوں کی طویل قطاریں لگ گئی ہوں۔ سوپر فیاض نے کار
سے اتر کر جب گاڑیوں کے رکنے کی وجہ دریافت کی تو یہ سن کر وہ
برے برے منہ بنانا شروع ہو گیا کہ سڑک لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ
سے بند ہوئی تھی۔ ایک پہاڑی کی چٹانیں ٹوٹ کر سڑک پر گر گئیں
تھی جس سے پوری سڑک ہی بلاک ہو گئی تھی۔ ٹوٹ کر گرنے والی
چٹانیں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ انہیں دس آدمی بھی مل کر نہیں اٹھا سکتے
تھے۔ ان چٹانوں کو باقاعدہ کرینوں سے ہی اٹھا کر سائیڈ میں کیا جا
سکتا تھا اور ظاہر ہے وہاں کرینیں آنے میں وقت لگ سکتا تھا جبکہ
سوپر فیاض جلد سے جلد وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

سوپر فیاض نے جہاں کار روکی تھی وہاں ایک پہاڑی کے پاس
سے ایک چھوٹا سا راستہ جاتا دکھائی دے رہا تھا۔ سوپر فیاض جانتا تھا
کہ یہ راستہ پہاڑی راستوں سے گزرتا ہوا ایک جنگل میں جاتا ہے
اور پھر جنگل سے ہوتا ہوا کافی دور جا کر مین سڑک سے مل جاتا

ہے۔ راستہ جس جنگل میں جاتا تھا اس جنگل کے بارے میں وہاں عجیب عجیب باتیں مشہور تھیں کہ وہ ایک آسیبی جنگل ہے جہاں آسیبی طاقتوں کا راج ہے جو اس طرف آنے والوں کو صرف ڈراتی ہی نہیں ہیں بلکہ شدید نقصان بھی پہنچاتی ہیں اور جنگل سے بے حد ڈراؤنی اور خوفناک آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں اس لئے اس جنگل سے رات کے وقت تو کیا کوئی دن میں بھی گزرنا پسند نہیں کرتا تھا۔

سوپر فیاض نے جب دیکھا کہ سڑک کے کل صبح تک کھلنے کا کوئی امکان نہیں ہے تو اس نے اپنی کار بیک کی اور پھر وہ پہاڑی راستے سے جنگل کی طرف جانے والی سڑک کی طرف ہو لیا۔ ابھی دوپہر کا ہی وقت تھا اس کا خیال تھا کہ وہ اگر تیز رفتاری سے جائے گا تو وہ شام ہونے سے پہلے ہی اس جنگل سے بھی نکل جائے گا۔

سوپر فیاض ویسے بھی خود کو بے حد نڈر اور بہادر سمجھتا تھا۔ اس لئے اور کوئی اس راستے کی طرف جائے یا نہ جائے سوپر فیاض ہمت کر کے اس طرف نکل کھڑا ہوا تھا۔ اس نے احتیاطاً اپنا سروس ریوالور نکال کر سائیڈ سیٹ پر رکھ دیا تھا۔ ویسے بھی اس کا خیال تھا کہ وہ سنٹرل انٹیلی جنس کا سپرنٹنڈنٹ ہے اور اس کا خاصہ رعوب و دبدبہ ہے اس لئے اسے کوئی آسیبی طاقت ڈرانے کی کوشش نہیں کرے گی بلکہ اسے دیکھ کر بڑی سے بڑی آسیبی طاقت بھی دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو جائے گی۔ بس یہ سوچنا تھا کہ سوپر فیاض نے کار جنگل کی طرف دوڑانی شروع کر دی اور بڑے اطمینان اور بے

خوفی سے کار لے کر جنگل میں موجود سڑک پر آ گیا۔

جنگل کی سڑک متوازی تھی اور دور تک جاتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہاں ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سڑک کے دونوں کناروں پر گھنے درخت تھے جو اوپر سے چھتریوں کی طرح پھیل کر آپس میں ملے ہوئے تھے اس لئے وہاں روشنی کا گزر کم ہی ہوتا تھا۔ ابھی دوپہر کا ہی وقت تھا لیکن اس سڑک پر روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ راستہ دیکھنے کے لئے سوپر فیاض کو مجبوراً کار کی ہیڈ لائٹس آن کرنی پڑ گئی تھیں۔ ہیڈ لائٹس کی تیز روشنی میں طویل اور صاف ستھری سڑک دیکھ کر اس کا اعتماد اور زیادہ بڑھ گیا تھا اور اس نے اور زیادہ بے خوفی سے کار چلانی شروع کر دی تھی۔ چونکہ اس طرف اور کوئی گاڑی نہیں تھی اس لئے سوپر فیاض کار کی رفتار بڑھاتا چلا جا رہا تھا تاکہ وہ جلد سے جلد جنگل سے نکل جائے۔ ابھی وہ کار جنگل میں دو تین کلومیٹر ہی آگے لے گیا تھا کہ اچانک اس کی کار کی رفتار میں کمی ہونا شروع ہو گئی اور ساتھ ہی کار کو زور زور سے جھٹکے لگنا شروع ہو گئے۔

"یہ کیا ہوا ہے۔ ابھی تو کار ٹھیک ٹھاک چل رہی تھی"...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے کار کو نارمل سپیڈ پر کرنے کی کوشش کی لیکن کار کی رفتار بدستور کم ہو رہی تھی اور اسے اور زور زور سے جھٹکے لگنے شروع ہو گئے تھے۔ سوپر فیاض کی نظر جیسے ہی کار کے فیول میٹر پر پڑی وہ بے اختیار چونک پڑا۔ فیول

ٹینک کی سوئی ریڈ پوائنٹ کو چھو رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ اس کا فیول ٹینک خالی ہے۔

''ارے۔ یہ کیا۔ میں نے صبح ہی تو ٹینک فل کرایا تھا۔ پھر اچانک یہ فیول ٹینک خالی کیسے ہو گیا''......سوپر فیاض نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ اس نے پریشانی کے عالم میں میٹر پر زور زور سے ہاتھ مارا جیسے اس کے ہاتھ مارنے سے میٹر کی سوئی اوپر چلی جائے گی اور ٹینک خود بخود فیول سے بھر جائے گا۔

کار کی رفتار بے حد کم ہو گئی تھی اور پھر کار کچھ ہی دیر میں زور زور سے جھٹکے لیتی ہوئی یکلخت رک گئی اور اس کا انجن بھی بند ہو گیا۔ سوپر فیاض کے چہرے پر پریشانی اور قدرے خوف کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ ایک تو وہ اس جنگل کی ویران اور خاموش سڑک پر اکیلا تھا اور دوسرا کار کا فیول ختم ہو گیا تھا اور وہاں دور تک فیول اسٹیشن نہیں تھا اور سوپر فیاض کو اس ویران، خوفناک اور پراسرار جنگل میں اکیلے چلنے کے خیال سے ہی ہول آنا شروع ہو گئے تھے۔ وہ بار بار چابی اگنیشن میں گھما رہا تھا۔ انجن چابی گھومتے ہی جنگل کے خونخوار بھیڑیئے کی طرح غراتا اور پھر خاموش ہو جاتا۔

''کیا مصیبت ہے۔ فیول کو بھی اس پراسرار جنگل میں آ کر ہی ختم ہونا تھا''......سوپر فیاض نے انتہائی غصے سے سٹیئرنگ وہیل پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف

دیکھ رہا تھا لیکن جنگل میں اس قدر خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ ہوا سے درختوں کے پتے ہلنے کی آوازیں بھی سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ ماحول کی اس قدر پراسرار اور گہری خاموشی میں یا تو کوئی خوفناک طوفان چھپا ہوتا تھا یا پھر ایسا خوف جو کسی بھی انسان کے لئے جان لیوا ثابت ہو سکتا تھا۔

سوپر فیاض اپنے اکڑ پن اور دلیری کا مظاہرہ کرتا ہوا اس جنگل میں آ تو گیا تھا لیکن اب اس کا رنگ ہلدی کی طرح زرد ہونا شروع ہو گیا تھا اور اس کے چہرے اور آنکھوں میں خوف کے سائے سے رینگنے لگے تھے۔ اس کا چہرہ اور جسم پسینے سے بھیگتا جا رہا تھا اور وہ انتہائی ڈری ڈری نظروں سے سڑک اور دائیں بائیں موجود گھنے درختوں کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اسے خطرہ ہو کہ اچانک درختوں کے پیچھے سے آدم خور وحشی یا درندے نکلیں گے اور اس کی کار پر ٹوٹ پڑیں گے اور وہ اسے کار سے گھسیٹ کر باہر نکال کر پہلے اس کا خون پئیں گے اور پھر اس کی لاش کے ٹکڑے کر کے کھا جائیں گے۔

''ہونہہ۔ میں بھی احمق ہوں۔ اس جدید دور میں سیل فون کس کے پاس نہیں ہے۔ میں سیل فون پر کال کر کے کسی کو بھی اپنی مدد کے لئے بلا سکتا ہوں''......سوپر فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس نے فوراً اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر سیل فون نکال لیا۔

سیل فون آن تھا لیکن جیسے ہی سوپر فیاض کی نظریں سیل فون کے سگنل پوائنٹ پر پڑیں اس نے بے اختیار جبڑے بھینچ لئے۔ سیل فون پر ایک بھی سگنل موجود نہیں تھا۔

''اب میں کیا کروں۔ یہاں تو ایک سگنل بھی نہیں آ رہا ہے''۔ سوپر فیاض نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ اس نے سیل فون کو دائیں بائیں اور اوپر نیچے کرنا شروع کر دیا کہ شاید کسی سمت میں اسے کوئی سگنل مل جائے اور وہ اپنی مدد کے لئے کسی کو کال کر سکے لیکن اس ویران اور بیابان علاقے میں سگنل نہیں آ رہے تھے۔ سوپر فیاض چند لمحے کار میں بیٹھا رہا پھر اس نے چاروں طرف دیکھا اور وہاں کسی کو موجود نہ پا کر وہ ڈرتے ڈرتے کار سے نکل کر باہر آ گیا۔ کار سے باہر نکل کر وہ سیل فون مختلف سمتوں کی طرف کرنے لگا۔

''ہونہہ۔ یہاں ایک سگنل بھی مل جائے تو میرا کام بن جائے گا''...... سوپر فیاض نے کہا اور وہ سیل فون کے سگنلز کی تلاش میں کبھی دائیں اور کبھی بائیں جانے لگا اور پھر بے خیالی میں وہ سڑک پر چلتا ہوا اپنی کار سے کافی فاصلے پر آ گیا۔ اسی لمحے سوپر فیاض کو تیز زناٹے دار آواز سنائی دی اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے سفید رنگ کا کوئی ہیولہ اس کے دائیں طرف سے انتہائی تیز رفتاری سے بھاگتا ہوا آگے نکل گیا ہو۔ سوپر فیاض نے چونک کر دیکھا لیکن اسے وہاں کوئی دکھائی نہیں دیا۔ ویسے بھی سڑک پر روشنی کم تھی اس لئے سوپر فیاض کو وہاں بھلا کیا دکھائی دے سکتا تھا۔ کچھ نظر نہ آنے

پر سوپر فیاض کا رنگ اور زیادہ زرد ہو گیا تھا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا اور پھر خود کو اپنی کار سے دور دیکھ کر وہ اور زیادہ بوکھلا گیا۔

''ارے باپ رے۔ میں کار سے اتنی دور کیسے پہنچ گیا''۔ سوپر فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر وہ پلٹ کر تیز تیز چلتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی اس نے دو چار قدم ہی اٹھائے ہوں گے کہ اچانک اس کی کار کی ہیڈ لائٹس آن ہو گئیں۔ کار کی ہیڈ لائٹس خود بخود آن ہوتے دیکھ کر سوپر فیاض وہیں ٹھٹھک گیا۔

''یہ۔ یہ۔ یہ کار کی ہیڈ لائٹس خود بخود کیسے جل اٹھی ہیں''۔ سوپر فیاض نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے ابھی اتنا کہا تھا کہ اچانک ماحول کار کے انجن کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سے گونج اٹھا۔ اب تو سوپر فیاض کو اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہونے لگا۔ کار کا انجن نہ صرف اسٹارٹ ہو گیا تھا بلکہ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا بار بار رکی ہوئی کار کو ریس دے کر انجن کی پاور بڑھا رہا ہو۔

''لگتا ہے میری کار میں کوئی ہے''...... سوپر فیاض نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے فوراً اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر اپنا سروس ریوالور نکالنا چاہا لیکن دوسرے لمحے اسے یاد آیا کہ اس نے اپنا سروس ریوالور پہلے سے ہی جیب سے نکال کر کار کی سائیڈ سیٹ پر رکھ دیا تھا۔ کار میں سیل فون کے سگنلز نہ آنے پر بوکھلاہٹ میں

وہ وہاں سے ریوالور اٹھانا بھول گیا تھا۔

''کک۔ کک۔ کون ہے میری کار میں''...... سوپر فیاض نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر ہیڈ لائٹس کی روشنی سے اپنی آنکھیں بچاتے ہوئے کار کی ونڈ سکرین کی طرف غور سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہوئے چیخ کر کہا۔ لیکن وہ کار سے تقریباً پانچ سو فٹ دور تھا۔ اس کی آواز میں لرزش تھی اور ماحول کار کے انجن سے گونج رہا تھا اس لئے اس کی آواز وہیں تک محدود ہو کر رہ گئی۔

''میں پوچھ رہا ہوں کون ہے میری کار میں۔ میں سوپر فیاض ہوں۔ سنٹرل انٹیلی جنس بیورو کا سپرنٹنڈنٹ۔ تم جو کوئی بھی ہو میری کار سے باہر نکلو''...... سوپر فیاض نے حوصلہ کرتے ہوئے اس بار حلق کے بل چیخ کر کہا۔ اس کی آواز بازگشت کی طرح ہر طرف سے گونجنا شروع ہو گئی اور اپنی آواز کو بار بار سن کر سوپر فیاض کے جسم پر لرزہ سا طاری ہو گیا۔ کار کا انجن بدستور اسٹارٹ تھا اور کوئی کار میں بیٹھا کار کو باقاعدہ ریس دے رہا تھا۔ سوپر فیاض چند لمحے خوف بھری نظروں سے کار کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے کار کی طرف تین سو فٹ کا فاصلہ طے کیا اور جب اس نے دیکھا کہ کار وہیں کی وہیں رکی ہوئی ہے تو اس کا حوصلہ اور زیادہ بڑھ گیا اور اس نے اور تیزی سے کار کی طرف بڑھنا شروع کر دیا اور پھر جیسے ہی اس نے مزید ڈیڑھ سو فٹ کا فاصلہ طے کیا اور کار کے نزدیک پہنچا اسی لمحے

اس نے اپنی کار کو حرکت کرتے دیکھا۔ کار آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی۔

''ارے ارے۔ رک جاؤ۔ کہاں لے جا رہے ہو میری کار۔ میں کہتا ہوں رکو''...... کار پیچھے جاتے دیکھ کر سوپر فیاض نے چیختے ہوئے کہا اور پھر جیسے اس کے دماغ پر چھپکلی سی سوار ہو گئی۔ اسے فوراً اپنے مرتبے کا خیال آ گیا کہ اگر کسی کو پتہ چلا کہ کوئی چور سوپر فیاض کی کار اس کی نظروں کے سامنے اُڑا لے گیا ہے تو اس کی کیا عزت رہ جائے گی۔ وہ چیختا ہوا تیزی سے کار کی طرف بھاگا۔ جیسے ہی اس نے کار کی طرف بھاگنا شروع کیا، کار اور تیزی سے پیچھے ہٹتی چلی گئی۔ کار میں جو کوئی بھی تھا سوپر فیاض کو کار کی طرف بھاگ کر آتے دیکھ کر اس سے زیادہ تیز رفتاری سے کار پیچھے بھگاتا لے جا رہا تھا۔

''رک جاؤ۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ۔ میں تمہیں اپنی کار نہیں لے جانے دوں گا۔ رک جاؤ۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ''...... سوپر فیاض نے پوری قوت سے کار کی طرف بھاگتے ہوئے کہا لیکن جوں جوں اس کی رفتار بڑھ رہی تھی کار اس سے زیادہ تیزی سے بیک ہوتی جا رہی تھی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے کار اس سے کافی دور چلی گئی اور پھر اچانک کار کی ہیڈ لائٹس آف ہو گئیں۔ کار کو دور جاتے اور اس کی ہیڈ لائٹس آف ہوتے دیکھ کر سوپر فیاض وہیں رک گیا اور بری طرح سے ہانپنے لگا۔ مسلسل بھاگ بھاگ کر اس کا سانس

بری طرح سے پھول گیا تھا۔

"میری کار۔ میری کار کہاں گئی"...... سوپر فیاض نے روہانسے لہجے میں کہا۔ اس کی ٹانگیں مسلسل دوڑ دوڑ کر شل ہو گئی تھیں وہ بری طرح سے ہانپتا ہوا جھک گیا تھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے گھٹنے پکڑ لئے تھے جیسے اس کے گھٹنوں میں شدید درد ہو رہا ہو۔ جھکے ہونے کے باوجود اس کی نظریں اسی طرف جمی ہوئی تھیں جس طرف اس کی کار بیک ہو کر گئی تھی۔

"اب میں کیا کروں۔ میں اس ویران اور خاموش جنگل سے باہر کیسے نکلوں گا۔ نجانے وہ کون کمبخت تھا جو میری کار لے اُڑا ہے اور حیرت تو اس بات کی ہے کہ اس نے کار اسٹارٹ کیسے کر لی۔ کار کا تو فیول ٹینک خالی تھا پھر وہ کار کو اس تیزی سے بیک کیسے لے گیا ہے"...... کچھ دیر جھکے رہنے اور سنبھلنے کے بعد سوپر فیاض نے غصے اور پریشانی کے عالم میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اسے اپنے دائیں اور بائیں سے دو زناٹے دار آوازیں سنائی دیں۔ اسے پھر سفید رنگ کے ہیولے بجلی کی سی تیزی سے دوڑتے ہوئے اپنے قریب سے گزرتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

سوپر فیاض نے خوف سے اس طرف مڑ کر دیکھا جس طرف یہ ہیولے دوڑ کر گئے تھے لیکن یہ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر خوف عود کر آیا کہ اس کے دور نزدیک کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سوپر فیاض کا دماغ اب بھائیں بھائیں کرنا شروع ہو گیا تھا

اور اس نے خود کو دل ہی دل میں برا بھلا کہنا شروع کر دیا تھا کہ جب وہ اکیلا تھا تو اسے اس قدر نڈر اور بے خوف ہو کر اس جنگل میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ واپس گاؤں چلا جاتا۔ اب اس کی دلیری خود اس کے لئے عذاب بن گئی تھی۔ وہ جنگل کی ویران اور تاریک سڑک پر تن و تنہا کھڑا تھا اور نجانے کون اس کی کار بھی لے اُڑا تھا اور سوپر فیاض کے لئے یہ بات روح فرسا تھی کہ اسے اب پیدل جنگل سے باہر نکلنا پڑے گا۔

"کوئی ہے۔ یہاں کوئی ہے میری مدد کرنے والا"...... سوپر فیاض کو اور کچھ نہ سوجھا تو اس نے چاروں طرف دیکھ کر اچانک حلق کے بل چیخنا شروع کر دیا۔ اس کی آواز کی بازگشت چاروں طرف گونجنے لگی۔

"کوئی تو میری مدد کرے۔ میں اس ویران اور خوفناک جنگل میں اکیلا ہوں۔ کیا کوئی میری آواز سن رہا ہے"...... سوپر فیاض نے ایک بار پھر چیختے ہوئے کہا اور اس کی آواز دور تک لہراتی چلی گئی لیکن جواب میں اسے اور کوئی آواز سنائی نہ دی۔ سوپر فیاض کا تھکن سے برا حال ہو رہا تھا اور جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا باہر روشنی کم ہونے کی وجہ سے سڑک پر اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا اور وہ ایک طویل سرنگ سی بنتی جا رہی تھی۔ اندھیرا ہوتے دیکھ کر سوپر فیاض کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہونا شروع ہو گئے تھے۔

"یااللہ۔ یہ میں کس عذاب میں پھنس گیا ہوں۔ اس سے تو بہتر

تھا کہ میں ایک رات سلمٰی بیگم کے ساتھ گاؤں میں ہی رک جاتا"۔
سوپر فیاض نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھتے ہوئے رو دینے
والے انداز میں کہا۔ اچانک اسے دائیں طرف سے ہلکے سے کھٹکے
کی آواز سنائی دی۔ سوپر فیاض نے چونک کر اس طرف دیکھا تو
اسے سڑک کے دائیں کنارے پر کچھ پڑا ہوا دکھائی دیا۔ اندھیرا
ہونے کی وجہ سے اسے واضح تو دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن اس
نے غور کیا تو اسے ایسا لگا جیسے وہاں ایک بائیسکل پڑی ہوئی ہو۔
بائیسکل کے چمکدار ہینڈل کی اسے ہلکی سی چمک دکھائی دی تھی۔ سوپر
فیاض چند لمحے اس طرف دیکھتا رہا پھر اس نے خوف سے تھوک نگلا
اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ جیسے جیسے وہ آگے
بڑھ رہا تھا اسے وہاں پڑی ہوئی بائیسکل صاف دکھائی دینی شروع
گئی تھی۔ بائیسکل کے آگے تنکوں کی بندھی ہوئی ایک ٹوکری بھی لگی
ہوئی تھی۔ بائیسکل دیکھ کر سوپر فیاض کے چہرے پر قدرے رونق آ
گئی۔ بائیسکل ہونے کا مطلب تھا کہ وہاں ضرور کوئی ہے۔

"کون ہے یہاں"...... سوپر فیاض نے اونچی آواز میں کہا لیکن
جواب میں اسے کوئی آواز سنائی نہ دی۔

"میں پوچھ رہا ہوں کون ہے یہاں اور یہ کس کی بائیسکل
ہے"...... سوپر فیاض نے ایک بار پھر چیختے ہوئے کہا لیکن جواب
ندارد۔ اب چونکہ وہ بائیسکل کے نزدیک پہنچ چکا تھا اس لئے اس
کے قدموں کی رفتار قدرے سست ہو گئی تھی۔ وہ بائیسکل اور اس

کے ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا لیکن وہاں سوائے بائیسکل کے اور
کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہاں کسی کو موجود نہ پا کر سوپر فیاض
کو قدرے حوصلہ ہوا اور وہ بائیسکل کے نزدیک آ گیا۔ وہ واقعی فل
سائز کی ایک نئی بائیسکل تھی جس کے اگلے حصے پر ایک بڑی تنکوں
سے بنی ہوئی ٹوکری بندھی ہوئی تھی۔ ٹوکری کا منہ بند تھا۔ بائیسکل
اور ٹوکری کی طرف دیکھتے ہوئے سوپر فیاض کا دل بری طرح سے
دھڑکنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ بائیسکل کے قریب آ کر ایک لمحے کے
لئے رکا اور اس نے ایک بار پھر بائیسکل کے مالک کی تلاش میں
ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔ بائیسکل بالکل نئی تھی جس کی سیٹ اور
تمام راڈز پر مینوفیکچرنگ کمپنی کی پیکنگ لگی ہوئی تھی۔ اس کا ہینڈل
بھی بے حد چمکدار تھا۔ سوپر فیاض نے اپنی ہمت مجتمع کی اور پھر
اس نے آگے بڑھ کر بائیسکل کا ہینڈل پکڑا اور اسے اٹھا کر سیدھا
کر لیا۔

"کوئی اس سائیکل کا مالک ہے"...... سوپر فیاض نے احتیاطاً
ایک بار پھر چاروں طرف دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں کہا لیکن اس
بار بھی اسے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔

"میں آخری بار پوچھ رہا ہوں۔ اس سائیکل کا مالک کون ہے۔
اگر کسی نے مجھے جواب نہ دیا تو میں یہ سائیکل یہاں سے لے
جاؤں گا"...... سوپر فیاض نے کہا لیکن پھر جواب ندارد۔

"ہونہہ۔ لگتا ہے کہ میری طرح کوئی پاگل یہاں آیا تھا اور

خوف کے باعث اپنی سائیکل یہیں چھوڑ کر پیدل ہی کہیں بھاگ گیا ہے۔ پیدل چلنے سے تو یہی بہتر ہے کہ میں یہ سائیکل لے کر یہاں سے نکل جاؤں“......سوپر فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس نے ایک بار پھر چاروں طرف دیکھا لیکن وہاں ہنوز خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سوپر فیاض کو اپنے مرتبے اور عہدے کا بے حد خیال تھا اور وہ بے حد رکھ رکھاؤ والا انسان تھا لیکن اس وقت اس کی جان پر بنی ہوئی تھی اور وہ اس تاریک اور خاموش جنگل سے جلد سے جلد نکل جانا چاہتا تھا۔ اس کی کار نجانے کون لے اُڑا تھا اس لئے اب یہ سائیکل ہی اس کے لئے غنیمت تھی کہ وہ اس پر سوار ہو اور وہاں سے نکل جائے۔

”اب سمجھا کوئی یہاں سائیکل چوری کر کے آیا تھا۔ اسے یہاں میری کار دکھائی دی تو اس نے سائیکل چھوڑی دی اور میری کار لے کر نکل گیا“......سوپر فیاض کے ذہن میں آیا تو اسے کار چور پر بے حد غصہ آنے لگا۔ لیکن یہ چور پر غصہ کرنے کا وقت نہیں تھا تاریکی بڑھتی جا رہی تھی اور سوپر فیاض کو جنگل میں نجانے کب تک سائیکل چلانی پڑے گی اور پھر دارالحکومت بھی بہت دور تھا۔ سوپر فیاض نے سوچ لیا تھا کہ وہ تیز تیز سائیکل چلاتا ہوا جنگل سے نکل کر مین سڑک کی طرف جائے گا اور پھر وہاں سے کسی گزرتی ہوئی گاڑی کو روک کر اسے اپنا عہدہ بتا کر اس سے لفٹ لے کر شہر کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ یہ خیال آتے ہی وہ بائیسکل پر سوار ہوا

اور اس نے ہینڈل پکڑتے ہوئے پیڈل پر پاؤں رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ بائیسکل چلانی شروع کر دی۔ اسے چونکہ بائیسکل چلائے ہوئے مدت گزر چکی تھی اس لئے اب اس سے بائیسکل سنبھالنی مشکل ہو رہی تھی۔ اس کے ہاتھ بری طرح سے کانپ رہے تھے اور بائیسکل دائیں بائیں لہراتی ہوئی چل رہی تھی۔ بائیسکل بار بار اس کے ہاتھوں سے پھسل رہی تھی اور سوپر فیاض پیڈل مارنے سے زیادہ دونوں سائیڈوں پر بار بار پیر جمانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں وہ بائیسکل سمیت الٹ ہی نہ پڑے۔

”ہونہہ۔ کس قدر بے کار اور تھرڈ کلاس سواری ہے یہ، نجانے لوگ اسے کیسے چلا لیتے ہیں“......سوپر فیاض نے غصے اور پریشانی کے عالم میں کہا۔ اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے بائیسکل پر اپنا بیلنس کیا اور پھر اس نے بڑی احتیاط کے ساتھ بائیسکل کو آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے اس کے پیڈلوں پر پاؤں رکھے اور پھر وہ اسے آہستہ آہستہ آگے بڑھاتا لے گیا۔ بائیسکل اب قدرے سنبھل گئی تھی اور دائیں بائیں جانے کی بجائے سیدھی سڑک پر چلنا شروع ہو گئی تھی۔ سوپر فیاض کے ہاتھ ضرور لرز رہے تھے لیکن بائیسکل کو آگے بڑھتا دیکھ کر اس کے چہرے پر قدرے سکون آ گیا تھا اور اس نے باقاعدہ پیڈل مارتے ہوئے سائیکل کو تیز چلانا شروع کر دیا تھا۔ وہ بائیسکل لے کر ابھی کچھ ہی دور گیا ہو گا کہ اسی لمحے اسے اپنے عقب سے کسی کار کے انجن کی تیز آواز سنائی دی۔ سوپر

فیاض نے بائیسکل چلاتے ہوئے گردن گھما کر پیچھے دیکھا تو یہ دیکھ
کر اس کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے کہ اندھیرے میں سڑک کے
درمیانی حصے میں ایک کار کا ہیولا تیزی سے اس کی طرف بڑھا آ رہا
تھا۔ کار کی ہیڈ لائٹس بند تھیں لیکن کار کا انجن اور اس کا ہیولا اس
قدر تیز رفتاری سے اس کی طرف بڑھا آ رہا تھا جیسے وہ بائیسکل پر
سوار سوپر فیاض پر چڑھ ہی جائے گی اور اسے روندتی ہوئی گزر
جائے گی۔

کار اس قدر نزدیک پہنچ چکی تھی کہ سوپر فیاض کو بائیسکل کی
بریکیں لگانے کا بھی خیال نہیں آیا تھا۔ اس کے ہاتھ بری طرح
سے بہک گئے اور دوسرے لمحے وہ چیختا ہوا بائیسکل سمیت سڑک پر
سائیڈ کے بل گرتا چلا گیا۔ جیسے ہی وہ سڑک پر گرا اسی لمحے کار اس
کے قریب پہنچ گئی اور اس سے پہلے کہ کار سوپر فیاض کو کچلتی اسی لمحے
کار کو ایک زور دار جھٹکا لگا اور کار جیسے کسی تیز رفتار جیٹ کی طرح
ہوا میں بلند ہو کر سوپر فیاض اور اس کی بائیسکل کے عین اوپر سے
زائیں کی تیز آواز کے ساتھ گزرتی چلی گئی۔ سوپر فیاض کے حلق
سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے کار اسے
اور بائیسکل کو کچل دے گی لیکن پھر اس نے کار کو اچانک ہوا میں
بلند ہوتے اور اپنے سر کے اوپر سے گزرتے دیکھا تو اس کی
آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیلتی چلی گئیں۔ کار اس کے سر سے
تقریباً دس فٹ کی بلندی سے گزری تھی اور آگے جاتے ہی اس کا

فرنٹ نیچے جھکا اور کار کا فرنٹ پوری قوت سے سڑک سے ٹکرا گیا۔
جنگل ایک زور دار دھماکے سے گونج اٹھا۔ کار کا فرنٹ سڑک سے
ٹکرایا اور پھر کار سڑک پر بری طرح سے الٹتی پلٹتی اور پھر دور تک
گھسٹتی چلی گئی۔ کار سے خود کو بچتے اور اسے ہوا میں بلند ہو کر
فرنٹ سے سڑک پر ٹکراتے اور اسے اس بری طرح سے الٹتے پلٹتے
اور گھسٹتے دیکھ کر سوپر فیاض جیسے ساکت سا ہو کر رہ گیا تھا۔

سڑک سے ٹکراتے ہی کار کے کئی حصے ہو گئے تھے جو سڑک پر
دور دور تک پھیلتے جا رہے تھے اور کار کا بچا کھچا حصہ جو الٹ پلٹ
کر دور تک گھسٹتا جا رہا تھا اس میں اچانک ایک زور دار دھماکہ ہوا
اور سوپر فیاض نے کار کے ٹکڑے اُڑتے دیکھے۔ آگ کا ایک
طوفان سا اٹھا تھا اور کار پرزے پرزے ہو کر بکھر گئی تھی۔ دھماکہ سن
کر سوپر فیاض فوراً زمین سے چپک گیا تھا۔ دھماکے سے تباہ ہونے
والی کار کے پرزے اس کے اوپر سے بھی گزرے تھے اور اس کے
جلتے ہوئے بہت سے ٹکڑے اس کے اردگرد بھی آ گرے تھے۔

سڑک اور اس کی سائیڈوں میں کار کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
ہر طرف پھیل گئے تھے جن پر آگ لگی ہوئی تھی اور آگ لگنے کی
وجہ سے وہاں سے تاریکی چھٹ گئی تھی۔ سوپر فیاض چند لمحے زمین
سے چپکا رہا اور پھر اس نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا اور اردگرد بکھرے
کار کے جلتے ہوئے ٹکڑوں کو دیکھنا شروع ہو گیا۔

"یہ۔ یہ۔ یہ تو میری ہی کار تھی"...... سوپر فیاض نے بری طرح

سے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔ کار جیسے ہی اس کے اوپر سے گزری تھی اس نے فوراً پہچان لی تھی کہ وہ اسی کی کار ہے۔ وہ چند لمحے خوف بھری نظروں سے ارد گرد پڑے کار کے جلتے ہوئے پرزوں کو دیکھتا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کار جس زور دار دھماکے سے پھٹی تھی دھماکے کی بازگشت بار بار سنائی دے رہی تھی جس سے سوپر فیاض کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے بے اختیار دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ لئے۔ روشنی میں اس کا زرد چہرہ اب اور زیادہ زرد نظر آ رہا تھا۔ اچانک اس کی نظریں اپنی بائیسکل کے آگے لگی ہوئی تنکوں سے بنی ہوئی ٹوکری پر پڑیں تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ ٹوکری کا منہ کھلا ہوا تھا اور اس میں سے ایک سفید رنگ کی پوٹلی سی نکل کر باہر گری ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔

''یہ کیا ہے''...... سوپر فیاض نے حیرت سے کہا اور پھر وہ آگے بڑھا اور پوٹلی کے قریب آ گیا۔ پوٹلی سے دس فٹ کے فاصلے پر اس کی کار کا ایک بڑا سا ٹکڑا جل رہا تھا جس کی روشنی میں سوپر فیاض کو سفید رنگ کی پوٹلی ہلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ پوٹلی کو اس طرح ہلتے دیکھ کر سوپر فیاض کا سانس ایک بار پھر اس کے حلق میں اٹکنا شروع ہو گیا۔ پوٹلی زیادہ بڑی نہیں تھی۔

''کیا ہے اس پوٹلی میں''...... سوپر فیاض نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔ اس نے پہلے تو سوچا کہ وہ اس پوٹلی کو وہیں چھوڑے اور

بائیسکل لے کر فوراً وہاں سے بھاگ جائے لیکن نجانے کیا بات تھی کہ اس کی نظریں اس سفید پوٹلی پر اٹک سی گئی تھیں۔ وہ چند لمحے یک ٹک پوٹلی کی طرف دیکھتا رہا پھر اچانک وہ جیسے غیر ارادی طور پر نیچے جھکتا چلا گیا۔ اس نے ہاتھ بڑھائے اور پوٹلی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر سیدھا کر لیا۔ جیسے ہی اس نے پوٹلی سیدھی کی اس کی نظریں پوٹلی کے کھلے ہوئے سرے پر پڑیں تو اس کا دل جیسے دھک سے رہ گیا۔ پوٹلی کے کھلے ہوئے سرے سے اسے ایک نومولود بچے کا سر اور چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ بچے کی آنکھیں بند تھیں جیسے وہ گہری نیند سویا ہوا ہو۔

''بب۔ بب۔ بچہ۔ یہ کس کا بچہ ہے''...... سوپر فیاض نے بچے کو دیکھ کر آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ بچہ بے حد گورا چٹا اور خوبصورت تھا۔ اس کے گال پھولے ہوئے تھے اور اس کے گالوں پر سرخی سی جھلکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی۔ وہ کسی پرانے دور کے شہزادے جیسا دکھائی دے رہا تھا۔ بچے کی شکل اس قدر معصوم تھی کہ سوپر فیاض جیسا انسان بھی اسے یک ٹک دیکھتا چلا گیا اور اس کا یہی دل چاہ رہا تھا کہ بس وہ اس ننھے بچے کو دیکھتا ہی رہے۔ چند لمحے وہ بچے کو دیکھتا رہا پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے بچے کی پوٹلی اٹھا لی اور اسے لے کر کھڑا ہو گیا۔

''بڑا پیارا بچہ ہے لیکن یہ ہے کس کا اور اس ویران اور پراسرار

جنگل میں کیا کر رہا ہے“...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں
کہا۔ اسی لمحے اچانک بچے نے آنکھیں کھول دیں اور جیسے ہی سوپر
فیاض کی نظریں اس کی آنکھوں پر پڑیں اس کے منہ سے بے
اختیار چیخ نکل گئی اور اس نے بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں
ننھے اور معصوم بچے کو پوری قوت سے سڑک پر پھینک دیا۔ اسی لمحے
ماحول تیز اور انتہائی خوفناک چیخوں سے گونج اٹھا۔

دروازے پر دستک کی آواز سن کر کمرے کے وسط میں ایک
چھوٹے سے چبوترے پر بیٹھے ہوئے ادھیڑ عمر آدمی کی بند آنکھیں
کھل گئیں۔ اس ادھیڑ عمر آدمی نے زرد رنگ کا لباس پہن رکھا تھا۔
اس کا سر گنجا اور اس کا پیٹ بے حد بڑھا ہوا تھا۔ اس کی پیشانی پر
سرخ رنگ کا تلک اور سائیڈوں میں سفید رنگ کی تین تین لکیریں
بنی ہوئی تھیں جو مہاراجوں کی مخصوص نشانی کے لئے بنائی جاتی
تھیں۔

ادھیڑ عمر بھی شکل و صورت سے مہاراج ہی دکھائی دے رہا تھا
اور اس کی داڑھی مونچھیں جھاڑ جھنکار کی طرح بڑھی ہوئی تھیں۔
ادھیڑ عمر کے دائیں طرف سیاہ رنگ کا ایک عصاء پڑا ہوا تھا جبکہ اس
کے بائیں طرف سلور کلر کا پانی سے بھرا ہوا ایک لوٹا پڑا ہوا تھا۔
ادھیڑ عمر کے گلے میں بڑے بڑے سیاہ موتیوں والی کئی مالائیں تھیں
اور اس کے سامنے سیاہ رنگ کی ایک انسانی کھوپڑی بھی پڑی ہوئی

تھی۔ اس کھوپڑی کے نیچے ایک دیا جل رہا تھا اس دیئے سے کھوپڑی کی آنکھوں اور ناک کے سوراخوں کے ساتھ ساتھ اس کے کانوں اور منہ سے بھی روشنی کے ساتھ سیاہ رنگ کا دھواں نکلتا دکھائی دے رہا تھا۔ کھوپڑی کے ساتھ ایک بڑا سا شکاری خنجر پڑا تھا جس پر خون لگا ہوا تھا اور خون خشک ہو کر سیاہ ہو چکا تھا۔

کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ کمرے کی دیواریں انتہائی سیاہ رنگ کی تھیں اور وہاں جو ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی وہ اس کھوپڑی کے اندر جلتے ہوئے دیئے کی وجہ سے پیدا ہو رہی تھی ورنہ وہاں روشنی کا اور کوئی انتظام دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کمرہ میں دھوئیں کے ساتھ ساتھ جانوروں کی چربی جلنے کی بھی سرانڈ پھیلی ہوئی تھی۔ مہاراج نے زرد رنگ کی دھوتی پہن رکھی تھی اور اس کے کاندھوں پر زرد رنگ کا ہی ایک بڑا سا کپڑا پڑا ہوا تھا جبکہ اس کا باقی جسم برہنہ تھا۔

مہاراج کی آنکھیں ہلکی روشنی میں بھی انگاروں کی طرح دہکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ آنکھیں کھلتے ہی اس کی نظریں سامنے دروازے پر جم گئیں۔

"کون ہے"...... مہاراج کے منہ سے خونخوار بھیڑیئے کی طرح غراہٹ بھری آواز نکلی۔

"کانگڑو"...... باہر سے ایک غیر انسانی آواز سنائی دی۔

"ٹھیک ہے۔ آ جاؤ اندر"...... مہاراج نے کہا تو اسی لمحے

دروازہ کھلا اور ایک انتہائی دبلا پتلا انسان اندر آ گیا۔ یہ انسان بانس سے بھی زیادہ پتلا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا لبادے نما لباس پہن رکھا تھا جو اس کے پیروں تک جا رہا تھا۔ اس کا سر گنجا تھا اور اس کا چہرہ اندر کی طرف دھنسا ہوا تھا۔ شکل وصورت سے وہ انسانی ڈھانچہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں گول اور چمکدار تھیں اور اس کے ہاتھوں کی انگلیاں بھی عام انسانوں سے کہیں زیادہ لمبی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے اپنی بغل میں پلاسٹک کا ایک بڑا سا لفافہ دبا رکھا تھا۔

"کانگڑو آقا کو پرنام کرتا ہے"...... دبلے پتلے انسان نے اندر آ کر سینے پر ہاتھ رکھ کر قدرے جھکتے ہوئے کہا۔

"تمہارا پرنام قبول کیا جاتا ہے۔ بولو کس لئے آئے ہو"۔ مہاراج نے اسی طرح سے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ نے مجھے جس کام کے لئے بھیجا تھا وہ پورا ہو گیا ہے آقا"...... کانگڑو نے کہا۔

"بہت خوب۔ کہاں ہے وہ فائل"...... مہاراج نے کانگڑو کی بات سن کر آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا تو کانگڑو نے اپنی بغل میں موجود لفافہ نکال کر آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے مہاراج کی طرف بڑھا دیا۔ مہاراج نے اس سے لفافہ لیا اور پھر اس نے لفافے کو کھول کر دیکھا۔ لفافے میں ایک فائل موجود تھی جو کافی پھولی ہوئی تھی۔

"اس فائل تک پہنچنے اور اسے حاصل کرنے میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا"...... مہاراج نے کہا۔

"نہیں آقا۔ کانگڑو کو بھلا کسی جگہ پہنچنے اور کچھ حاصل کرنے میں کیا مسئلہ ہوسکتا ہے"...... کانگڑو نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ ضرورت ہو گی تو میں تمہیں پھر بلا لوں گا"...... مہاراج نے کہا تو کانگڑو نے اثبات میں سر ہلایا اور اس نے ایک بار پھر جھک کر مؤدبانہ انداز میں مہاراج کو پرنام کیا اور الٹے قدموں چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ باہر جاتے ہی اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ اس کے باہر جاتے ہی مہاراج نے چبوترے کی سائیڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہاں لگا ہوا ایک بٹن پریس کر دیا۔ جیسے ہی اس نے بٹن پریس کیا ایک بار پھر دروازہ کھلا اور اس جیسے ایک اور ادھیڑ عمر کا چہرہ دکھائی دیا۔

"اندر آؤ جاموٹ"...... مہاراج نے ادھیڑ عمر کو دیکھ کر کہا تو ادھیڑ عمر نے اثبات میں سر ہلایا اور دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ اس نے بھی مہاراج کی طرح کا لباس پہن رکھا تھا اور اس کا بھی سر گنجا تھا۔ اس کے ماتھے پر بھی مہاراج کی طرح سرخ تلک اور سفید لکیروں والا مخصوص نشان تھا البتہ یہ ادھیڑ عمر کمرے میں بیٹھے ہوئے مہاراج سے کہیں دبلا تھا۔

"کرنل بھنڈاری کو فون کرو اور اس سے کہو کہ وہ فوراً مجھ سے

ملنے آئے"...... مہاراج نے جاموٹ سے کہا۔

"جو حکم مہاراج"...... جاموٹ نے کہا۔

"اس سے کہنا کہ وہ جہاں بھی ہے اور جس حال میں بھی ہے سب کام چھوڑ کر فوراً یہاں پہنچ جائے۔ میرے پاس اس کی چیز پہنچ چکی ہے"...... مہاراج نے کہا۔

"ٹھیک ہے مہاراج۔ میں کہہ دوں گا۔ اور حکم"...... جاموٹ نے کہا۔

"نہیں۔ اور کچھ نہیں"...... مہاراج نے کہا تو جاموٹ نے اثبات میں سر ہلایا اور اسے پرنام کر کے کانگڑو کی طرح الٹے قدموں باہر نکلتا چلا گیا اور باہر جاتے ہوئے اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اس کے جانے کے بعد مہاراج نے کھوپڑی کے پاس پڑا ہوا خنجر اٹھایا اور اس کی نوک کھوپڑی کے سر سے لگا دی۔

"چھلائی"...... مہاراج نے خنجر کی نوک کھوپڑی کے سر پر رکھتے ہوئے انتہائی غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔ اسی لمحے دائیں طرف سے تیز غراہٹ کی آواز سنائی دی اور اچانک وہاں دھواں سا پھیلا اور تیزی سے سمٹتا چلا گیا۔ دوسرے لمحے دھویں نے ایک نوجوان اور انتہائی حسین عورت کا روپ دھار لیا۔ شکل و صورت سے وہ عورت انتہائی معصوم دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی اور گہری سیاہ تھیں۔ اس کے سر کے بال کھلے ہوئے تھے اور اس نے سفید رنگ کا موتیوں والا انتہائی قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔ بلا شبہ

وہ دیکھنے میں قدیم دور کی حسین شہزادی ہی دکھائی دے رہی تھی۔

اس لڑکی کا رنگ دودھ کی طرح سفید تھا اور اس کے ہونٹ اس قدر سرخ تھے جیسے ابھی ان سے خون چھلک پڑے گا۔ لڑکی کے ہاتھ عام انسانوں جیسے تھے لیکن اس کے پاؤں مڑے ہوئے تھے اور پیچھے کی طرف جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ لڑکی کی ایک خاص بات یہ تھی کہ اس کی پیشانی پر سیاہ رنگ کا ایک دائرہ سا بنا ہوا تھا جس میں سبز رنگ کا ایک ناگ بھی بنا ہوا تھا ناگ کنڈلی مارے اور پھن اٹھائے ہوئے تھا جو بے حد ڈراؤنا دکھائی دے رہا تھا اور اس کی دو شاخہ سرخ زبان بھی باہر نکلی ہوئی تھی۔

”چھلاٹی حاضر ہے مہاراج وکرام۔ بولو کس لئے بلایا ہے تم نے چھلاٹی کو“...... لڑکی نے کسی ناگن کی طرح پھنکارتی ہوئی آواز میں کہا۔ مہاراج جس کا نام چھلاٹی نے وکرام لیا تھا، نے کانگڑو کا دیا ہوا لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

”اسے دیکھو۔ کیا یہ وہی فائل ہے جس کی کافرستانی ایجنسی بلیک اسکائی کے کرنل بھنڈاری کو ضرورت تھی یا یہ کوئی اور فائل ہے۔ اچھی طرح سے دیکھو اسے۔ یہ کانگڑو لایا ہے“...... مہاراج وکرام نے کہا۔ لڑکی نے اس سے فائل والا لفافہ لیا اور اس نے لفافے میں ہاتھ ڈال کر اس میں موجود فائل نکال لی۔ اس نے فائل دیکھنے کی بجائے اسے اپنی ناک کے قریب کر کے سونگھنا شروع کر دیا۔

”ہاں مہاراج وکرام۔ یہ وہی فائل ہے جو تم سے کرنل بھنڈاری

نے اپنی طاقتوں کے ذریعے پاکیشیا سے منگوانے کے لئے کہا تھا۔ کانگڑو اصلی فائل ہی لایا ہے“...... چھلاٹی نے جواب دیا۔

”بہت خوب۔ اب مجھے بتاؤ کہ اس فائل میں ہے کیا اور کرنل بھنڈاری نے مجھے پاکیشیا سے خاص طور پر اس فائل کو منگوانے کے لئے کیوں کہا تھا“...... مہاراج وکرام نے کہا۔ بھنڈاری نے ایک بار پھر فائل کو سونگھا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

”اس فائل میں پاکیشیا کا ایک اہم راز موجود ہے مہاراج وکرام۔ اس فائل میں دنیا کے ان تمام ایجنٹوں کا راز ہے جو پاکیشیا کے فارن ایجنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے فارن ایجنٹوں کے بھی نام اور کوڈز ہیں جو کافرستان میں موجود ہیں اور کرنل وکرام ان ایجنٹوں کے خلاف کام کرنا چاہتا ہے اسی لئے اس نے تم سے خصوصی طور پر پاکیشیا سے یہ فائل منگوائی ہے تاکہ وہ پاکیشیائی ایجنٹوں کے خلاف کارروائی عمل میں لا سکے“...... چھلاٹی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔ کرنل بھنڈاری نے مجھے بھی یہی سب بتایا تھا“...... مہاراج وکرام نے کہا۔ چھلاٹی نے فائل لفافے میں ڈالی اور لفافہ مہاراج وکرام کو دے دیا۔ مہاراج وکرام نے لفافہ لے کر دائیں طرف رکھ دیا۔

”ٹھیک ہے جاؤ تم۔ تمہیں میں نے اس فائل کے بارے میں پوچھنے کے لئے ہی بلایا تھا“...... مہاراج وکرام نے کہا لیکن چھلاٹی

وہیں کھڑی رہی۔

''میں نے کہا ہے اب تم جاؤ۔ ضرورت ہو گی تو میں تمہیں پھر بلا لوں گا''...... مہاراج وکرام نے اسے وہیں کھڑے دیکھ کر قدرے سخت لہجے میں کہا لیکن چھلائی نہ تو اپنی جگہ سے ہلی اور نہ ہی اس نے کوئی بات کی وہ مہاراج وکرام کی طرف پلکیں جھپکائے بغیر دیکھ رہی تھی۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ مہاراج وکرام سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔

''کیا بات ہے چھلائی۔ میں تم سے جانے کے لئے کہہ رہا ہوں اور تم بدستور کھڑی ہو۔ کیا تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ بولو''۔ مہاراج وکرام نے اس کی طرف حیرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں مہاراج وکرام۔ میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں''۔ چھلائی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''کیا بتانا ہے۔ بولو''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''تم نے یہ فائل پاکیشیا سے منگوا کر بہت بڑی غلطی کی ہے مہاراج وکرام''...... چھلائی نے کہا۔

''غلطی۔ کیا مطلب''...... مہاراج وکرام نے بری طرح سے چونک کر کہا۔

''اس فائل کے بدلے میں تم نے اپنے اور کافرستان کے اوپر خوفناک تباہی مسلط کر لی ہے۔ ایسی تباہی جس میں تمہاری جان کو

بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے''...... چھلائی نے جواب دیا تو مہاراج وکرام حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''تم کہنا کیا چاہتی ہو''...... مہاراج وکرام نے غصے اور پریشانی کے عالم میں کہا۔

''تم نے یہ فائل کانگڑو کے ذریعے پاکیشیا سے منگوائی ہے۔ جلد ہی پاکیشیا کو اس فائل کی گمشدگی کا علم ہو جائے گا اور انہیں اس بات کا بھی پتہ چل جائے گا کہ یہ کام کانگڑو کا ہے۔ کانگڑو کا پتہ چلتے ہی ان لوگوں کو تمہارا اور کرنل بھنڈاری کا بھی علم ہو جائے گا۔ اس فائل کو واپس لینے کے لئے پاکیشیائی ایجنٹ یہاں دوڑے آئیں گے اور وہ کرنل بھنڈاری اور اس کی ایجنسی کے ساتھ ساتھ تمہارے اور تمہارے سیٹ اپ کے خلاف بھی کام کریں گے اور وہ تمہاری آسیبی طاقتوں کو فنا کرنے کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی ہلاک کر دیں گے''...... چھلائی نے کہا تو مہاراج وکرام بری طرح سے اچھل پڑا۔

''کیا کہا۔ پاکیشیائی ایجنٹ میری ماورائی طاقتوں کو فنا کرنے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی ہلاک کر دیں گے۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ تم ہوش میں تو ہو۔ دنیا میں ایسا کون سا انسان ہے جو میری ماورائی طاقتوں کا سامنا اور مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کر سکے''...... مہاراج وکرام نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

''پاکیشیائی ایجنٹوں کا ایک گروپ ایسا ہے مہاراج وکرام جو یہ

سب کر سکتا ہے۔ اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تو تم اپنی دوسری ماورائی طاقتوں کو بلا کر ان کے بارے میں پوچھ لو۔ مجھے ان کاغذوں سے جو بو ملی ہے اس میں بہت سے کافرستانیوں کے ساتھ کرنل بھنڈاری اور تمہارے خون کی بو بھی شامل ہے اور مجھے جو دکھائی دے رہا ہے میں نے تمہیں اسی سے آگاہ کیا ہے۔ پاکیشیائی ایجنٹوں کے روپ میں مجھے یہاں خون اور آگ کا طوفان اٹھتا ہوا دکھائی دے رہا ہے جو انتہائی خوفناک صورتحال اختیار کر سکتا ہے، جس میں تمہارا اور تمہاری طاقتوں کا بھی نام و نشان مٹ جائے گا“...... چھلاٹی نے کہا تو مہاراج وکرام یکلخت غصے سے چیختا ہوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”تم بکواس کر رہی ہو۔ بک رہی ہو۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ مجھ سے زیادہ تمہارے پاس گیان کیسے ہو سکتا ہے تم مجھے ڈرانے کے لئے یہ سب کہہ رہی ہو۔ جاؤ۔ مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس بات کو کبھی نہیں مان سکتا کہ عام انسان میرا اور میری ماورائی طاقتوں کا مقابلہ کر سکیں۔ میں مہا مہاراج اور اس ملک کا سب سے بڑا وچ ڈاکٹر بھی ہوں۔ مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ میں تم جیسی ذریت کو بھی ایک پھونک مار کر جلا کر بھسم کر دوں پھر میرے سامنے پاکیشیا کے ایجنٹوں کے گروپ کی کیا حیثیت ہے۔ وہ میرے سامنے معمولی مچھروں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ میں انہیں چٹکیوں میں مسل سکتا ہوں سمجھی تم“...... مہاراج وکرام نے

چیختے ہوئے کہا۔

”تمہیں جو بتانا تھا وہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے مہاراج وکرام۔ اب جو تمہاری مرضی ہے وہ کرو۔ میں مجبور ہوں اور کم از کم میں تمہارے سامنے نہ جھوٹ بول سکتی ہوں اور نہ ہی کوئی غلط بیانی کر سکتی ہوں اور تم نے چونکہ مجھے تسخیر کر رکھا ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ میں تمہیں آنے والی پریشانیوں اور مصیبتوں سے بروقت آگاہ کروں۔ اس لئے میں جاتے جاتے تمہیں ایک مشورہ دینا چاہتی ہوں اگر تم مان لو گے تو ٹھیک ہے۔ نہیں مانو گے تو اس کے لئے میں تمہیں مجبور نہیں کر سکتی“...... چھلاٹی نے کہا۔

”کیسا مشورہ۔ بولو“...... مہاراج وکرام نے اس کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے غرا کر کہا۔

”اس فائل کو کرنل بھنڈاری کے حوالے نہ کرو۔ کرنل بھنڈاری اس فائل کا غلط فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ اس فائل میں پاکیشیا کے تمام فارن ایجنٹوں کی تفصیلات ہیں جنہیں کرنل بھنڈاری پوری دنیا میں فروخت کر کے دونوں ہاتھوں سے خوب دولت کمانا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پوری دنیا کے پاکیشیائی ایجنٹ یا تو مارے جائیں گے یا پھر گرفتار کر لئے جائیں گے۔ ایسا ہوا تو اس کی خبر پاکیشیا سیکرٹ سروس کو مل جائے گی اور پھر پاکیشیائی ایجنٹوں کو اس بات کا بھی پتہ چل جائے گا کہ یہ کام کرنل بھنڈاری کا ہے۔ جیسے ہی ان کے سامنے کرنل بھنڈاری کا نام آئے گا وہ آندھی اور طوفان بن کر

کافرستان پہنچ جائیں گے اور پھر ان کے راستے میں جو بھی دیوار آئے گی وہ اسے گراتے چلے جائیں گے اور تم تک پہنچنے میں بھی انہیں زیادہ وقت نہیں لگے گا''...... چھلاٹی نے کہا۔

''ایسا ہوا تو میں پاکیشیائی ایجنٹوں کے گروپ کے مقابلے پر خود آؤں گا اور انہیں اپنے ہاتھوں سے ہلاک کروں گا۔ میرے مقابلے پر وہ ایک منٹ سے زیادہ نہیں ٹھہر سکیں گے میں انہیں لمحوں میں موت کے گھاٹ اتار دوں گا''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''یہ محض تمہارا خیال ہے مہاراج وکرام۔ ایسا نہیں ہو گا۔ الٹا تمہیں ان کے ہاتھوں ذلت اور اذیت ناک موت سے دوچار ہونا پڑے گا''...... چھلاٹی نے غرا کر کہا تو مہاراج وکرام کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

''تم میری ہمدرد ہو یا ان پاکیشیائی ایجنٹوں کی جو تم مسلسل ان کی تعریف کر رہی ہو''...... مہاراج وکرام نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں ان کی تو تعریف نہیں کر رہی۔ میں صرف تمہیں حقیقت کا عکس دکھا رہی ہوں جسے تم تسلیم کر لو گے تو تمہاری جان بچ جائے گی ورنہ......'' چھلاٹی نے کہا تو مہاراج وکرام کا رنگ غصے سے سیاہ ہو گیا۔

''تم۔ تم میری توہین کر رہی ہو چھلاٹی۔ تمہیں میرے سامنے یہ سب بولنے کی جرأت کیسے ہوئی۔ بولو۔ تم میری بجائے ان عام انسانوں کی تعریف کیسے کر سکتی ہو جنہیں میں ایک لمحے میں جلا کر

بھسم کر سکتا ہوں۔ بولو۔ تمہارا ان سے کیا تعلق ہے بولو۔ جواب دو مجھے''...... مہاراج وکرام نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

''میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے مہاراج وکرام۔ میری تمام ہمدردیاں تمہارے لئے ہیں۔ صرف تمہارے لئے اور میں تمہیں ان مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچانے کے لئے یہ سب کہہ رہی ہوں تاکہ تم محفوظ رہو''...... چھلاٹی نے جواب دیا۔

''میں مصیبتوں اور پریشانیوں سے ڈرنے والا انسان نہیں ہوں بدبخت اور نہ ہی میں اتنا کمزور ہوں کہ میں چند معمولی انسانوں سے ڈر جاؤں۔ تمہیں مجھے مشورہ دینے اور میری بجائے چند عام انسانوں کی تعریف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ تمہیں جس کام کے لئے بلایا جائے صرف وہی کیا کرو۔ اپنی طرف سے مشورے دینا یا مجھے سمجھانے والی باتیں کرنا چھوڑ دو۔ ورنہ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے ہی ہمیشہ کے لئے فنا کر دوں گا''...... مہاراج وکرام نے اسی طرح سے چیختے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ نہیں۔ ٹھیک ہے۔ آئندہ میں کسی خطرے اور تم پر آنے والی پریشانیوں سے تمہیں آگاہ نہیں کروں گی''...... فنا ہونے کے خوف سے چھلاٹی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اب جاؤ یہاں سے اور اس وقت تک نہ آنا جب تک میں تمہیں خود نہ بلاؤں۔ سمجھی تم''...... مہاراج وکرام نے چیختے ہوئے کہا۔

"جو حکم"...... چھلائی نے کہا اور پھر وہ فوراً دھواں بنی اور دھواں وہاں سے تحلیل ہوتا چلا گیا۔

"ہونہہ۔ آسیبی طاقت ہونے کی وجہ سے اس بدبخت نے خود کو مجھ سے بالا تر سمجھنا شروع کر دیا ہے جیسے اس کے سامنے میری کوئی حیثیت ہی نہ ہو اور میں اس کے کہنے سے پاکیشائی ایجنٹوں کے چند افراد کے ٹولے سے ڈر جاؤں گا"...... مہاراج وکرام نے غصیلے لہجے میں کہا اور دوبارہ مخصوص انداز میں آسن لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ بری طرح سے بگڑا ہوا تھا اسے بدستور چھلائی کی باتوں پر غصہ آ رہا تھا۔

وہ چند لمحے غصے سے پہلو بدلتا رہا پھر اس کی نظریں کھوپڑی پر جم گئیں۔ اس نے زور سے سر جھٹکا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور منہ ہی منہ میں کچھ پڑھنا شروع ہو گیا۔ ابھی اس نے پڑھنا شروع کیا ہی تھا کہ اسی لمحے ایک بار پھر دروازے پر دستک ہوئی تو مہاراج وکرام نے آنکھیں کھول دیں اور غصے سے بل کھا کر رہ گیا۔

"کون ہے"...... مہاراج وکرام نے چیختے ہوئے کہا۔

"جاموٹ ہوں آقا"...... باہر سے جاموٹ کی آواز سنائی دی۔

"آؤ اندر"...... مہاراج وکرام نے اسی انداز میں کہا تو کمرے کا دروازہ کھلا اور جاموٹ ڈرتے ڈرتے اندر آ گیا۔ اس نے

مخصوص انداز میں مہاراج وکرام کو پرنام کیا اور اس کے سامنے مؤدب انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"میں نے کرنل بھنڈاری کو کال کر دی ہے مہاراج۔ وہ دس منٹ میں یہاں پہنچ رہا ہے"...... جاموٹ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اور کچھ"...... مہاراج وکرام نے کہا۔

"نہیں مہاراج۔ اور کچھ نہیں"...... جاموٹ نے کہا۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ جاؤ اور جیسے ہی کرنل بھنڈاری آئے اسے لے کر میرے پاس آ جانا"...... مہاراج وکرام نے کہا تو جاموٹ نے اثبات میں سر ہلایا اور اسے پرنام کر کے الٹے قدموں چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا اور اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا اور اس کے جاتے ہی مہاراج وکرام نے ایک بار پھر آنکھیں موند لیں اور اپنا جاپ کرنا شروع ہو گیا۔ دس منٹ کے بعد پھر دستک ہوئی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"آ جاؤ اندر"...... مہاراج وکرام نے کہا تو دروازہ کھلا اور جاموٹ اندر آ گیا۔ اس کے ساتھ لمبا تڑنگا اور کسرتی جسم کا مالک ایک ادھیڑ عمر اندر آ گیا۔ جس کا چہرہ بے حد پھیلا ہوا تھا اور اس کی تھوڑی ہتھوڑے جیسی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے بالوں کو فوجی کٹ کرا رکھا تھا اور اس کے جسم پر سیاہ رنگ کی ٹی شرٹ اور سیاہ پتلون تھی۔

"کرنل صاحب تشریف لے آئے ہیں مہاراج"...... جاموٹ

نے کہا۔ اس نے کرنل کو اندر آنے کے لئے راستہ دے دیا تھا۔
کرنل آگے آیا اور اس نے فوجی انداز میں ایڑی بجا کر مہاراج کو
سیلوٹ کیا جیسے مہاراج وکرام اس سے بھی بڑا عہدے دار ہو۔

”پرنام مہاراج“...... کرنل بھنڈاری نے اندر آ کر دونوں ہاتھ
جوڑ کر مہاراج کو مخصوص انداز میں پرنام کرتے ہوئے کہا۔

”آؤ۔ کرنل آؤ۔ بیٹھو“...... مہاراج وکرام نے کہا۔

”آپ نے مجھے یاد کیا تھا مہاراج“...... کرنل بھنڈاری نے
بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور مہاراج وکرام کے سامنے فرش پر آلتی
پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

”ہاں۔ تمہیں ایک خوشخبری دینی ہے“...... مہاراج وکرام نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ بہت خوب۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ آپ مجھے کون سی
خوشخبری دینا چاہتے ہیں مہاراج“...... کرنل بھنڈاری نے مہاراج
وکرام کی سائیڈ پر پڑے ہوئے پلاسٹک کے تھیلے اور اس میں جھانکتی
ہوئی فائل کی طرف دیکھتے ہوئے مسرت بھرے انداز میں کہا۔

”تمہاری منگوائی ہوئی فائل ہم تک پہنچ گئی ہے۔ اسے دیکھو اور
بتاؤ کیا یہ وہی فائل ہے جس کے لئے تم نے ہم سے کہا تھا“۔
مہاراج وکرام نے کہا اور ساتھ ہی اس نے سائیڈ میں پڑا ہوا تھیلا
اٹھایا اور اسے کرنل بھنڈاری کی طرف بڑھا دیا۔ کرنل بھنڈاری نے
انتہائی بے چینی کے عالم میں اس سے تھیلا لیا اور اس میں موجود

فائل نکال لی۔ فائل پر ٹاپ سیکرٹ کے الفاظ دیکھ کر اس کی
آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس نے فوراً فائل کھولی اور اس میں لگے
ہوئے پرنٹڈ پیپرز دیکھنے لگا۔

”اوہ اوہ۔ بہت خوب۔ بہت خوب مہاراج۔ آپ نے تو میرا
سارا کام ہی آسان کر دیا ہے۔ یہ وہی فائل ہے جس کی مجھے اشد
ضرورت تھی۔ آپ نے بالکل صحیح فائل منگوائی ہے۔ میں اس کے
لئے آپ کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کا بہت
بہت شکریہ“...... کرنل بھنڈاری نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں
کہا۔

”تم ہمارے دوست ہو کرنل بھنڈاری اور ہم دوستوں کے
دوست ہیں جن کا کام کرتے ہوئے ہمیں ان کے شکریئے کی کوئی
طلب نہیں ہوتی۔ تمہارا کام ہو گیا اور تمہیں تمہاری چیز مل گئی یہ
ہمارے لئے بھی خوشی کی بات ہے“...... مہاراج وکرام نے اسی
طرح سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آپ نہیں جانتے مہاراج کہ آپ نے میرا کتنا بڑا کام کیا
ہے۔ یہ فائل میرے لئے قارون کے خزانے سے کم نہیں ہے۔ اس
فائل کے بل بوتے پر میں پاکیشیا کا ایسا حشر کروں گا کہ پاکیشیا
برسوں تک اپنے زخم چاٹتا رہ جائے گا“...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

”مجھے معلوم ہے۔ تم اس فائل کے ذریعے بہت سی دولت کمانا
چاہتے ہو بالک اور یہ دولت تم کیسے کماؤ گے مجھے اس کا بھی علم

ہے''...... مہاراج وکرام نے کہا تو کرنل بھنڈاری بری طرح سے چونک پڑا۔

''آپ کو کیسے پتہ کہ میں اس فائل سے دولت کما سکتا ہوں''۔ کرنل بھنڈاری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں انتریامی ہوں بالک اور انتریامی وہ ہوتا ہے جو دوسروں کے ذہنوں میں بھی جھانک سکتا ہے۔ تم میرے سامنے ہو اس لئے تمہارا دماغ میرے سامنے ایک کھلی کتاب ہے جسے میں آسانی سے پڑھ سکتا ہوں''...... مہاراج وکرام نے کہا تو کرنل بھنڈاری کے چہرے پر مہاراج وکرام کے لئے بے پناہ عقیدت کے تاثرات نمایاں ہوتے چلے گئے۔

''ہاں مہاراج۔ میں جانتا ہوں کہ آپ واقعی انتریامی ہیں اور یہاں آپ سے بڑا اور کوئی انتریامی نہیں ہو سکتا''...... کرنل بھنڈاری نے خوشامد بھرے لہجے میں کہا تو مہاراج وکرام کے چہرے پر موجود مکروہ مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

''اور کوئی کام ہے تو بتاؤ۔ تمہارے لئے میں ہر کام کر سکتا ہوں''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''نہیں مہاراج اور کوئی کام نہیں ہے۔ آپ نے میرے لئے اتنا بڑا کام کر دیا ہے جس کے لئے میں آپ کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہو گا''...... کرنل بھنڈاری نے اسی انداز میں کہا۔

''پھر شکریہ۔ ہم نے کہا ہے نا کہ ہم دوستوں کے دوست ہیں۔

تم بس اپنا وچن یاد رکھنا جو تم نے اس فائل کے حصول کے لئے ہم سے کیا تھا''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''اوہ ہاں۔ آپ بے فکر رہیں مہاراج۔ آپ کا کام ہو جائے گا''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''کب تک''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''آپ مجھے ایک ہفتے کی مہلت دے دیں مہاراج۔ ایک ہفتے بعد آپ کا کام پورا ہوتے ہی میں اسے لے کر خود آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ایک ہفتے تک خاموش رہوں گا اور مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے کیا ہوا وچن نہیں توڑو گے''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''وچن توڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مہاراج۔ آپ میرا اتنا بڑا کام کر سکتے ہیں تو کیا میں آپ کا ایک چھوٹا سا کام نہیں کر سکتا یہ کیسے ممکن ہے''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''بہت خوب۔ اب تم جاؤ۔ ہماری پوجا کا وقت ہے۔ پوجا کے دوران ہم زیادہ دیر کسی کو اپنے پاس نہیں بٹھا سکتے''...... مہاراج وکرام نے کہا تو کرنل بھنڈاری اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے مخصوص انداز میں مہاراج وکرام کو پرنام کیا اور پھر وہ الٹے قدموں چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ جاموٹ ایک طرف خاموش کھڑا تھا۔ مہاراج وکرام نے اسے بھی اشارہ کیا تو اس نے

بھی مہاراج کو پرنام کیا اور کمرے سے نکلتا چلا گیا اور اس نے کمرے سے باہر جاتے ہی دروازہ بند کر دیا اور دروازہ بند ہوتے ہی مہاراج وکرام نے دونوں ہاتھ جوڑے اور آنکھیں بند کر کے ایک بار پھر اپنے جاپ میں مصروف ہو گیا۔

عمران جیسے ہی دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا بلیک زیرو اس کے احترام میں فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''کیسے ہیں آپ''...... سلام و دعا کے بعد بلیک زیرو نے پوچھا۔ وہ بے حد سنجیدہ اور پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''میں تو ٹھیک ہوں۔ لیکن تمہاری طبیعت خراب معلوم ہو رہی ہے جو تم نے صبح صبح منہ اندھیرے مجھے فون کر کے ایمرجنسی میں یہاں بلایا ہے اور تمہارے چہرے پر بھی دن کے نجانے کتنے بجے ہوئے ہیں''...... عمران نے اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو پھیکی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

''بات ہی کچھ ایسی ہے جس نے میری واقعی رات سے ہی نیند اُڑا رکھی ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''کیوں کیا ہوا''...... عمران نے اس کی پریشانی کی شدت کو

بھانپتے ہوئے کہا۔

"دنیا بھر میں ہمارے جتنے بھی فارن ایجنٹس ہیں ان کے خلاف کارروائیاں کی جا رہی ہیں اور اب تک کی اطلاع کے مطابق کئی ملکوں میں موجود ہمارے بہت سے ایجنٹ یا تو ٹارگٹ کر کے ہلاک کر دیئے گئے ہیں یا پھر انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے"...... بلیک زیرو نے کہا اور اس کی بات سن کر عمران بری طرح سے اچھل پڑا۔

"پوری دنیا میں یہ سب ہو رہا ہے۔ کیا مطلب"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ اب تک کی اطلاعات کے مطابق کافرستان، اسرائیل، ایکریمیا، کرانس، گریٹ لینڈ اور دیگر ممالک میں موجود ہمارے ایجنٹوں کا نہ صرف سراغ لگا لیا گیا ہے بلکہ انہیں یا تو موقع پر ہی گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے یا پھر انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ دوسرے بہت سے ممالک میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ ہمارے ایجنٹوں کی زندگیاں داؤ پر لگی ہوئی ہیں اور ہمارے بے شمار ایجنٹ ایسے ہیں جو ان کارروائیوں سے بچنے کے لئے فوری طور پر انڈر گراؤنڈ ہو گئے ہیں"...... بلیک زیرو نے سنجیدگی سے کہا تو عمران کے چہرے پر سنجیدگی کے ساتھ حیرت کے تاثرات پھیلتے چلے گئے۔

"کسی ایک ملک میں ہمارے فارن ایجنٹوں کے خلاف کارروائی ہو رہی ہو تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان کا کہیں سے راز لیک

آؤٹ ہو گیا ہے لیکن پوری دنیا کو ہمارے ایجنٹوں کا علم ہو جائے گا اور وہ سب ایک ہی وقت میں ان سب کے خلاف کارروائیاں کرنا شروع کر دیں گے یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی"...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے تو میں پریشان ہوں۔ میری کئی ممالک کے ایجنٹوں سے بات ہوئی ہے جو خود کو ان ممالک میں غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں اور انڈر گراؤنڈ ہیں۔ ان کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آخر ان کے بارے میں ایجنسیوں کو کیسے پتہ چلا ہے کہ وہ پاکیشائی ایجنٹ ہیں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"یہ تو ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے پوری دنیا کی ایجنسیوں کو ہمارے ایجنٹوں کے بارے میں تفصیلات فراہم کر دی ہوں اور ان سب نے ایجنٹوں کے خلاف کارروائیاں کرنا شروع کر دی ہوں"...... عمران نے کہا۔

"جی ہاں۔ ایسا ہی لگتا ہے۔ کافرستان میں بھی ہمارے چار ایجنٹ پکڑے گئے ہیں۔ ناٹران بھی بڑی مشکلوں سے بچا تھا اس کے خفیہ ٹھکانے پر کافرستان کی ایک نئی ایجنسی بلیک اسکائی نے ریڈ کیا تھا۔ ناٹران جس ٹھکانے پر موجود تھا وہاں ایک زمین دوز خفیہ راستہ تھا جہاں سے وہ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن بلیک اسکائی نے اس کا ٹھکانہ مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے اور اب ناٹران ان سے بچنے کے لئے کافرستان میں بھاگتا پھر رہا ہے"...... بلیک زیرو نے

کہا۔

"آخر یہ سب ہو کیا رہا ہے۔ ایک ساتھ دنیا بھر کو ہمارے ہی ملک کے ایجنٹوں کا کیسے پتہ چل گیا۔ آخر یہ کیسے ممکن ہے"۔ عمران نے پریشان لہجے میں کہا۔

"میں خود بھی نہیں جانتا۔ آدھی رات کے وقت سب سے پہلے کافرستان سے ناٹران کی ہی کال آئی تھی۔ اس کے بعد تو جیسے ہر دوسرے ملک سے مجھے ایجنٹوں کی مسلسل کالیں آنی شروع ہو گئی تھیں جیسے ہمارے ملک کے سیکرٹ ایجنٹوں کے خلاف پوری دنیا نے محاذ بنا لیا ہو اور وہ انہیں یا تو زندہ پکڑنا یا پھر ہلاک کر دینا چاہتے ہوں"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"ان ایجنٹوں کی فائلوں کا پتہ کیا۔ وہ سٹرانگ رومز میں محفوظ ہیں یا نہیں"...... عمران نے پوچھا۔

"میں نے وزارت داخلہ، وزارت خارجہ کے سیکرٹریز سے بات کی تھی اور انہیں فوری طور پر سٹرانگ رومز چیک کرنے کا کہا تھا تاکہ وہ یہ دیکھ سکیں کہ فارن ایجنٹس کی فائلیں محفوظ ہیں یا نہیں۔ وزارت داخلہ کا تو مجھے جواب موصول ہو گیا ہے۔ ان کے سٹرانگ روم میں تمام فائلیں موجود ہیں لیکن ابھی تک وزارت خارجہ کی طرف سے مجھے کوئی جواب نہیں ملا ہے"...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"کیوں۔ سر سلطان نے ابھی تک جواب کیوں نہیں دیا۔

وزارت خارجہ کے سیکرٹری ہونے کی وجہ سے سپیشل سٹرانگ روم کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری ان پر ہی عائد ہوتی ہے۔ انہیں تو فوری طور پر تمہیں جواب دینا چاہئے تھا"...... عمران نے کہا۔

"ہاں۔ میری بات سن کر سر سلطان بے حد پریشان ہو گئے تھے اور وہ بھی صبح سویرے خود سٹرانگ روم چیک کرنے چلے گئے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ وہ جب تک تمام ایجنٹوں کی فائلیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیتے اس وقت تک انہیں سکون نہیں آئے گا۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ انہیں فرداً فرداً ایک ایک ایجنٹ کی فائل چیک کرنے میں وقت لگ رہا ہو"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"کیا بات کر رہے ہو۔ وزارت خارجہ کے سٹرانگ روم میں دنیا بھر کے ایجنٹوں کی الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی فائل ہے جس میں تمام فارن ایجنٹس کی تفصیل موجود ہے کہ وہ کون ہے اور کس ملک میں کس حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ ان کے ایڈریسز اور ان کے فون نمبرز بھی ایک ہی فائل میں درج ہیں۔ اگر وہ فائل سٹرانگ روم میں موجود ہے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں۔ سر سلطان کو بس یہ چیک کرنا ہے کہ اس فائل کی کاپی نہ کی گئی ہو یا اس فائل کی فلم نہ بنا لی گئی ہو۔ فائل میں ایجنٹوں کے بارے میں جو بھی انفارمیشن درج ہیں اسے خصوصی پرنٹر سے بنایا گیا ہے تاکہ اگر اس کی فلم بنائی جائے یا اس کی کاپی کی جائے تو اس کا فوری پتہ چل سکے۔ اگر اس فائل کی کاپی کی گئی ہو گی تو فائل کے تمام پیپرز کی سیاہی کا رنگ

سرخ ہو جانا چاہئے اور اگر اس فائل کی فلم بنائی جائے تو سیاہی کا رنگ زرد ہو جاتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے لیکن یہ معاملہ چونکہ سرسلطان کے ہاتھ میں ہے اس لئے میں ان کے جواب کا ہی منتظر ہوں ورنہ میں خود انہیں کال کر لیتا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''کیوں۔ کیا تم سرسلطان سے ڈرتے ہو''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

''بات ڈرنے کی نہیں۔ ان کی عزت اور ان کے وقار کی ہے۔ ہماری طرح وہ بھی اپنی ذمہ داریاں سمجھتے ہیں اور اگر انہیں مجھے کال کرنے میں دیر لگ رہی ہے تو اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہو گی''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''کیا وجہ ہو گی اور ان کی عزت اور وقار سے زیادہ عزت اور وقار ایکسٹو کا ہے سمجھے تم۔ ایکسٹو کے سامنے سرسلطان تو کیا پاکیشیا کے پریذیڈنٹ اور پرائم منسٹر کو بھی جواب دہ ہونا پڑتا ہے''۔ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ پوری دنیا سے فارن ایجنٹوں کے پکڑے جانے اور ان کی ہلاکت کا سن کر اس کے دماغ میں بھی آندھیاں چلنا شروع ہو گئی تھیں اور وہ بے حد پریشان دکھائی دے رہا تھا۔

''تو کیا میں کروں سرسلطان کو فون''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''تو کیا یہ کسی کاغذ پر لکھ کر دوں''...... عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''سوری''...... عمران کا جھلاہٹ بھرا لہجہ دیکھ کر بلیک زیرو نے کہا اور اس نے سامنے پڑا ہوا ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور اس کا رسیور اٹھانے ہی لگا تھا کہ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ بلیک زیرو کا ہاتھ جہاں تھا وہیں رک گیا اور وہ عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

''میری طرف کیا دیکھ رہے ہو کیا اب رسیور بھی مجھ سے پوچھ کر اٹھاؤ گے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے سر جھٹک کر رسیور اٹھا لیا۔

''ایکسٹو''...... بلیک زیرو نے ایکسٹو کے مخصوص انداز میں کہا۔

''سلطان بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے سرسلطان کی تھکی تھکی اور انتہائی افسردہ سی آواز سنائی دی۔ بلیک زیرو نے رسیور اٹھاتے ہی فون کا لاؤڈر آن کر دیا تھا۔ سرسلطان کی افسردہ آواز سن کر عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''کیا ہوا۔ خیریت تو ہے۔ آپ کے لہجے میں اس قدر افسردگی اور پریشانی کیوں ہے''...... بلیک زیرو نے اپنی اصلی آواز میں کہا۔ سرسلطان کا لہجہ سن کر وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔

''فائل سٹرانگ روم میں نہیں ہے''...... سرسلطان نے اسی انداز میں کہا تو بلیک زیرو کا رنگ فق ہو گیا۔

''اوہ۔ یہ کیسے ہو گیا۔ آپ کے ہوتے ہوئے سٹرانگ روم سے اس قدر اہم اور قیمتی فائل کیسے غائب ہو گئی''...... بلیک زیرو نے تیز لہجے میں کہا۔

"مم مم۔ میں کچھ نہیں جانتا"...... سر سلطان کی تھکی تھکی آواز سنائی دی۔ یہ سن کر عمران ایک جھٹکے سے اٹھا اور بلیک زیرو کے قریب آ کر اس نے بلیک زیرو سے رسیور جھپٹ لیا۔

"کچھ نہیں جانتے سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ سٹرانگ روم کی حفاظت کی ساری ذمہ داری آپ کی تھی۔ پھر فائل کیسے چوری ہو گئی"...... عمران نے بڑے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ عمران بیٹے تم بھی یہیں ہو۔ میں بہت پریشان ہوں عمران بیٹے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ میں کیا کروں"...... سر سلطان نے عمران کی آواز سن کر اور زیادہ پریشانی کے عالم میں کہا۔

"آپ کو کچھ سمجھ میں آئے یا نہ آئے لیکن مجھے بخوبی سمجھ آ رہا ہے سر سلطان صاحب۔ آپ جس سیکشن یا ڈیپارٹمنٹ کی سیکورٹی اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں وہیں کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں سیکرٹ سنٹر سے آپ کے ہی بھتیجے نے پاکیشیا کے اہم ترین سیکرٹس والی ہارڈ ڈرائیو اُڑا لی تھی جو ڈائمنڈ ہارٹ کی شکل میں تھی اور اب اس اسٹرانگ روم سے بھی ایک ایسی فائل چوری کر لی گئی ہے جس میں پاکیشیا کے ان جانثاروں کے راز تھے جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دیارِ غیر میں اپنا فرض انجام دے رہے تھے۔ کیا ہو گیا ہے آپ کو اور آپ کی سیکورٹی کو"...... عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ **اس کے لئے ظہیر احمد کا ایکشن اور سسپنس سے بھرپور ناول "ڈائمنڈ ہارٹ" ضرور پڑھیئے۔**

"میں بوڑھا ہو گیا ہوں اب بیٹا"...... سر سلطان نے کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ اب آپ واقعی بوڑھے ہو گئے ہیں اور میرا آپ کو یہی مشورہ ہو گا کہ آپ ریٹائرمنٹ لیں اور گھر بیٹھ کر اللہ اللہ کریں۔ بہت کر لی آپ نے ملک و قوم کی خدمت۔ اس سے زیادہ آپ کی خدمت کا اب پاکیشیا متحمل نہیں ہو سکے گا"...... عمران نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں واقعی اب اس قابل نہیں رہا کہ مزید ملک و قوم کے لئے کچھ کر سکوں۔ میں آج ہی اپنے عہدے سے ریزائن کر دوں گا"...... سر سلطان نے کہا۔

"یہی بہتر ہو گا آپ کے لئے"...... عمران نے اسی انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ بتائیں کہ اس قدر حفاظتی انتظامات کے باوجود کوئی سٹرانگ روم میں پہنچ کیسے گیا اور اس نے خفیہ لاکر کو کیسے کھول لیا جس میں ٹاپ سیکرٹ فائل موجود تھی"...... عمران نے چند لمحے توقف کے بعد پوچھا۔

"سٹرانگ روم کے تمام لاکس پگھلے ہوئے ہیں اور اس سیف کا ڈور بھی پگھلا ہوا ہے جس میں دنیا بھر کے فارن ایجنٹس کی فائل موجود تھی"...... سر سلطان نے کہا۔

"ہونہہ۔ تو کیا وہاں کسی کی آمد کا کوئی نشان نہیں ملا اور ان سی سی کیمروں کا کیا ہوا جو دن رات اسٹرانگ روم کی نگرانی کے لئے

لگائے گئے تھے“...... عمران نے کہا۔

”میں نے اسی لئے دیر سے فون کیا ہے کہ میں سی سی کیمروں کی فوٹیج دیکھ رہا تھا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ فوٹیج بالکل صاف ہے۔ سٹرانگ روم میں کسی کے داخل ہونے کا کوئی نشان نہیں ہے“...... سرسلطان نے جواب دیا۔

”سی سی کیمروں کے علاوہ بھی تو سیکورٹی انچارج رات تک سٹرانگ روم کے اندر جا کر چیکنگ کرتا ہے۔ اس سے پوچھا آپ نے کہ رات کو اس نے آخری بار سٹرانگ روم میں جا کر کب چیکنگ کی تھی اور اس وقت ڈورز اور لاکرز کی کیا پوزیشن تھی“...... عمران نے پوچھا۔

”میں نے سیکورٹی انچارج سے پوچھا تھا۔ اس نے لاکرز کی چیکنگ کا آخری راؤنڈ رات بارہ بجے لگایا تھا۔ بارہ بجے کے بعد اس نے تمام لاکرز اور ڈورز سیلڈ کر دیئے تھے۔ اس کی ری چیکنگ صبح نو بجے ہونی تھی لیکن اس سے پہلے ہی طاہر کا مجھے فون آ گیا اور مجھے فوری طور پر چیکنگ کے لئے یہاں آنا پڑا“...... سرسلطان نے کہا۔

”آپ کتنے بجے پہنچے تھے یہاں“...... عمران نے پوچھا۔

”صبح پونے نو بجے“...... سرسلطان نے کہا۔

”ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ سٹرانگ روم میں جو بھی آیا تھا اس نے رات بارہ اور صبح کے پونے نو بجے کے درمیان واردات کی

تھی اور وہاں سے فائل نکال کر لے گیا تھا“...... عمران نے کہا۔

”اگر یہاں کوئی آیا ہوتا تو سی سی کیمروں کی فوٹیج میں اس کا کوئی نہ کوئی نشان تو ہوتا میں نے رات بارہ بجے سے لے کر پونے نو بجے تک کی ساری فلم دیکھ لی ہے لیکن اس میں کچھ بھی نہیں ہے“...... سرسلطان نے کہا۔

”تو آپ کا کیا خیال ہے سٹرانگ روم میں کوئی جن یا بھوت آیا تھا جو ڈورز اور لاکرز کے لاک پگھلا کر وہاں سے فائل لے گیا ہے“...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”میں نے ایسا تو نہیں کہا“...... سرسلطان نے عمران کا بگڑا ہوا لہجہ سن کر پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

”باقی لاکرز کی کیا پوزیشن ہے۔ سٹرانگ روم سے اور کیا کچھ غائب کیا گیا ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”سوائے فارن ایجنٹس کی فائل کے باقی سب کچھ محفوظ ہے اور دوسرے کسی لاکر کو چھوا تک نہیں گیا ہے ایسا لگتا ہے کہ وہ جو کوئی بھی تھا اسے صرف اسی فائل کی ہی ضرورت تھی“...... سرسلطان نے کہا۔

”بہرحال جو بھی ہوا ہے بہت غلط ہوا ہے۔ اس فائل کے غائب ہونے سے پاکیشیا کے ان تمام ایجنٹوں کی زندگیاں خطرے میں پڑ گئی ہیں جو دنیا بھر میں ملک وقوم کے لئے اپنی جانیں ہتھیلی پر لئے موجود تھے۔ آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ان میں

سے بہت سے ایجنٹس یا تو ہلاک کر دیئے گئے ہیں یا پھر انہیں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ جن ایجنٹس کو زندہ پکڑا گیا ہے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اب ان کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے اور انہیں کس قدر اذیت ناک موت سے ہمکنار ہونا پڑے گا“...... عمران نے کہا۔

”میں جانتا ہوں اور مجھے اس کا زندگی بھر افسوس بھی رہے گا کہ میری حفاظت میں موجود فائل دشمنوں کے ہاتھ لگ گئی ہے اور میری وجہ سے وہ ناحق بے موت مر رہے ہیں“...... سر سلطان نے افسردگی سے کہا۔

”بہرحال۔ آپ سی سی کیمرے کی فوٹیج مجھے بھجوا دیں۔ ایک نظر میں بھی اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایک چھوٹا سا بھی کلیو مل جائے کہ ٹاپ سیکرٹ فائل کس نے حاصل کی ہے میں اس کے خلاف فوری طور پر ایکشن کروں گا اور اسے زمین کے نیچے سے بھی نکال کر اس کا حشر کر دوں گا جس کی وجہ سے پاکیشیائی ایجنٹ اذیت ناک موت سے ہمکنار ہو رہے ہیں“...... عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں فوٹیج بھیج دیتا ہوں اور پلیز کوشش کرو کہ جلد سے جلد اس فائل کا پتہ چل جائے۔ اگر فائل ہمیں مل جائے تو ہو سکتا ہے کہ ہم بچنے والے افراد کی جانیں بچا سکیں اور انہیں اپنے فرائض سے بھی پیچھے نہ ہٹنا پڑے“...... سر سلطان نے التجائیہ لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ کیا ہو سکتا ہے اور ہاں آپ کو

فوری طور پر اپنے عہدے سے ریزائن کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک یہ مسئلہ سلجھ نہیں جاتا اس وقت تک آپ اپنا کام کرتے رہیں۔ یہ میرا حکم ہے۔ ایکسٹو کا حکم“...... عمران نے کہا۔ آخر الفاظ اس نے ایکسٹو کے مخصوص انداز میں کہے تھے۔

”یس سر۔ ٹھیک ہے سر میں آپ کے حکم تک اپنی ڈیوٹی سر انجام دوں گا اور جب تک، آپ نہیں کہیں گے میں اس وقت تک ریزائن نہیں کروں گا“...... ایکسٹو کا لہجہ سن کر سر سلطان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور عمران نے اوکے کہہ کر رسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

”بڑے سخت لہجے میں آپ نے سر سلطان صاحب سے بات کی ہے۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں کیا تھا آپ نے“...... عمران کو رسیور رکھتے دیکھ کر بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”دنیا میں نکلنے والے ہر دن کا آغاز نئے دن اور نئی باتوں سے ہوتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان کو چلنا پڑتا ہے جو وقت کے ساتھ نہیں چلتا وہ نہ صرف پیچھے رہ جاتا ہے بلکہ نقصان بھی اٹھاتا ہے اور جو وقت گزر جائے وہ واپس نہیں آتا۔ سر سلطان کی جو حالت تھی اگر میں ان سے اس انداز میں بات نہ کرتا تو وہ خود ہی اپنے عہدے سے ریزائن کر دیتے اور ان جیسے نیک اور ایماندار افراد کی پہلے ہی ہمارے ملک میں بے حد کمی ہے۔ میں نے جس انداز میں ان سے بات کی ہے اس سے وہ اور زیادہ ایکٹیو ہو

جائیں گے اور ریزائن نہیں کریں گے“...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ عمران بلاشبہ ماسٹر مائنڈ تھا جس کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی تھی۔ واقعی سر سلطان جس طرح تھکی تھکی آواز میں اور ہارے ہوئے انداز میں بات کر رہے تھے اگر عمران ان سے سخت انداز میں پیش نہ آتا تو وہ یقیناً اپنے عہدے سے خود ہی مستعفی ہو جاتے اسی لئے عمران نے انہیں بطور ایکسٹو اپنے عہدے پر تاحکم ثانی کام کرتے رہنے کا حکم دیا تھا اور سر سلطان بھی ایکسٹو کا کوئی حکم نہیں ٹال سکتے تھے۔

”اگر سی سی کیمروں کی فوٹیج میں کسی کے آنے جانے کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے تو پھر سٹرانگ روم کے ڈورز کے لاک کیسے پگھل گئے اور اس لاکر کا لاک کیسے پگھل گیا جس میں ٹاپ سیکرٹ فائل موجود تھی“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ فائل لے جانے والے نے کوئی نیا اور انوکھا سائنسی سسٹم استعمال کیا ہو کہ اسے سی سی کیمرے کی آنکھ سے نہ دیکھا جا سکتا ہو یا پھر اس نے سی سی کیمروں کو ہیک کر کے انہیں ایک ہی منظر پر فکس کر دیا ہو“...... عمران نے کہا اور واپس اپنی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

”آپ کا مطلب ہے کہ سی سی کیمروں سے سٹرانگ روم کی سادہ فلم بنا کر اسے ہی بار بار چلایا گیا ہو گا تاکہ اگر پھر اس کا دورانیہ چیک کریں تو وقت رکا ہوا نہ ہو اور مجرم آسانی سے سٹرانگ

روم میں جا کر اپنا کام کر سکے اور سی سی کیمروں کی نگرانی کرنے والے سٹرانگ روم کی فلم دیکھ کر مطمئن ہوتے رہیں کہ کیمرے ٹھیک کام کر رہے ہیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”ہاں۔ سائنس جس تیزی سے ترقی کر رہی ہے اس لحاظ سے سی سی کیمروں کو ڈاج دینا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ سی سی کیمروں کو ڈاج دینے کے لئے فلموں میں بھی ایسی بہت سی تکنیک دکھا دی جاتی ہیں جن کا عام طور پر جرائم پیشہ افراد بھی استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں اور سٹرانگ روم سے فارن ایجنٹس کی فائل چوری کرنا یہ کسی عام غنڈے یا بدمعاش کا کام نہیں ہے۔ یہ ضرور کسی دشمن ملک کے فارن ایجنٹ کا کام ہے اور اس کے پاس جدید سائنسی آلات کا ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے“...... عمران نے کہا۔

”لیکن ایسا کون سا فارن ایجنٹ ہو سکتا ہے جسے سٹرانگ روم کا بھی پتہ ہو اور وہ سٹرانگ روم میں داخل ہو کر سیدھا اس لاکر تک بھی پہنچ جائے جہاں دنیا بھر میں موجود ہمارے فارن ایجنٹوں کی فائل موجود تھی“...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے اس بات کا علم ہو جائے تو میں جا کر اس فارن ایجنٹ کی گردن نہ دبوچ لوں“...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”اگر ڈورز اور لاکر کا لاک نہ پگھلا ہوا ہوتا تو میں یہی کہتا کہ اس قدر فول پروف سیکورٹی کے حامل سٹرانگ روم میں کسی انسان کا

داخل ہونا ناممکن تھا البتہ یہ کام کوئی غیرمرئی طاقت ضرور کر سکتی ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہونہہ۔ مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے جیسے یہ کام کسی انسان نے نہیں بلکہ کسی غیرمرئی طاقت نے ہی کیا ہے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''اگر یہ کام کسی غیرمرئی طاقت کا ہے تو پھر ڈورز اور لاکر کے لاک کیسے پگھل گئے''...... بلیک زیرو نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''غیرمرئی طاقتیں کچھ بھی کر سکتی ہیں بلیک زیرو۔ وہ زندہ انسان کو ایک لمحے میں جلا کر بھسم کر سکتی ہیں تو پھر ان کے لئے لاک پگھلانا بھلا کیا مسئلہ ہو سکتا ہے''...... عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

''پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے اس بات کا شک ضرور ہے مگر یقین نہیں کہ یہ کام کسی غیرمرئی طاقت نے کیا ہے۔ ایک منٹ کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ سٹرانگ روم میں کوئی غیرمرئی طاقت داخل ہوئی تھی اور وہ سی سی کیمروں میں دکھائی نہیں دی تھی۔ اس نے سٹرانگ روم کے ڈورز کے لاک پگھلائے اور پھر وہ اس لاکر تک پہنچ گئی جس میں فارن ایجنٹس کی ٹاپ سیکرٹ فائل موجود تھی۔ اس طاقت نے لاکر کا بھی لاک پگھلایا اور لاکر کھول کر وہاں موجود باقی تمام فائلوں کو چھوڑ کر فارن ایجنٹس کے متعلق فائل نکال کر لے گئی۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ کسی غیرمرئی طاقت کو بھلا

ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی تھی۔ اس فائل سے کسی غیرمرئی طاقت کا کیا کام''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''یہ کام غیرمرئی طاقتیں خود نہیں کر سکتیں لیکن کوئی اور تو ان سے یہ کام کرا سکتا ہے جسے اس فائل کی افادیت اور اہمیت کا علم ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ ہاں واقعی ایسا ممکن ہے لیکن کون ہو سکتا ہے وہ جسے فائل کی اہمیت کا پتہ بھی ہو اور اس کے پاس ایسی ساحرانہ طاقتیں بھی ہوں جو اس کا یہ کام آسانی سے کر سکتی ہوں''...... بلیک زیرو نے کہا۔ اس کے لہجے میں بدستور حیرت کا عنصر تھا۔

''اس کے بارے میں ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ غیرمرئی طاقتوں سے فائلیں اور ایسی ہی بہت سی قیمتی معلومات کا پتہ چلانے کے لئے بہت سے دشمن ممالک کے ایجنٹس بھی وچ ڈاکٹروں اور غیرمرئی طاقتوں کے حامل افراد کا استعمال کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کام کسی دشمن ملک کی ایجنسی کا ہو اور اس نے یہ کام کسی وچ ڈاکٹر یا غیرمرئی طاقتوں کے مالک کسی انسان سے یہ کام کرایا ہو''۔ عمران نے کہا۔

''اس طرح تو اس ایجنسی، ایجنٹ اور وچ ڈاکٹر کا واقعی کچھ پتہ نہیں چلے گا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''یہ بتاؤ کہ سب سے پہلے کس ملک کے فارن ایجنٹ کے خلاف کارروائی کی گئی تھی''...... عمران نے کچھ سوچ کر کہا۔

”سب سے پہلے خبر مجھے کافرستان سے ملی تھی۔ ناٹران کی ہی کال آئی تھی کہ اس کے خلاف کارروائی عمل میں لائی گئی ہے اور اس کے کئی ساتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور کئی ساتھیوں کو بلیک اسکائی ایجنسی کے افراد نے پکڑ لیا ہے“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”اس کے بعد دوسری اطلاع تمہیں کس ملک کے ایجنٹ نے دی تھی اور دوسری اطلاع اور ناٹران کی کال کے درمیان کتنی دیر کا وقفہ تھا“......عمران نے پوچھا۔

”دوسری اطلاع اسرائیل سے تھی۔ ابو ناصر نے بتایا تھا کہ اچانک ہی ان کے ہاک سیکشن پر ایجنسیاں جھپٹ پڑی ہیں اور ان کے درمیان زبردست مقابلہ ہو رہا ہے۔ وہاں بھی ابو ناصر کے کئی ساتھی ہلاک و زخمی ہونے کے ساتھ ساتھ زندہ پکڑے گئے تھے۔ ابو ناصر کی کال ناٹران کی کال کے ایک گھنٹے کے بعد آئی تھی۔ پھر مسلسل اطلاعات کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”ہونہہ۔ تو یہ سلسلہ سب سے پہلے کافرستان سے شروع ہوا تھا“......عمران نے کہا۔

”جی ہاں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”تو پھر یہ طے ہے کہ سٹرانگ روم سے فائل کافرستانی ایجنٹوں کی ایماء پر ہی حاصل کی گئی ہے اور اگر ناٹران اور اس کے ساتھیوں کے خلاف کارروائی بلیک اسکائی نے کی ہے تو پھر فائل کے حصول

میں بھی بلیک اسکائی کا ہی ہاتھ ہو سکتا ہے“......عمران نے سوچتے ہوئے انداز میں کہا۔

”یہ آپ کا اندازہ ہے یا یہ بات آپ پورے یقین سے کہہ رہے ہیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”فی الحال تو اندازہ ہی ہے لیکن جو حالات ظاہر ہو رہے ہیں یہ بات یقین میں بھی بدل سکتی ہے“......عمران نے کہا۔

”اس بات کا پتہ کیسے لگائیں گے کہ اس سیٹ اپ میں واقعی بلیک اسکائی کا ہاتھ ہے یا نہیں“...... بلیک زیرو نے کہا۔

”بغیر ہاتھ پاؤں مارے کوئی بھی کام ممکن نہیں ہوتا۔ میرا ذہن اس وقت سٹرانگ روم میں ہی الجھا ہوا ہے اور مجھے اب بھی یہی لگ رہا ہے کہ اس واردات میں کسی انسان کا نہیں بلکہ کسی غیرمرئی طاقت کا ہی عمل دخل ہے“......عمران نے کہا۔

”آپ تو ضرورت سے زیادہ اس بات پر یقین کر رہے ہیں کہ فائل کی چوری میں کسی غیرمرئی طاقت کا ہاتھ ہے“...... بلیک زیرو نے کہا۔ وہ اس بات سے حیران تھا کہ عمران ایسی باتوں پر مشکل سے ہی یقین کرتا تھا اور اس وقت ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے سوائے غیرمرئی طاقتوں کے اور کچھ سجھائی ہی نہ دے رہا ہو اور اسے یقین ہو کہ سٹرانگ روم سے فائل کسی غیرمرئی طاقت نے ہی چوری کی ہے۔

”میں خود بھی نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہے لیکن میرا ذہن بار بار

غیر مرئی طاقت کی طرف ہی جا رہا ہے"...... عمران نے جواب دیا تو بلیک زیرو ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو بلیک زیرو نے ہاتھ بڑھا کر فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"ایکسٹو"...... بلیک زیرو نے ایکسٹو کے مخصوص انداز میں کہا۔

"سلیمان بول رہا ہوں۔ صاحب ہیں تو میری ان سے بات کرائیں"...... دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سنائی دی۔

"ایک منٹ"...... بلیک زیرو نے کہا اور اس نے رسیور کان سے ہٹا کر عمران کی جانب بڑھا دیا۔

"سلیمان کی کال ہے وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے"۔ بلیک زیرو نے کہا تو عمران چونکا اور پھر اس نے اثبات میں سر ہلا کر اس سے رسیور لے لیا۔

"ہاں کہو کیا بات ہے"...... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا آپ تھوڑی دیر کے لئے فلیٹ میں آ سکتے ہیں"۔ دوسری طرف سے سلیمان نے بھی سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"کیوں خیریت"...... عمران نے اس کا سنجیدہ لہجہ سن کر قدرے حیران ہو کر کہا۔

"سوپر فیاض اور ان کی اہلیہ یہاں موجود ہیں۔ ان کی اہلیہ آپ سے خصوصی طور پر ملنا چاہتی ہیں"...... سلیمان نے کہا تو عمران کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

"سوپر فیاض اور اس کی بیگم۔ تمہارا مطلب ہے کہ سلمٰی

بھابھی"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ میں انہی کی بات کر رہا ہوں"...... سلیمان نے جواب دیا شاید سوپر فیاض یا سلمٰی بیگم اس کے پاس ہی تھے اس لئے سلیمان ان کے سامنے الٹی سیدھی بات کرنے سے اجتناب کر رہا تھا۔

"لاؤ مجھے دو فون۔ میں عمران بھائی سے بات کرتی ہوں"۔ اسی لمحے رسیور سے سلمٰی بیگم کی آواز سنائی دی پھر جیسے کسی نے سلیمان سے رسیور چھین لیا۔

"ہیلو عمران بھائی۔ میں آپ کی بھابھی سلمٰی بول رہی ہوں۔ کہاں ہیں آپ"...... دوسری طرف سے سوپر فیاض کی بیگم سلمٰی کی آواز سنائی دی۔ سلمٰی بیگم کی آواز میں بے حد خوف اور تھرتھراہٹ کی آمیزش تھی اور وہ اس انداز میں بات کر رہی تھی جیسے ابھی رو پڑے گی۔

"خیریت تو ہے بھابھی۔ آپ اس قدر پریشان اور گھبرائی ہوئی کیوں ہیں اور سوپر فیاض کہاں ہے"...... عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"انہیں بچا لو عمران بھائی۔ اللہ کے واسطے انہیں بچا لو۔ ان کی حالت بہت خراب ہے۔ بہت زیادہ خراب"...... سلمٰی بیگم سے رہا نہ گیا تو وہ آخر کار پھٹ پڑیں اور انہوں نے یہ سب کہہ کر زور زور سے رونا شروع کر دیا۔

"ارے ارے۔ کیا ہوا ہے سوپر فیاض کو۔ آپ رو کیوں رہی ہیں"...... عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"فیاض صاحب کی حالت بے حد خراب ہے صاحب۔ آپ فوراً یہاں آ جائیں۔ میں نے فیاض صاحب کو بڑی مشکل سے پکڑ کر باندھا ہے ورنہ وہ اپنے ہاتھوں اپنی جان کے دشمن بنے ہوئے ہیں"...... سلیمان نے بجھے تلے لہجے میں کہا جیسے وہ سلمیٰ بھابھی کی موجودگی میں عمران سے یہ کہنے سے گریز کر رہا ہو کہ سوپر فیاض پاگل ہو گیا ہے۔

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے رسیور کریڈل پر رکھا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا۔ خیریت تو ہے"...... بلیک زیرو نے کہا۔ عمران نے چونکہ فون کا لاؤڈر آن نہیں کیا تھا اس لئے وہ سلیمان اور عمران کی باتیں نہیں سن سکا تھا۔

"سلمیٰ بھابھی اور سوپر فیاض میرے فلیٹ میں موجود ہیں اور سلیمان کے کہنے کے مطابق سوپر فیاض پاگل ہو گیا ہے اور وہ اپنی جان کے درپے ہو رہا ہے۔ سلیمان نے اسے باندھ رکھا ہے تاکہ وہ خود کو نقصان نہ پہنچا سکے"...... عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ کیسے ہو گیا۔ کیا ہوا ہے سوپر فیاض کو"...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کا پتہ تو فلیٹ پر جا کر ہی چلے گا۔ بہرحال سر سلطان

تمہیں سٹرانگ روم کی فوٹیج بھجوا رہے ہیں تم ان کا بغور جائزہ لینا اور اگر کوئی کام کی بات معلوم ہو تو مجھے مطلع کر دینا تب تک میں دیکھتا ہوں کہ سوپر فیاض کو کیا ہوا ہے اور اسے کس مخلوق نے کاٹ لیا ہے کہ وہ پاگل ہو گیا ہے"...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے اسے چند مزید ہدایات دیں اور پھر وہ آپریشن روم سے نکلتا چلا گیا۔

سوپر فیاض کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ وہ مارے خوف کے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس نے بچے کی آنکھیں کھلتے دیکھی تھیں اور اس بچے کی خوفناک آنکھیں دیکھ کر وہ اس قدر ڈر گیا تھا کہ اس نے بچے کو پوری قوت سے زمین پر پھینک دیا تھا اور ڈرے ڈرے انداز میں کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ بچے کی دونوں آنکھوں میں پتلیوں کی بجائے ایک ایک سرخ رنگ کی افقی لکیر تھی۔

اس نے جس بچے کو زمین پر پھینکا تھا وہ زمین پر گر کر یوں اچھل رہا تھا جیسے اس کا جسم ربڑ کا بنا ہوا ہو۔ چند لمحے تک وہ اسی طرح اچھلتا رہا پھر ایک جگہ رک گیا اور یہ دیکھ کر سوپر فیاض کی آنکھیں اور زیادہ پھیل گئیں کہ بچہ سفید کپڑے سے رینگتے ہوئے انداز میں نکل کر باہر آ رہا تھا۔ کپڑے سے نکلتے ہی وہ سڑک پر عام بچوں کی طرح بیٹھ گیا تھا۔ اس کے جسم پر سفید رنگ کا ایک لنگوٹ دکھائی دے رہا تھا اور وہ گول گول اور سرخ لکیروں والی

خوفناک آنکھوں سے سوپر فیاض کی طرف دیکھتے ہوئے منہ میں انگوٹھا ڈال کر چوسنا شروع ہو گیا تھا۔ چند لمحے بچہ منہ میں انگوٹھا ڈال کر چوستا رہا پھر اس نے انگوٹھا منہ سے نکالا اور عام بچوں کی طرح ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا سوپر فیاض کی طرف بڑھنے لگا۔

بچے کو اپنی طرف آتا دیکھ کر سوپر فیاض کی تو جیسے جان ہی نکل گئی۔ وہ خوف بھرے انداز میں پیچھے ہٹنے لگا۔ بچہ اسے پیچھے ہٹتا دیکھ کر ایک بار پھر بیٹھ گیا اور اس نے دونوں بازو آگے کر کے یوں ہاتھ ہلانے شروع کر دیئے جیسے وہ سوپر فیاض سے کہہ رہا ہو کہ وہ اسے اپنی گود میں اٹھا لے۔

”نن نن۔ نہیں نہیں۔ میں تمہیں نہیں اٹھاؤں گا۔ تت۔ تت۔ تم تم“...... سوپر فیاض نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔ بچہ چند لمحے اسے اشارے کرتا رہا پھر اس نے اچانک چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا۔ اس کے رونے کا انداز عام بچوں جیسا ہی تھا۔ وہ بلک بلک کر رو رہا تھا۔ روتے روتے وہ سوپر فیاض کی طرف دیکھتا پھر وہ گھٹنوں کے بل چل کر اس کی طرف آتا۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر سوپر فیاض بوکھلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ جاتا اور سوپر فیاض کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر بچہ پھر سڑک پر بیٹھ کر زور زور سے رونا شروع کر دیتا۔

”مجھے یہاں سے بھاگ جانا چاہئے ورنہ یہ بچہ میری جان لے لے گا۔ یہ انسانی بچہ نہیں ہو سکتا۔ مجھے اس سے دور رہنا چاہئے ہر

حال میں۔ مم مم۔ میں''...... سوپر فیاض نے خوف بھرے لہجے میں
کہا۔ اسی لمحے اس نے بچے کو اچانک اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑا
ہوتے دیکھا۔ نومولود بچہ جو دیکھنے میں چند روز کا دکھائی دے رہا تھا
اسے گھٹنوں کے بل چلتے دیکھ کر سوپر فیاض پہلے ہی خوف زدہ ہو رہا
تھا اور اب جب بچہ اچانک اٹھ کر اپنی ننھی ننھی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا
تو سوپر فیاض کی آنکھیں پھٹ سی گئیں۔

''غوں۔ غوں''...... بچے نے اپنی ننھی ننھی ٹانگوں پر چلتے
ہوئے سوپر فیاض کی طرف ہاتھ اٹھا کر ایک بار پھر اسے اپنی طرف
آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض بھڑک اٹھا۔ وہ تیزی
سے مڑا اور اس نے سامنے کی جانب دوڑنا شروع کر دیا۔ اسے
دوڑتا دیکھ کر بچہ ایک بار پھر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع ہو گیا۔
سوپر فیاض کا دہشت سے برا حال ہو رہا تھا۔ اس نے دوڑتے
دوڑتے پلٹ کر دیکھا تو یہ دیکھ کر اس کے اور زیادہ اوسان خطا ہو
گئے کہ روتا ہوا بچہ تیزی سے دوڑتا ہوا اس کے پیچھے آ رہا تھا اور یہ
دیکھ کر سوپر فیاض کا خوف سے اور زیادہ برا حال ہوتا جا رہا تھا کہ
جیسے جیسے بچہ دوڑتا ہوا اس کے پیچھے آ رہا تھا اس کی ٹانگیں لمبی ہوتی
جا رہی تھیں اور وہ کئی فٹ بلند ہو گیا تھا۔

''نہیں نہیں۔ میرے پیچھے مت آؤ۔ جاؤ۔ واپس جاؤ۔ پیچھے
جاؤ''...... سوپر فیاض نے چیختے ہوئے کہا اور اس نے اپنی رفتار اور
زیادہ بڑھا دی وہ سرپٹ بھاگنے لگا۔ اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ اس

وقت اگر وہ کسی اولمپک گیم میں حصہ لے رہا ہوتا تو شاید وہ باقی
سب اتھلیٹکس کو پیچھے چھوڑ گیا ہوتا۔ اس کی رفتار سے زیادہ تیز
رفتار بچے کی تھی جس کی ٹانگیں اتنی لمبی ہو گئی تھیں کہ وہ سوپر فیاض
سے کہیں بلند ہو گیا تھا اور اس کی ٹانگیں لمبی ہونے کی وجہ سے اس
کی رفتار بھی زیادہ ہو گئی تھی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بجلی کی سی
تیزی سے دوڑتا ہوا سوپر فیاض سے آگے نکلتا چلا گیا۔

بچے کی پتلی پتلی اور لمبی ٹانگیں دیکھ کر سوپر فیاض کو غش پر غش آ
رہا تھا لیکن وہ اس سے بچنے کے لئے دوڑا چلا جا رہا تھا۔ جب اس
نے بچے کو دوڑ کر آگے نکلتا دیکھا تو وہ واپس پلٹا اور اس نے پھر
اسی طرف دوڑنا شروع کر دیا جس طرف سے وہ آیا تھا۔ بچے نے
اسے واپس جاتے دیکھا تو وہ بھی پلٹ کر اس کے پیچھے بھاگا۔

''بچاؤ۔ بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ ورنہ یہ بچہ مجھے مار دے گا۔ کوئی
ہے۔ کوئی ہے''...... بچے کو اپنے پیچھے آتے دیکھ کر سوپر فیاض نے
دوڑتے دوڑتے خوف سے بری طرح سے چیخنا شروع کر دیا لیکن
اس کی چیخیں سننے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

بچہ چند ہی لمحوں میں دوڑتا ہوا سوپر فیاض کے نزدیک پہنچ گیا
اور پھر اس نے دوڑتے دوڑتے اچانک سوپر فیاض کی ٹانگوں پر اپنی
پتلی سی ٹانگ ماری تو سوپر فیاض کو ایک زور دار جھٹکا لگا وہ آگے کی
طرف اچھلا اور منہ کے بل زمین پر گرتا چلا گیا۔ زمین پر گرتے
ہوئے اس نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ آگے کر دیئے تھے ورنہ اس کا

منہ زمین سے ٹکرا جاتا اور اس کے چہرے کا بھرتہ بن جاتا۔ زمین
پر گرتے ہی وہ بری طرح سے چیختا ہوا دور تک لڑکھڑاتا چلا گیا۔
کچھ دور جا کر اس نے خود کو سنبھالا اور فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس
کی نظریں فوراً اس طرف گئیں جس طرف سے بچہ اس کی طرف
بھاگا آ رہا تھا اور یہ دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر حیرت
لہرا اٹھی کہ بچہ اب وہاں نہیں تھا۔

سوپر فیاض پاگلوں کی طرح ناچتے ہوئے گھوم گھوم کر چاروں
طرف دیکھنے لگا لیکن واقعی وہاں بچہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"یہ۔ یہ۔ یہ بچہ کہاں گیا"...... سوپر فیاض نے بوکھلائے ہوئے
لہجے میں کہا۔ وہ ایک ہی جگہ گھوم گھوم کر بچے کو تلاش کر رہا تھا لیکن
اسے بچہ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسی لمحے اسے غوں غوں کی
آواز سنائی دی تو اس نے چونک کر اپنے پیروں کے پاس دیکھا اور
پھر وہ یکلخت چیختا ہوا اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ بچہ ایک بار پھر چھوٹا
ہو گیا تھا اور اس کے پیروں کے پاس بیٹھا منہ میں انگوٹھا ڈالے
غوں غوں کر رہا تھا اور ایک ہاتھ سے وہ سوپر فیاض کی پتلون پکڑ کر
کھینچ رہا تھا۔

"تت تت۔ تم۔ کون ہو تم"...... سوپر فیاض نے لرزتی ہوئی
آواز میں کہا۔ بچے نے منہ سے انگوٹھا نکال لیا اور اس کی طرف
دیکھ کر مسکرانے لگا۔

"تمہارا بیٹا"...... بچے کے منہ سے نکلا اور اتنے چھوٹے بچے کو

بولتے دیکھ کر سوپر فیاض چکرا کر رہ گیا۔

"مم مم۔ میرا بیٹا"...... سوپر فیاض نے ہکلا کر کہا۔

"ہاں۔ آؤ پاپا۔ مجھے اپنی گود میں اٹھاؤ"...... بچے نے کہا اور
دونوں بازو پھیلا کر ہاتھوں سے اشارے کرنے لگا۔

"نن نن۔ نہیں نہیں۔ تم میرے بیٹے نہیں ہو۔ دور رہو مجھ سے۔
خبردار اگر تم میرے نزدیک آئے تو میں تمہیں جان سے مار دوں
گا"...... سوپر فیاض نے کہا تو بچہ اس کی بات سن کر قلقاریاں مار کر
ہنسنے لگا۔ وہ ہنستے ہوئے ایک بار پھر ہاتھ زمین پر رکھ کر بیٹھ گیا اور
اس نے گھٹنوں کے بل سوپر فیاض کی طرف بڑھنا شروع کیا۔

"مت آؤ میرے نزدیک۔ میں کہتا ہوں رک جاؤ۔ رک
جاؤ"...... سوپر فیاض نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا لیکن بچہ نہ رکا اسے
اپنی طرف مسلسل بڑھتے دیکھ کر سوپر فیاض نے ایک بار پھر سڑک پر
دوڑ لگا دی۔ اسے دوڑتا دیکھ کر بچہ رک گیا۔ وہ چند لمحے سوپر فیاض
کو دوڑتا ہوا دیکھتا رہا پھر وہ اپنے ہاتھوں کے زور پر اپنی ٹانگوں پر
اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے گول گول آنکھوں سے سوپر فیاض کی
طرف دیکھا اور پھر اس نے اپنے دونوں بازو دوڑتے ہوئے سوپر
فیاض کی طرف کر دیئے۔ اچانک اس کے دونوں بازو تیزی سے
لمبے ہونا شروع ہو گئے۔ سوپر فیاض نے دوڑتے دوڑتے پلٹ کر
اس کی طرف دیکھا اور جب اس نے بچے کے لمبے ہوتے ہوئے
بازو اپنی طرف آتے دیکھے تو وہ خوف سے بری طرح سے چیخنے

لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بچے کے پتلے پتلے بازو اس کے قریب پہنچ گئے۔ سوپر فیاض نے اچھل اچھل کر خود کو بچے کے بازوؤں سے بچانا چاہا لیکن اسی لمحے بچے نے جھپٹ کر اسے دونوں پہلوؤں سے پکڑا اور دوسرے لمحے سوپر فیاض بچے کے ہاتھوں میں بری طرح سے ہاتھ پاؤں مارتا اور چیختا ہوا ہوا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ بچے نے اسے پکڑ کر تیزی سے ہاتھ سمیٹنے شروع کر دیئے تھے۔ کچھ ہی دیر میں بچے کے ہاتھوں میں تڑپتا اور چیختا ہوا سوپر فیاض، بچے کے نزدیک پہنچ گیا اور اپنے نزدیک لاتے ہی بچے نے سوپر فیاض کو ایک جھٹکے سے اس کی ٹانگوں پر زمین پر کھڑا کر دیا۔

''میری طرف پلٹو''...... بچے نے سوپر فیاض کو چھوڑ کر کہا تو سوپر فیاض بوکھلا کر اس کی طرف مڑا اور مڑتے ہی اس کی نظریں بچے پر پڑیں تو وہ غش کھا گیا۔ بچہ اس بار اس کے قد کے برابر ہو چکا تھا اور اس کا سر گول اور پہلے سے کافی بڑا ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں اور زیادہ گول اور خوفناک ہو گئی تھیں اور سب سے انوکھی بات یہ ہوئی تھی کہ بچے کا رنگ یکلخت سرخ ہو گیا تھا جیسے وہ ابھی ابھی خون سے بھرے ہوئے تالاب سے نہا کر نکلا ہو۔ بچے کو اس طرح رنگ بدلتے دیکھ سوپر فیاض کی ہمت جیسے جواب دے گئی وہ لہراتا ہوا گرتا چلا گیا۔

جب سوپر فیاض کی آنکھیں کھلیں تو اس نے خود کو ویران اور بیابان جنگل کی بجائے اپنے فلیٹ کے بیڈ روم میں اپنے بیڈ پر پایا۔

خود کو اپنے کمرے اور بیڈ پر دیکھ کر سوپر فیاض یکلخت اٹھ کر بیٹھ گیا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

''یہ۔ یہ۔ یہ میں یہاں کیسے پہنچ گیا۔ میں تو......'' سوپر فیاض نے بری طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ تو کیا وہ سب خواب تھا''......سوپر فیاض نے کہا۔ خواب کا احساس ہوتے ہی اس کے چہرے پر سکون سا آ گیا۔

''اللہ کا شکر ہے کہ میں محض ایک ڈراؤنا خواب دیکھ رہا تھا ورنہ مجھے تو ایسا لگ رہا تھا کہ وہ کسی چڑیل کا بچہ ہے جو مجھے دوڑا دوڑا کر مارنا چاہتا ہے اور وہ میرا خون پی کر میری لاش کے ٹکڑے کر کے کھا ہی جائے گا''......سوپر فیاض نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ وہ خواب یاد آتے ہی وہ یکبارگی پھریری سی لے کر رہ گیا۔ اس نے سر جھٹکا اور فوراً اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''فضلو۔ فضلو بابا''...... سوپر فیاض نے بیڈ سے اتر کر نیچے پڑے ہوئے جوتے پہنتے ہوئے زور زور سے اپنے ذاتی ملازم کو آوازیں دینی شروع کر دیں۔ اسی لمحے باہر سے اسے کسی کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر کمرے کا دروازہ کھلا اور وہاں ایک بوڑھا ملازم دکھائی دیا۔

''ارے صاحب۔ آپ۔ آپ کب واپس آئے''...... بوڑھے ملازم نے حیرت بھرے لہجے میں کہا جیسے سوپر فیاض کو بیڈ روم میں دیکھ کر اسے شدید حیرت ہو رہی ہو۔

"کب واپس آیا ہوں۔ کیا مطلب۔ میں کہاں گیا تھا جو واپس آیا ہوں"...... سوپر فیاض نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"وہ صاحب آپ کل بیگم صاحبہ کے ساتھ ان کے کسی عزیز کی وفات پر کمال پور گئے تھے نا۔ رات تک تو آپ کی واپسی نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی باہر پورچ میں آپ کی کار موجود ہے۔ میں یہاں سے گزر رہا تھا کہ آپ کی آواز سن کر میں حیران رہ گیا کہ آپ تو یہاں نہیں ہیں پھر کمرے سے آپ کی آواز کیسے سنائی دے رہی ہے"...... بوڑھے ملازم فضلو بابا نے کہا تو سوپر فیاض ایک جھٹکا سا کھا کر رہ گیا۔

"کک کک۔ کمال پور۔ کیا میں واقعی بیگم کے ساتھ کمال پور گیا تھا"...... سوپر فیاض نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں صاحب۔ کل صبح ہی تو آپ گئے تھے اور....." فضلو بابا نے کہا۔

"ایک منٹ۔ یہ بتاؤ کہ کیا واقعی بیگم صاحبہ یہاں نہیں ہیں"۔ سوپر فیاض نے اسے بولنے سے روکتے ہوئے کہا۔

"نہیں صاحب۔ وہ بھی تو آپ کے ساتھ ہی گئی تھیں"۔ فضلو بابا نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"اور میری کار واقعی پورچ میں نہیں ہے"...... سوپر فیاض نے اسی طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"نہیں صاحب۔ میں اسی طرف سے آ رہا ہوں۔ اگر آپ کی کار وہاں ہوتی تو آپ کو یہاں دیکھ کر مجھے اس قدر حیرت نہ ہوتی"...... فضلو بابا نے جواب دیا۔

"اگر میری کار پورچ میں نہیں ہے تو کہاں ہے اور میں بغیر کار کے یہاں کیسے آ گیا"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم صاحب"...... فضلو بابا نے کہا۔

"جاؤ باہر جا کر دیکھو۔ ہوسکتا ہے کہ میں نے واپسی پر کار باہر ہی کہیں کھڑی کر دی ہو اور نیند کے خمار میں اندر آ کر یہاں سو گیا ہوں"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"نہیں صاحب۔ میں کچھ ہی دیر پہلے باہر سے ہو کر آیا ہوں۔ میں ناشتہ لینے گیا تھا۔ باہر بھی آپ کی کار موجود نہیں ہے"...... فضلو بابا نے کہا تو سوپر فیاض نے بے اختیار اپنا سر پکڑ لیا۔ اس نے اپنے لباس کی طرف دیکھا تو یہ دیکھ کر اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے کہ اس کے جسم پر وہی لباس تھا جسے پہن کر وہ اپنی سلمیٰ بیگم کے ہمراہ کمال پور گیا تھا۔

"میرا لباس بھی وہی ہے۔ اگر یہ سب سچ تھا تو پھر میری کار کہاں گئی"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"میں آپ کی تسلی کے لئے ایک بار پھر باہر جا کر دیکھ آتا ہوں۔ تب تک آپ غسل کر لیں پھر میں آپ کے لئے ناشتہ بنا کر لے آتا ہوں"...... فضلو بابا نے کہا تو سوپر فیاض چونک کر اس کی

طرف دیکھنے لگا۔

''ہاں ٹھیک ہے جاؤ تم''......سوپر فیاض نے سر ہلا کر کہا تو فضلو بابا مڑ کر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

''تو کیا وہ خواب نہیں تھا۔ وہ سب حقیقت تھی۔ میں کمال پور بھی گیا تھا اور واپسی پر میرے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ سب سچ تھا۔ اگر وہ سب سچ تھا تو پھر میں اپنی رہائش گاہ اور اپنے بیڈ روم میں کیسے پہنچ گیا''...... سوپر فیاض نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ اس کے چہرے پر ایک بار پھر خوف کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

''سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ سب تھا کیا اور وہ بچہ کون تھا جو آسیب بن کر میرے پیچھے پڑ گیا تھا''......سوپر فیاض نے کہا۔ چند لمحے وہ سوچتا رہا پھر اس نے سر جھٹکا اور کمرے سے نکل کر غسل خانے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے غسل خانے کا دروازہ کھولا اور اپنا قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ اچانک وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں پیچھے ہٹ گیا اور اس کی نظریں غسل خانے کے فرش پر جم گئیں۔ غسل خانے کا فرش غائب تھا اور وہاں ایک بڑا اور انتہائی تاریک گڑھا بنا ہوا تھا۔

''یہ۔ یہ۔ یہ واش روم کا فرش کہاں غائب ہو گیا''...... سوپر فیاض نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور اس نے فوراً واش روم کا دروازہ بند کر دیا۔ جیسے ہی اس نے دروازہ بند کیا اسی لمحے ایک زور دار دھماکہ ہوا اور اس کے سامنے دروازہ ٹوٹ کر یوں بکھرتا چلا گیا

جیسے وہ ٹھوس لکڑی کی بجائے پاپڑ کی طرح خستہ ہو۔ سوپر فیاض اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی نظریں ایک بار پھر واش روم کے فرش پر پڑیں تو یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں پھیل گئیں کہ اب وہاں کوئی گڑھا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہاں فرش موجود تھا۔ سوپر فیاض نے بے اختیار اپنی آنکھیں ملنا شروع کر دیں۔

''یہ ہو کیا رہا ہے۔ کبھی فرش غائب ہو جاتا ہے اور کبھی حاضر اور یہ دروازہ۔ یہ اس طرح سے ٹوٹ کر کیسے بکھر سکتا ہے''......سوپر فیاض نے ہکلاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ایک منٹ رک کر اس نے ڈرتے ڈرتے پھر واش روم کی طرف قدم بڑھائے اور پھر جیسے ہی اس نے واش روم کے فرش پر قدم رکھنے چاہے اسی لمحے واش روم کا فرش ایک بار پھر غائب ہو گیا اور فرش غائب ہوتے دیکھ کر سوپر فیاض چیختا ہوا پیچھے ہٹتا چلا گیا اور یوں ہانپنا شروع ہو گیا جیسے وہ میلوں دوڑ لگا کر آیا ہو۔

''صاحب''...... اچانک اسے عقب سے فضلو بابا کی آواز سنائی دی۔ سوپر فیاض تیزی سے پلٹا۔ دروازے سے فضلو بابا داخل ہو رہا تھا۔ فضلو بابا نے جیسے ہی سوپر فیاض کی طرف دیکھا اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں فوراً اپنا منہ دوسری طرف موڑ لیا۔

''معاف کیجئے گا صاحب۔ وہ میں آپ کو یہ بتانے آیا تھا کہ باہر بھی آپ کی کار موجود نہیں ہے''...... فضلو بابا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ہونہہ۔ تو یہ بتانے کے لئے تم نے اپنا منہ دوسری طرف کیوں کر لیا ہے۔ میں تمہیں بے لباس دکھائی دے رہا ہوں کیا"۔ سوپر فیاض نے اسے منہ دوسری طرف کرتے دیکھ کر کہا اور پھر اس نے اپنے لباس کی طرف دیکھا تو وہ یوں اچھلا جیسے اچانک اس کے پیروں پر کسی انتہائی زہریلے ناگ نے ڈس لیا ہو۔ اس کے جسم سے واقعی اس کا لباس غائب تھا۔ اس کے نچلے حصے پر صرف ایک جانگیہ موجود تھا۔ اپنے جسم سے لباس غائب دیکھ کر سوپر فیاض بے اختیار سمٹ کر رہ گیا۔

"ٹھٹھ۔ ٹھٹھ۔ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ باہر جاؤ۔ جلدی"...... سوپر فیاض نے کہا تو فضلو بابا نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ تیزی سے دروازے سے نکل گیا۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

"مم مم۔ میرا لباس کہاں گیا"...... سوپر فیاض نے خوف بھرے لہجے میں کہا۔ اس کی نظریں اپنے بیڈ پر پڑیں تو وہ بے اختیار چیختا ہوا پیچھے ہٹا اور اچھل کر واش روم کے فرش پر جا گرا۔ اس کے بیڈ پر وہی بچہ بڑے آرام سے بیٹھا منہ میں انگوٹھا ڈالے اسے چوستا ہوا بڑی بڑی اور گول گول آنکھوں سے سوپر فیاض کو دیکھ رہا تھا جو اسے جنگل میں ملا تھا۔

خود کو واش روم میں گرتے دیکھ کر سوپر فیاض اور زیادہ ڈر گیا اس نے پلٹ کر دیکھا اور وہاں فرش موجود پا کر اسے سکون آ گیا۔

وہ فوراً اٹھا اور واش روم کی دیوار کی سائیڈ میں ہو کر بیڈ پر بیٹھے ہوئے بچے کی طرف دیکھنے لگا۔

"تت تت۔ تم یہاں بھی آ گئے"...... سوپر فیاض نے بری طرح سے ہکلاتے ہوئے کہا تو بچے نے منہ سے انگوٹھا نکال لیا۔

"ہاں۔ تم ہی تو مجھے یہاں لائے ہو"...... بچے نے انسانی آواز میں کہا تو سوپر فیاض خوف سے حلق میں تھوک نگل کر رہ گیا۔

"مم مم۔ میں۔ تمہیں یہاں میں لایا ہوں"...... سوپر فیاض نے اسی طرح ہکلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تم مجھے اپنی گود میں اٹھا کر لائے ہو پاپا"...... بچے نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"پاپا۔ میں تمہارا پاپا نہیں ہوں نانسنس"...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم مجھے لائے ہو تو اب تم ہی میرے پاپا ہو پاپا"...... بچے نے اسی انداز میں کہا تو سوپر فیاض کا دل چاہا کہ وہ آگے بڑھ کر اس عجیب و غریب مخلوق کا گلا ہی گھونٹ دے۔

"شٹ اپ یو نانسنس۔ اب اگر تم نے مجھے پاپا کہا تو میں تمہیں شوٹ کر دوں گا"...... سوپر فیاض نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

"اگر تمہیں میرا پاپا کہنا پسند نہیں ہے تو میں تمہیں ڈیڈی، ڈیڈا یا پھر ڈیڈو کہہ لیا کروں گا"...... بچے نے بڑی معصومیت سے کہا اور سوپر فیاض غصے سے بل کھا کر رہ گیا۔

"تم ہو کون اور میرے ساتھ یہ سب کیوں کر رہے ہو"۔ سو
فیاض نے اپنی ہمت مجتمع کرتے ہوئے پوچھا۔
"میں تمہارا بیٹا ہوں ڈیڈا اور میں نے کیا کیا ہے۔ میں
تمہارے ساتھ رہنے آیا ہوں۔ تم خود ہی الٹی سیدھی حرکتیں کر رہے
ہو"...... بچے نے اسی انداز میں کہا۔
"میں ڈیڈا نہیں ہوں۔ سمجھے تم"...... سوپر فیاض نے چیخ کر کہا
"اوکے ڈیڈو"...... بچے نے کہا۔
"کیا تم انسانی بچے ہو"...... سوپر فیاض نے کہا۔
"اگر تم خود کو انسان نہیں گدھا سمجھتے ہو تو پھر میں بھی گدھے
ہی بچہ ہوں"...... بچے نے کہا تو سوپر فیاض تلملا کر رہ گیا۔
"تمہارا نام کیا ہے"...... سوپر فیاض نے اسے غصیلی نظروں سے
گھورتے ہوئے کہا۔
"کیسے ڈیڈو ہو تم۔ تمہیں اپنے بیٹے کا نام بھی نہیں پتہ۔ چلو کو
بات نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جنگل میں خوف سے بے ہوش ہونے
وجہ سے تمہاری یادداشت کمزور پڑ گئی ہو اور تم میرا نام بھول گئے
ہو۔ بہرحال میرا نام پٹونگا ہے"...... بچے نے کہا۔
"پٹونگا۔ یہ کیسا نام ہے"...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔
"جیسا بھی ہے تم نے ہی رکھا ہے۔ اگر تمہیں یہ نام پسند نہیں تو
تم میرا کوئی نیا نام رکھ دو۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا"۔
بچے نے کہا۔

"شٹ اپ۔ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ تم یہاں سے
دفع ہو جاؤ۔ ورنہ میں ملازموں کو بلا کر تمہیں ان سے اٹھوا کر باہر
پھنکوا دوں گا"...... سوپر فیاض نے کہا۔
"اپنی اولاد کو ملازموں سے اٹھوا کر باہر پھینکتے ہوئے تمہیں شرم
نہیں آئے گی۔ واہ ڈیڈو۔ بڑے بے شرم ہو"...... بچے نے کہا اور
اچھل کر بیڈ سے نیچے آ گیا اور اپنی پتلی پتلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا
اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا سوپر فیاض کی طرف بڑھا۔
"رک جاؤ۔ وہیں رک جاؤ۔ خبردار۔ میرے نزدیک مت آنا۔
میں کہتا ہوں رک جاؤ"...... اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر سوپر
فیاض نے بری طرح سے بھڑکتے ہوئے کہا۔ اس کی بات سن کر
بچہ وہیں رک گیا۔
"ٹھیک ہے۔ تم نہا لو پھر دونوں باپ بیٹا مل کر باتیں بھی
کریں گے اور ناشتہ بھی"...... بچے نے کہا تو سوپر فیاض غرا کر رہ
گیا۔
"تم جاؤ یہاں سے۔ فوراً چلے جاؤ"...... سوپر فیاض نے ایک
بار پھر چیختے ہوئے کہا۔
"مجھے جانا ہوتا تو میں تمہارے ساتھ یہاں آتا ہی کیوں"۔
بچے نے مسکرا کر کہا۔
"کک کک۔ کیا مطلب"...... سوپر فیاض نے بوکھلا کر کہا۔
"پہلے نہا لو ڈیڈو۔ پھر آرام سے باتیں کریں گے اور تمہیں مجھ

سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں یہاں تمہیں کوئی نقصان پہنچانے نہیں آیا ہوں"...... بچے نے کہا۔

"نقصان نہیں پہنچانا چاہتے تو یہاں آئے ہی کیوں ہو"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

"جب نہا لو گے تب بتاؤں گا"...... بچے نے جواب دیا۔

"نہیں نہانا مجھے۔ تم بس میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔ مجھے تم سے گھن آ رہی ہے۔ تم انسانی بچے نہیں ہو"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"صحیح پہچانا۔ میں واقعی آسیبی مخلوق ہوں لیکن اب تمہیں میرے ساتھ رہنا پڑے گا اور وہ بھی میرا ڈیڈو بن کر"...... بچے نے کہا ساتھ ہی اس کے دونوں ہاتھ اٹھے اور تیزی سے لمبے ہو کر سوپر فیاض کی طرف بڑھے۔ سوپر فیاض نے اس کے ہاتھوں سے بچنا چاہا لیکن بچے کے ہاتھ تیزی سے اس کی گردن پر لپٹتے چلے گئے۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو۔ چھوڑو۔ چھوڑو مجھے"...... سوپر فیاض نے اس کے ہاتھوں سے اپنی گردن چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"نہیں۔ اب میں تمہیں نہلا کر ہی چھوڑوں گا ڈیڈو"...... بچے نے کہا اور پھر اس نے ہاتھوں کو جھٹکا دیا اور سوپر فیاض کو دھکیل کر واش روم کے شاور کے نیچے لے آیا۔ اسی لمحے اچانک شاور خود بخود کھل گیا اور اس میں سے پانی کی پھواریں نکلنے لگیں۔ سوپر

فیاض، بچے کے ہاتھوں میں بری طرح سے چیخ رہا تھا۔ اس پر پانی پڑ رہا تھا اور شاور سے نکلنے والا پانی اس قدر گرم تھا کہ سوپر فیاض کو اپنا جسم جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بچے کے ہاتھوں میں بری طرح سے تڑپ اور چیخ رہا تھا اور بچہ اسے چیختا دیکھ کر بے ہنگم انداز میں ہنسنا شروع ہو گیا تھا۔

کچھ دیر تک بچہ، سوپر فیاض کو گرم پانی سے نہلاتا رہا پھر اس نے سوپر فیاض کو پوری قوت سے باہر کھینچ کر اس کے بیڈ کی طرف اچھال دیا۔ سوپر فیاض چیختا ہوا بیڈ پر گرا اور بیڈ سے اچھل کر دوسری طرف فرش پر جا گرا۔ وہ چند لمحے فرش پر پڑا ہائے ہائے کرتا رہا پھر وہ تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شدید گرم پانی میں اس کا جسم بری طرح سے جھلس کر سرخ ہو گیا تھا اور اسے یوں لگ رہا تھا کہ اگر اس نے اپنے جسم کو ہاتھ لگایا تو اس کے جسم کی کھال جھڑ جائے گی۔

"اب اچھے بچوں کی طرح لباس پہنو ڈیڈو اور مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ ناشتے کی ٹیبل پر لے چلو۔ ہم دونوں ممی کی غیر موجودگی میں ڈٹ کر ناشتہ کریں گے"...... بچے نے اس کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"جلدی کرو۔ ورنہ میں تمہارے جسم سے جانگیہ بھی اتار دوں گا اور تمہیں اسی طرح اٹھا کر ناشتے کی ٹیبل پر لے جاؤں گا۔ تمہیں

ملازموں نے بے لباس دیکھ کرتمہاری ہنسی اُڑائی تو مجھے نہ کہنا پھر“...... بچے نے کہا تو سوپر فیاض بوکھلا گیا۔

”نن نن۔ نہیں نہیں۔ ایسا مت کرنا پلیز“...... بچے کی بات سن کرسوپر فیاض نے بوکھلا کر کہا۔

”تو پھر شرافت سے لباس بدلو اور ناشتے کی ٹیبل پر آ جاؤ۔ میں وہیں تمہارا انتظار کروں گا“...... بچے نے کہا۔ اسی لمحے اچانک اس کا جسم تیزی سے بڑھا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ سال کا بچہ بن گیا۔ اس کی آنکھیں بھی عام انسانوں جیسی ہوگئی تھیں۔

”اس روپ میں دیکھ کر مجھے کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ کیوں ڈیڈو۔ میں نے ٹھیک کہا نا“...... بچے نے کہا تو سوپر فیاض جس کا منہ بچے کا قد بڑھتے دیکھ کر کھلے کا کھلا رہ گیا تھا بے اختیار اثبات میں سر ہلانے لگا۔

”گڈ۔ تو پھر آ جاؤ جلدی سے ناشتے کی ٹیبل پر میں وہیں تمہارا انتظار کر رہا ہوں“...... بچے نے کہا اور پھر وہ تیز تیز چلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازے کے قریب جا کر اس نے دروازہ کھولنے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ وہ بند دروازے سے ہوا کے جھونکے کی طرح گزر کر غائب ہو گیا تھا۔ اس کے باہر جاتے ہی سوپر فیاض لہرایا اور الٹ کر گرتا چلا گیا۔

”یہ۔ سب ہو کیا رہا ہے۔ آخر یہ جادوگر بچہ ہے کون اور میری جان کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے“...... سوپر فیاض نے گرتے ہی

دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اس کے قریب بچہ نمودار ہو گیا۔

”تم نے میرے بارے میں کچھ کہا ڈیڈو“...... بچے نے کہا اور اسے اپنے قریب نمودار ہوتے دیکھ کر سوپر فیاض فوراً سمٹ گیا۔

”نن نن۔ نہیں نہیں۔ میں نے کچھ نہیں کہا ہے“......سوپر فیاض نے بوکھلا کر کہا۔

”پھر ٹھیک ہے اور یہ کیا۔ تم پھر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے ہو۔ اٹھو اور جلدی ناشتے کی ٹیبل پر پہنچو۔ مجھے زوروں کی بھوک لگی ہے ایسا نہ ہو کہ میں تمہارے حصے کا بھی ناشتہ کھا جاؤں“...... بچے نے کہا اور فوراً وہاں سے غائب ہو گیا۔ اسے حاضر اور غائب ہوتے دیکھ کر سوپر فیاض کے دماغ میں ایک بار پھر اندھیروں کی یلغار ہونا شروع ہو گئی تھی۔ وہ چند لمحے فرش پر پڑا رہا پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”ہونہہ۔ مجھے اس بدبخت کا کوئی انتظام کرنا ہو گا ورنہ یہ واقعی میرا جینا محال کر دے گا“...... سوپر فیاض نے غراتے ہوئے کہا۔ غصے اور پریشانی سے بڑبڑاتا ہوا وہ ڈریسنگ روم میں گیا اور پھر اپنی مخصوص وردی پہن کر واپس آ گیا اور پھر وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ کمرے سے باہر آ کر وہ ڈائننگ روم کی طرف گیا تو اسے سامنے ڈائننگ ٹیبل پر بارہ سال کا لڑکا بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ پیچھے کچن میں فضلو بابا خاموشی سے کام کر رہے

تھے ان کا انداز ایسا تھا جیسے انہیں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ہوئے لڑ
کا علم ہی نہ ہو۔

سوپر فیاض نے لڑکے کی توجہ دوسری طرف دیکھی تو وہ د
قدموں چلتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر
انتہائی خاموشی سے دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ باہر آتے ہی اس
نظریں سامنے پورچ پر پڑیں تو یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں چک
اٹھیں کہ وہاں اس کی کار کھڑی تھی۔ یہ وہی کار تھی جس میں وہ
بیگم کو چھوڑنے کمال پور گیا تھا اور واپسی پر وہ اسی کار سے آ رہا
اور پھر اس نے جنگل میں کار کو خود بخود سٹارٹ ہو کر پیچھے جاتے ا
پھر کچھ دیر بعد واپس آ کر سڑک پر الٹ کر گرتے اور دھماکے
پھٹ کر تباہ ہوتے دیکھی تھی۔

”حیرت ہے۔ کار یہاں ہے اور بالکل ٹھیک حالت میں
ہے پھر فضلو بابا کیوں کہہ رہا تھا کہ کار یہاں نہیں ہے۔ کیا اس
آنکھیں کمزور ہو گئی ہیں جو اسے یہاں اتنی بڑی کار دکھائی نہ
دی“...... سوپر فیاض نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اسے سب
زیادہ حیرت اس بات پر تھی کہ کار کے اس نے پرزے پرز
ہوتے اور ان پرزوں پر آگ لگتے دیکھی تھی لیکن اس کے با
کار اس کے سامنے کھڑی تھی اور اسے کہیں معمولی سی رگڑ بھی نہ
لگی ہوئی تھی۔

سوپر فیاض تیز تیز چلتا ہوا کار کے پاس آیا اور اسے ہاتھ لگا

کر چاروں طرف سے دیکھنا شروع ہو گیا لیکن واقعی کار پر ایک
معمولی سی خراش بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

”لگتا ہے میرے دماغ کا کوئی سکرو ڈھیلا ہو گیا ہے جو مجھے نئی
نئی اور انوکھی باتیں سوجھ رہی ہیں۔ کار کا تباہ ہونا میری نظر کا محض
دھوکہ تھا اور کچھ نہیں“...... سوپر فیاض نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے
ہوئے کہا۔ اس نے بیرونی دروازے کی طرف دیکھا لیکن وہاں کوئی
نہیں تھا۔ بچے کو ابھی تک اس کے گھر سے نکلنے کا علم نہیں ہوا تھا۔
سوپر فیاض نے بیرونی گیٹ کی طرف دیکھا جو بند تھا۔ وہاں نہ کوئی
پہرے دار دکھائی دے رہا تھا اور نہ چوکیدار۔

”یہ پہرے دار اور چوکیدار کہاں غائب ہو گئے ہیں۔ ہونہہ۔
انہیں اپنی ڈیوٹی کا احساس ہی نہیں ہے۔ واپس آ کر میں ان سب
کو سسپنڈ کر دوں گا“...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا اور تیز
تیز چلتا ہوا گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس وقت وہ بچے سے چھپ
کر جلد سے جلد گھر سے نکل جانا چاہتا تھا اس لئے اس نے چوکیدار
اور پہرے داروں کے غائب ہونے کا زیادہ نوٹس نہیں لیا تھا۔ گیٹ
کھول کر وہ واپس کار کی طرف آیا اور کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ
گیا۔ اگنیشن میں چابی لگی ہوئی تھی۔ سوپر فیاض نے چابی گھما کر کار
سٹارٹ کی اور اسے تیزی سے بیک کرتا ہوا گیٹ سے باہر آ گیا۔
گیٹ سے باہر آتے ہی اس نے سڑک پر کار گھمائی اور پھر رو کے
بغیر آگے لیتا چلا گیا۔ وہ گیٹ بند کرنے کے لئے وہاں نہیں رکنا

چاہتا تھا کیونکہ کار کے سٹارٹ ہونے کی آواز سن کر پراسرار بچہ باہر آ سکتا تھا اور سوپر فیاض اب اسے مزید نہیں جھیلنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ چوکیدار اور پہرے دار وہیں کہیں ہوں گے اور خود ہی گیٹ بند کر دیں گے اس لئے وہ بے فکری سے کار سڑک پر دوڑاتا لے گیا۔ جب وہ کار اپنی رہائش گاہ سے کافی دور لے آیا تو اس کے چہرے پر سکون کے تاثرات ابھر آئے۔ اب وہ پراسرار بچے کی پہنچ سے دور آ گیا تھا اس لئے اسے کوئی فکر نہیں تھی۔

''سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ آخر وہ بچہ ہے کون اور کیوں میری جان کا دشمن بنا ہوا ہے''...... سوپر فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے اس کی نظر بیک ویو مرر پر پڑی تو وہ بری طرح سے بوکھلا گیا۔ پچھلی سیٹ پر اسے وہی پراسرار بچہ بیٹھا ہوا دکھائی دیا جسے وہ اپنی رہائش گاہ میں ہی چھوڑ آیا تھا۔ بچے کو کار میں دیکھ کر ایک لمحے کے لئے سوپر فیاض کے ہاتھ سٹیئرنگ وہیل پر بہک گئے اور کار سڑک پر ڈگمگا کر رہ گئی۔ یہ تو شکر تھا کہ اس وقت اس کے دائیں بائیں دوسری کوئی گاڑی موجود نہیں تھی ورنہ جس بری طرح سے اس کی کار لہرائی تھی ضرور کسی نہ کسی گاڑی سے ٹکرا جاتی۔ کار کو ڈگمگاتے دیکھ کر سوپر فیاض نے فوراً کار کو بیلنس کیا اور پھر اس نے کار سائیڈ میں لے جا کر روک دی۔ کار روکتے ہی اس نے پلٹ کر دیکھا تو بچہ جو اب بارہ سال کے بچے کے روپ میں تھا اس کی طرف دیکھ کر بڑے معصومانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

''کیوں ڈیڈا۔ مجھے اکیلے چھوڑ کر کہاں بھاگ رہے تھے''۔ بچے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یو شٹ اپ نانسنس۔ میں تمہارا ڈیڈا نہیں ہوں اور تم کار میں کیسے آ گئے۔ میں نے تو تمہیں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے دیکھا تھا''۔ سوپر فیاض نے غصیلے اور حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم مانو یا نہ مانو مگر تم ہی میرا ڈیڈا یا ڈیڈو ہو اور ڈیڈو کہنا مجھے عجیب سا لگتا ہے اس لئے میں تمہیں ڈیڈا ہی کہا کروں گا۔ رہی بات کہ میں یہاں کیسے آ گیا تو یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تم مجھے اپنا سایہ سمجھ لو اور سایہ کبھی کسی سے جدا نہیں ہوتا ہے۔ جب تم مجھ سے چھپ کر نکل رہے تھے تو مجھے اسی وقت پتہ چل گیا تھا۔ میں نے تمہیں جانے دیا اور پھر خاموشی سے کار کی پچھلی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا''...... بچے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ لیکن کیسے۔ کیا تم جادوگر ہو جو ایک لمحے میں غائب ہو کر کہیں بھی پہنچ جاتے ہو''...... سوپر فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میں جادو بھی جانتا ہوں''...... بچے نے کہا۔

''کیا مطلب''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''کس بات کا مطلب پوچھ رہے ہو ڈیڈا۔ جادو کا یا جادوگر ہونے کا''...... بچے نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہونہہ۔ کیا مصیبت ہے۔ آخر تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ کیوں خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑے ہو''...... سوپر فیاض نے بڑے جھلائے

ہوئے لہجے میں کہا۔

''اپنے آفس چلو۔ پھر بتاتا ہوں''...... بچے نے کہا۔

''آفس۔ کیا مطلب۔ کیا تم میرے ساتھ آفس بھی جاؤ گے''۔ سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

''جاؤں گا نہیں جا رہا ہوں ڈیڈا اور آفس تو کیا تم جہاں بھی جاؤ گے مجھے ساتھ ہی پاؤ گے''...... بچے نے کہا۔

''نہیں۔ میں تمہیں آفس نہیں لے جاؤں گا۔ تم اترو یہاں۔ فوراً اترو۔ اب تم میری برداشت سے باہر ہو گئے ہو میں تمہیں اور نہیں جھیل سکتا۔ اترو اور جہاں سے آئے ہو وہاں واپس چلے جاؤ۔ میرا تم سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ سمجھے تم''...... سوپر فیاض نے بھڑکتے ہوئے کہا۔

''ایسا مت کہو ڈیڈا۔ میرا تم سے تعلق بھی ہے اور واسطہ بھی۔ تم ہی تو مجھے جنگل سے نکال کر لائے ہو۔ اب جب میں تمہارے ساتھ شہر میں آ گیا ہوں جہاں تمہارے سوا میں کسی کو نہیں جانتا تو پھر میں بھلا تمہیں چھوڑ کر کہیں اور کیسے جا سکتا ہوں۔ تم میرے باپ بھی ہو میری ماں بھی۔ میرے دادا اور میرے نانا بھی بلکہ میرے جتنے بھی رشتے ہیں وہ سب تمہارے ساتھ ہیں۔ اس لئے یہ بات ذہن سے نکال دو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا یا تم مجھے چھوڑ کر کہیں بھاگ جاؤ گے''...... بچے نے کہا۔

''تو کیا تم میرے ساتھ زبردستی رہو گے''...... سوپر فیاض نے غرا کر کہا۔

''یہ تم پر منحصر ہے۔ اگر تم مجھ سے پیار کرو گے تو پیار سے رہوں گا اور اگر تم زبردستی کرنے پر مجبور کرو گے تو میں بھی وہی کروں گا جو میری مرضی ہو گی''...... بچے نے کہا۔

''کیا کرو گے تم میرے ساتھ۔ بولو۔ کیا کر سکتے ہو تم میرے ساتھ''...... سوپر فیاض نے ایک بار پھر بھڑکتے ہوئے کہا۔

''بہت کچھ کر سکتا ہوں میں ڈیڈا۔ کہو تو میں تمہیں اس سڑک پر بے لباس کر کے پاگلوں کی طرح دوڑانا شروع کر دوں''...... بچے نے مسکرا کر کہا تو سوپر فیاض نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے اسے کمرے کا وہ منظر یاد آ گیا جب وہ نہانے کے لئے جا رہا تھا تو اچانک اس کے جسم سے اس کا لباس غائب ہو گیا تھا۔

''تت تت۔ تم سچ مچ جادو جانتے ہو''...... سوپر فیاض نے ہکلا کر کہا۔

''ہاں''...... بچے نے کہا تو سوپر فیاض ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''لیکن میں تمہیں اپنے ساتھ آفس کیسے لے جا سکتا ہوں۔ وہاں میں سب کو کیا بتاؤں گا کہ تم کون ہو اور میں تمہیں آفس کیوں لایا ہوں''...... سوپر فیاض نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''کہہ دینا۔ میں تمہارا بیٹا ہوں جو بچپن میں کسی میلے میں کھو گیا تھا اور اب اچانک مل گیا ہوں۔ تم مجھ سے اتنا خوش ہو کہ اب ہر

وقت مجھے اپنے ساتھ ساتھ رکھنا چاہتے ہو“...... بچے نے شرار
بھرے لہجے میں کہا تو سوپر فیاض اسے گھور کر رہ گیا۔
”کیا تم میری جان نہیں چھوڑ سکتے“...... سوپر فیاض نے اس
روہانسے لہجے میں کہا۔
”ایک شرط پر چھوڑ سکتا ہوں“...... بچے نے کہا تو سوپر فیاض
آنکھیں چمک اٹھیں۔
”بولو۔ جلدی بولو کیا ہے تمہاری شرط۔ میں تمہاری ہر شرط ما
کے لئے تیار ہوں۔ بس کسی طرح سے تم میری جان چھوڑ دو۔
تم سے بے حد ڈر لگ رہا ہے“...... سوپر فیاض نے کہا۔
”تمہیں مجھ سے جان چھڑانے کے لئے ایک قربانی دینا پڑ
گی“...... بچے نے کہا۔
”کیسی قربانی“...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔
”تم مجھے اپنا دل نکال کر دے دو“...... بچے نے کہا تو
فیاض کا رنگ یکلخت زرد ہو گیا۔
”دل“...... سوپر فیاض نے ہکلاتے ہوئے کہا۔
”ہاں۔ اگر تم مجھے اپنے ہاتھوں سے اپنا دل نکال کر دے
گے تو میں اسے لے کر واپس اپنی دنیا میں چلا جاؤں گا آسیبی
میں“...... بچے نے کہا اور سوپر فیاض کانپ کر رہ گیا۔
”آ۔ آ۔ آسیبی دنیا۔ کک۔ کک۔ کیا تمہارا تعلق آسیب کی
سے ہے“...... سوپر فیاض نے لرزتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں آسیبی دنیا سے ہی آیا ہوں۔ اب میری اپنی دنیا
میں واپسی تب ہی ممکن ہے جب کوئی انسان اپنے ہاتھوں سے اپنا
دل نکال کر مجھے دے دے“...... بچے نے سنجیدگی سے کہا تو سوپر
فیاض کا رنگ لٹھے کی طرح سفید پڑ گیا۔
”نن نن۔ نہیں نہیں۔ میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے اپنا دل نکال
کر کیسے دے سکتا ہوں اگر میں نے دل نکال دیا تو میں اسی وقت
مر جاؤں گا“...... سوپر فیاض نے کانپتے ہوئے لہجے میں کہا۔
”مر جاؤ۔ مجھے کیا“...... بچے نے لاپرواہی سے کہا۔
”ہونہہ۔ تو تم مجھے ہلاک کرنے کے لئے آئے ہو“...... سوپر
فیاض نے غرا کر کہا۔
”نہیں۔ میں تو تمہارے ساتھ رہنے کے لئے آیا ہوں۔ تم ہی
مجھ سے جان چھڑانے کی بات کر رہے تھے اور میں نے تمہیں بتا دیا
ہے کہ مجھ سے جان چھڑانے کی کیا قیمت ہو سکتی ہے“...... بچے نے
لاپرواہی سے کہا تو سوپر فیاض غرا کر رہ گیا۔
”اگر میں تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا تو کیا تم مجھے کوئی نقصان
نہیں پہنچاؤ گے“...... سوپر فیاض نے پوچھا۔
”میری باتیں مانتے رہو گے تو مجھے تمہیں نقصان پہنچانے کی کیا
ضرورت ہے“...... بچے نے کہا۔
”تمہاری باتیں۔ کون سی باتیں“...... سوپر فیاض نے چونک کر
کہا۔

”تمہاری وجہ سے میں نے ناشتہ نہیں کیا ہے۔ اب مجھے کسی اچھے سے ہوٹل میں لے چلو اور مجھے ناشتہ کراؤ“...... بچے نے کہا۔

”ناشتہ۔ لیکن تم نے تو کہا ہے کہ تمہارا تعلق آسیبی دنیا سے ہے تو پھر تم ہماری دنیا کا ناشتہ کیسے کر سکتے ہو“...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”اب میں تمہارے ساتھ اور تمہاری دنیا میں ہوں اس لئے تم جو کرو گے میں بھی وہی کروں گا“...... بچے نے جواب دیا۔

”ہونہہ“...... سوپر فیاض ہنکارہ بھر کر رہ گیا۔ اسی لمحے سوپر فیاض کی نظریں سائیڈ سیٹ پر پڑے اپنے سروس ریوالور پر پڑیں تو اس نے جھپٹ کر ریوالور اٹھا لیا۔

”میں تمہیں گولی مار دوں تو کیسا رہے گا“...... سوپر فیاض نے ریوالور کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”چلا کر دیکھ لو ریوالور۔ اس سے گولی نہیں کچھ اور ہی نکلے گا“۔ بچے نے کہا۔

”کچھ اور۔ کچھ اور سے تمہاری کیا مراد ہے“...... سوپر فیاض نے غرا کر کہا۔

”ٹریگر دباؤ۔ تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا“...... بچے نے جواب دیا تو سوپر فیاض نے غراتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔ جیسے ہی اس نے ریوالور کا ٹریگر دبایا۔ ریوالور سے نہ تو دھماکہ ہوا اور نہ ہی اس سے گولی نکلی بلکہ ریوالور کی نالی سے بلبلے سے نکلے تھے جو کار

کی پچھلی سیٹ پر پھیل گئے تھے۔ سوپر فیاض بلبلے دیکھ کر غصے سے پاگل ہو گیا اور اس نے بار بار ٹریگر دبانا شروع کر دیا لیکن وہ جتنی بار بھی ٹریگر دباتا، ریوالور کی نال سے بلبلے نکلنا شروع ہو جاتے جیسے وہ اصلی ریوالور نہ ہو بلکہ ببل گن ہو۔

سوپر فیاض نے جھلا کر ریوالور کا میگزین کھولا اور یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں ایک بار پھر پھیل گئیں کہ ریوالور کا میگزین لوڈ تھا اور اس میں آٹھ گولیاں بھری ہوئی تھیں۔

”یہ اصلی ریوالور ہے پھر اس میں سے گولی کی جگہ بلبلے کیوں نکل رہے ہیں“...... سوپر فیاض نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”ریوالور کی نال اپنے سر سے لگا کر ٹریگر دباؤ پھر دیکھنا کہ اس سے بلبلے نکلتے ہیں یا گولی“...... بچے نے ہنس کر کہا تو سوپر فیاض اسے گھور کر رہ گیا۔ اس نے غصے سے ریوالور سائیڈ سیٹ پر پھینکا اور پھر اس نے کار کا گیئر بدلا اور اسے تیزی سے سڑک کی طرف لے گیا اور غصے سے کار کی رفتار تیز سے تیز کرتا چلا گیا۔ بیس منٹ کے بعد اس کی کار سنٹرل انٹیلی جنس کی عمارت کی پارکنگ میں داخل ہو رہی تھی۔

سوپر فیاض نے کار مخصوص جگہ پارک کی اور پھر کار سے نکل کر باہر آ گیا۔ اس کے کار سے نکلتے ہی بچہ بھی کار سے نکل آیا۔ سوپر فیاض نے کار سے نکلتے ہوئے اپنا سروس ریوالور سیٹ سے اٹھا کر اپنے ہولسٹر میں اڑس لیا تھا۔

"یہ تو غلط بات ہے ڈیڈا۔ آپ مجھے ہوٹل کی بجائے اپنے آفس لے آئے ہیں۔ میں نے ابھی ناشتہ کرنا تھا"...... بچے نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس تمہیں ہوٹل میں لے جانے کے لئے وقت نہیں ہے سمجھے تم"...... سوپر فیاض نے غرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب میں آپ کے ساتھ جو کچھ کروں گا اسے دیکھ کر آپ بھی بہت کچھ سمجھ جائیں گے ڈیڈا"...... بچے نے منہ کر کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا کرو گے تم"...... سوپر فیاض نے چونک کر کہا۔

"جو مرضی کروں۔ اب آپ دیکھتے جائیں بس"...... بچے نے اسی انداز میں کہا تو سوپر فیاض کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ وہ چند لمحے اسے تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے سر جھٹکا اور پارکنگ سے نکل کر عمارت میں داخل ہونے والے راستے کی طرف بڑھ چلا گیا۔ اسے دیکھ کر وہاں موجود افراد نے اسے باقاعدہ سیلوٹ کر شروع کر دیا تھا۔ بچہ اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ سوپر فیاض کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اگر کسی نے اس سے بچے کے بارے میں پوچھا تو وہ اسے کیا بتائے گا لیکن حیرت کی بات تھی کہ سب اسے سلام کر رہے تھے۔ ابھی تک کسی نے بھی اس کے ساتھ آنے والے بچے کی طرف نہ دیکھا تھا اور نہ ہی اس نے بچے کے بارے

میں کوئی بات کی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے بچہ انہیں دکھائی ہی نہ دے رہا ہو۔

جب بچے کے بارے میں کسی نے اس سے کوئی بات نہ کی تو سوپر فیاض کا حوصلہ بڑھ گیا اور وہ تیز تیز چلتا ہوا اپنے آفس میں آ گیا۔ بچہ بھی اس کے پیچھے آفس میں آ گیا۔

"اب چپ چاپ سامنے صوفے پر بیٹھ جاؤ اور جب تک میں نہ کہوں وہاں سے ہلنا بھی مت"...... سوپر فیاض نے کمرے میں آتے ہی بچے کی طرف دیکھ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"کیوں۔ کیا میں آپ کی مرضی کا پابند ہوں"...... بچے نے اسے گھور کر کہا۔

"ہاں۔ اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو تمہیں میری ہر بات ماننی ہو گی۔ سمجھے تم"...... سوپر فیاض نے غصے سے کہا۔

"نہیں سمجھا اور نہ ہی سمجھوں گا۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گا لیکن آپ کو میری ہر بات ماننی ہو گی ورنہ......" بچے نے بھی اس بار غصیلے لہجے میں کہا۔

"ورنہ۔ ورنہ کیا۔ کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ سنٹرل انٹیلی جنس کے سپرنٹنڈنٹ سوپر فیاض کو۔ بولو"...... سوپر فیاض نے کہا جیسے اپنے آفس میں آ کر وہ شیر ہو گیا ہو۔

"میں صرف دھمکی نہیں دیتا ڈیڈا۔ جو کہتا ہوں وہ کر کے بھی دکھاتا ہوں"...... بچے نے کہا۔

"یوشٹ اپ نانسنس۔ ایک تو ویسے ہی تم نے میرا جینا حرام کر رکھا ہے اور اوپر سے تم مجھے دھمکی بھی دے رہے ہو"...... سوپر فیاض نے گرج کر کہا۔

"اپنی آواز دھیمی رکھیں۔ آپ کی آواز سن کر کوئی یہاں آ گیا تو وہ آپ کو ہواؤں سے باتیں کرتا دیکھ کر یہی سمجھے گا کہ آپ پاگل ہو گئے ہیں"...... بچے نے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیا تم میرے سوا کسی اور کو دکھائی نہیں دے رہے تھے"......سوپر فیاض نے کہا۔

"آپ کی عزت کے لئے میں دوسروں کی نظروں سے غائب ہو گیا تھا۔ اب آپ کو اپنی عزت عزیز نہیں ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں"...... بچے نے کہا تو سوپر فیاض نے غصے اور بے بسی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور سوپر فیاض کا اردلی اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر سوپر فیاض سیدھا ہو گیا۔

"صاحب آپ کو بڑے صاحب نے یاد کیا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ ایس ون ہنڈرڈ کی فائل لے کر جلد ان کے پاس آ ئیں"۔ اردلی نے کہا۔ سوپر فیاض اس کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا لیکن اردلی کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اس کے سوا کمرے میں کسی اور کو دیکھ ہی نہ رہا ہو۔

"ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ میں آتا ہوں"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"یس سر"...... اردلی نے کہا اور اطمینان بھرے انداز میں مڑ کر آفس سے نکلتا چلا گیا۔

"ہونہہ۔ تو واقعی میرے سوا تمہیں اور کوئی نہیں دیکھ سکتا"۔ سوپر فیاض نے کہا۔

"ایسا اس وقت تک ہو گا جب تک میں چاہوں گا"...... بچے نے جواب دیا تو سوپر فیاض نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اپنے اردلی کو بلا کر کہیں کہ وہ میرے لئے ناشتہ لائے۔ جب تک آپ اپنے باس کے پاس رہیں گے تب تک میں یہاں خاموشی سے ناشتہ کروں گا"...... بچے نے کہا۔

"کیا منگواؤں تمہارے لئے ناشتے میں"......سوپر فیاض نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"پچاس ابلے ہوئے انڈے۔ دس کپ چائے، بیس پچیس نان اور اگر ساتھ چنے مل جائیں تو ٹھیک رہے گا اس کے سوا کیک، پیسٹریاں اور کریم رولز کے ساتھ اگر دوسری چیزیں بھی مل جائیں تو ٹھیک رہے گا۔ باقی کا ناشتہ میں آپ کے ساتھ کسی ہوٹل میں جا کر کر لوں گا"...... بچے نے کہا اور سوپر فیاض اس کی باتیں سن کر آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔

"یہ سب کچھ تم اکیلے کھاؤ گے"...... سوپر فیاض نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میرا تعلق آسیبی دنیا سے ہے اور میں تمہاری دنیا کے

انسانوں سے زیادہ کھاتا ہوں۔ یہ سمجھ لو کہ میری ایک وقت کی خوراک تمہاری دنیا کے پچاس آدمیوں سے بھی زیادہ ہے اور میں ہر ایک گھنٹے بعد پچاس آدمیوں کے کھانے کے برابر کھاتا ہوں''۔ بچے نے کہا تو سوپر فیاض ایک بار پھر غش کھاتا کھاتا رہ گیا۔

''نہیں۔ میں یہ سب یہاں نہیں منگوا سکتا۔ میں کسی کو کیا کہوں گا کہ اتنا سب کچھ میں کس کے لئے منگوا رہا ہوں۔ تم دو تین گھنٹے صبر کرلو۔ میں تمہیں واپسی پر کسی ہوٹل لے جاؤں گا پھر وہاں جا کر جتنا مرضی کھا لینا''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''مگر میں اتنا انتظار نہیں کرسکتا''...... بچے نے کہا۔

''کرو ورنہ رہو بھوکے مجھے کیا''...... سوپر فیاض نے منہ بنا کر کہا اور اپنی ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ٹیبل کی سائیڈ میں پڑی ہوئی ٹوکری اٹھائی اور ان میں رکھی ہوئی فائلیں نکال کر مطلوبہ فائل تلاش کرنے لگا جو سر عبدالرحمٰن نے منگوائی تھی۔ فائل ملتے ہی اس نے فائل کو کھول کر دیکھا پھر مطمئن ہو کر وہ ٹیبل کے پیچھے سے نکلا اور دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے بچے کی طرف دیکھا جو سامنے صوفے پر منہ پھلا کر بیٹھ گیا تھا جیسے وہ سوپر فیاض سے سخت ناراض ہو۔

سوپر فیاض نے سر جھٹکا اور فائل بغل میں دبا کر آفس سے نکلتا چلا گیا۔ چند ہی لمحوں میں وہ سر عبدالرحمٰن کے آفس میں داخل ہو رہا تھا۔ سر عبدالرحمٰن میز کے پیچھے بیٹھے ایک فائل دیکھ رہے تھے۔

ر فیاض نے انہیں سیلوٹ کیا تو اس کے سیلوٹ کی آواز سن کر سر بدالرحمٰن نے چونک کر اس کی طرف ایک نظر دیکھا اور پھر دوبارہ ل دیکھنے لگے۔

''آ گئے تم''...... سر عبدالرحمٰن نے اسے دیکھ کر کہا۔

''یس سر''...... سوپر فیاض نے کہا۔

''فائل لائے ہو''...... سر عبدالرحمٰن نے پوچھا۔

''یس سر۔ یہ رہی''...... سوپر فیاض نے کہا اور آگے بڑھ کر اس ے فائل سر عبدالرحمٰن کی طرف بڑھا دی۔ سر عبدالرحمٰن نے اس کی ف دیکھے بغیر فائل اس سے لی اور سائیڈ میں رکھ دی۔ سوپر ض خاموشی سے ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ سر عبدالرحمٰن چند لمحے پنے سامنے رکھی ہوئی فائل پڑھتے رہے پھر انہوں نے ایک طویل نس لیتے ہوئے فائل بند کی اور سوپر فیاض کی لائی ہوئی فائل اٹھا ر اپنے سامنے کر لی۔ انہوں نے ابھی تک سوپر فیاض پر دھیان ں دیا تھا جو میز کی دوسری طرف بڑے مؤدبانہ انداز میں کھڑا ا۔

سر عبدالرحمٰن نے فائل کھولی اور پھر بری طرح سے چونک ے۔ فائل کا پہلا صفحہ خالی تھا۔

''یہ کیا۔ یہ فائل میں خالی صفحہ کیوں لگا رکھا ہے''...... سر بدالرحمٰن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ انہوں نے اگلا صفحہ پلٹا تو ہ بھی خالی تھا۔ دوسرا خالی صفحہ دیکھ کر ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے

اور پھر وہ صفحے پر صفحے پلٹتے گئے۔ فائل میں تمام صفحے خالی تھے۔
"یہ کیا ہے نانسنس۔ میں نے تم سے ایس ون ہنڈرڈ کی فا
منگوائی تھی اور تم بلینک پیپرز والی فائل اٹھا کر لے آئے ہو۔ ا
کے پرنٹڈ پیپرز کہاں ہیں"...... سر عبدالرحمٰن نے سوپر فیاض
طرف دیکھ کر بری طرح سے دھاڑتے ہوئے کہا اور پھر جیسے
انہوں نے سوپر فیاض کی طرف دیکھا ان کی آنکھیں حیرت
پھیل گئیں اور وہ بے اختیار اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔
"بلینک پیپرز۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔ میں فائل چیک
کے لایا ہوں۔ یہی ایس ون ہنڈرڈ فائل ہے اور......" سوپر فیا
نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر
عبدالرحمٰن کو اس طرح حیرت سے اپنی طرف آنکھیں پھاڑے د
کر وہ وہیں رک گیا۔
"کک کک۔ کیا ہوا سر۔ آپ اس طرح میری طرف کی
دیکھ رہے ہیں"...... سوپر فیاض نے ہکلا کر کہا۔ اس کی بات سن
سر عبدالرحمٰن کا چہرہ غصے سے سرخ ہوتا چلا گیا۔ ان کی آنکھیں
انگارے برسانے لگیں۔
"یہ تم آفس میں آئے ہو نانسنس یا کسی حمام میں نہانے
لئے۔ وردی کہاں ہے تمہاری"...... سر عبدالرحمٰن نے چیختے ہو
کہا۔
"وردی۔ مم مم۔ میں نے وردی پہنی تو ہوئی ہے سر"......

فیاض نے کہا اور پھر اس کی نظریں جیسے ہی اپنے جسم پر پڑیں وہ
اس بری طرح سے اچھلا جیسے اس کے پیروں پر بم پھٹ پڑا ہو۔
اس کے جسم پر ایک جانگیئے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ اس کے جسم سے
وردی کیسے اور کب غائب ہو گئی تھی اسے کچھ پتہ ہی نہیں چلا تھا۔
"میری وردی۔ میری وردی کہاں گئی"...... سوپر فیاض نے چیختے
ہوئے کہا اور وہ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر ناچنا شروع ہو گیا جیسے وہ
اپنی وردی تلاش کر رہا ہو۔
"گٹ آؤٹ نانسنس۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ تمہیں اس حلیئے
میں آفس میں کسی نے آنے کیسے دیا ہے۔ چلے جاؤ ورنہ میں تمہیں
ابھی اور اسی وقت شوٹ کر دوں گا"...... سر عبدالرحمٰن نے بری
طرح سے گرجتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض بوکھلائی ہوئی نظروں سے
ان کی طرف دیکھنے لگا۔ اسی لمحے سوپر فیاض کو اپنے عقب سے ننھے
بچے کی ہنسی کی آواز سنائی دی تو وہ تیزی سے پلٹا۔ پراسرار بچہ اس
کے پیچھے کھڑا ہنستے ہوئے اس کا مذاق اُڑا رہا تھا۔ بچے کو دیکھ کر
سوپر فیاض کا چہرہ غیظ وغضب سے سرخ ہو گیا۔
"یہ سب تم نے کیا ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں
تمہیں ہلاک کر دوں گا۔ اب تم مجھ سے نہیں بچ سکو گے"...... سوپر
فیاض نے چیختے ہوئے کہا اور اس نے سر عبدالرحمٰن کی موجودگی کی
بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے پوری قوت سے بچے کی طرف چھلانگ لگا
دی۔ جیسے ہی وہ اُڑتا ہوا بچے کے قریب گیا بچہ اسی وقت غائب ہو

گیا اور سوپر فیاض فرش پر گر کر گھسٹتا چلا گیا۔ تیزی سے گھسٹتے ہوئے اس کا سر پوری قوت سے کمرے کی دیوار سے ٹکرایا اور کمرہ اس کی تیز چیخوں سے گونج اٹھا۔ سوپر فیاض کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کا سر دیوار سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو۔

کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا اور ایک نوجوان نے سر اندر کرتے ہوئے میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے کرنل بھنڈاری کی طرف دیکھا جو ایک فائل انہاکی سے پڑھنے میں مصروف تھا۔

''میں اندر آ جاؤں سر''...... نوجوان نے کرنل بھنڈاری کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا تو کرنل بھنڈاری نے اس کی آواز سن کر چونک کر سر اٹھایا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''اوہ۔ شاملے تم۔ اندر آؤ۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا''۔ کرنل بھنڈاری نے کہا تو نوجوان کمرے کا دراوزہ کھول کر اندر آ گیا۔ اندر آتے ہی اس نے کرنل بھنڈاری کو سیلوٹ کیا اور اس کے سامنے بڑے مؤدب انداز میں کھڑا ہو گیا۔

''بیٹھو''...... کرنل بھنڈاری نے کہا تو شاملے شکریہ کہتا ہوا اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔

''میں فائل دیکھ لوں پھر تم سے بات کرتا ہوں''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''کوئی بات نہیں سر۔ آپ اطمینان سے اپنا کام مکمل کریں مجھے کوئی جلدی نہیں ہے''......شاملے نے جواب دیا تو کرنل بھنڈاری نے اثبات میں سر ہلایا اور فائل میں منہمک ہو گیا۔ کرنل بھنڈاری نے جلدی جلدی فائل ختم کی اور اس کے آخری صفحے پر ایک قلم سے دستخط کئے اور فائل بند کر کے میز کی سائیڈ پر پڑی ہوئی ٹوکری میں ڈال دی۔

''اب بتاؤ۔ کیا منگواؤں تمہارے لئے''...... کرنل بھنڈاری نے شاملے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

''جو آپ اپنے لئے پسند کریں وہی میرے لئے منگوا لیں سر''۔ شاملے نے جواب دیا۔

''میرا تو کافی پینے کا موڈ ہے''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''میں بھی کافی پی لوں گا جناب''......شاملے نے کہا تو کرنل بھنڈاری نے اثبات میں سر ہلایا اور میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کا بٹن پریس کر دیا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے اس کے پرسنل سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔

''میرے لئے اور شاملے کے لئے کافی بھجواؤ۔ فوراً''...... کرنل بھنڈاری نے کرخت لہجے میں کہا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے پرسنل سیکرٹری نے کہا تو کرنل بھنڈاری نے بٹن پریس کر کے انٹرکام آف کر دیا۔

''کیا رپورٹ ہے۔ ناٹران اور اس کے باقی ساتھیوں کا کچھ پتہ چلا''...... کرنل بھنڈاری نے شاملے کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''نو سر۔ میں نے فورس کے ساتھ ہر اس ٹھکانے پر چھاپے مارے ہیں جن کے آپ نے ایڈریسز دیئے تھے لیکن ان ٹھکانوں پر نہ تو مجھے ناٹران ملا ہے اور نہ اس کا کوئی ساتھی۔ لگتا ہے کہ ایک ٹھکانے پر ہونے والے ہمارے ریڈ کا سن کر ناٹران نے باقی ٹھکانوں سے اپنے تمام آدمی نکال دیئے تھے۔ جاتے ہوئے وہ تمام کلیوز بھی صاف کر گئے تھے تاکہ ہم ان تک نہ پہنچ سکیں۔ وہ بہت چالاک ثابت ہوئے ہیں سر''......شاملے نے کہا۔

''ہونہہ۔ اسے کسی بھی طرح تلاش کرو شاملے۔ میں نے اسی کے لئے تو مہاراج وکرام سے کہہ کر کافرستان میں موجود پاکیشیائی فارن ایجنٹوں کی فائل منگوائی تھی۔ اگر ناٹران کو ہم نہ پکڑ سکے تو پھر مجھے اس فائل کے منگوانے کا کیا فائدہ ہوا''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''یس سر۔ میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ میں نے ہر طرف فورس پھیلا دی ہے۔ اگر ناٹران شہر میں ہوا تو اسے یہاں سے نکلنے کا کوئی موقع نہیں ملے گا وہ جلد ہی ہمارے قابو میں آ جائے گا اور

جہاں وہ ہو گا اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ ہی ہوں گے۔ جلد ہی کافرستان سے تمام پاکیشیائی ایجنٹوں کا صفایا کر د
گے''...... شاملے نے کہا۔

''ایسا ہی ہونا چاہئے۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمار ملک میں ایک وچ ڈاکٹر موجود ہے جس نے مجھے فوراً ہی پاکیشی ٹاپ سیکرٹ فائل لا کر دے دی ہے اگر وہ فائل ہمیں نہ ملتی تو اس بات کا پتہ ہی نہ چلتا کہ کافرستان میں پاکیشیا کے کتنے ا موجود ہیں اور وہ خفیہ رہ کر ہمارے ملک کی جڑیں کاٹتے ر میں تو اس بات سے خوش ہوں کہ مہاراج وکرام نے نہ صرف ان پاکیشیائی ایجنٹوں کے بارے میں فائل دی ہے جو کافرستا موجود ہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ مجھے پوری دنیا میں پاکیشیائی ایجنٹوں کا پتہ چل گیا ہے جن کے بارے میں، میں اسرائیل، ایکریمیا، گریٹ لینڈ اور ایسے ہی بہت سے ملکو ایجنسیوں کو ان کے بارے میں معلومات فروخت کرنا شروع ہیں۔ ان انفارمیشن کی وجہ سے پوری دنیا میں موجود پا ایجنٹوں کے خلاف کارروائیاں شروع کر دی گئی ہیں۔ ان ایج یا تو زندہ پکڑا جا رہا ہے یا پھر انہیں موقع پر ہی ہلاک کر د ہے۔ گریٹ لینڈ اور کرانس میں تو پاکیشیائی ایجنٹوں کا مکمل خاتمہ ہو چکا ہے۔ ایکریمیا، اسرائیل اور چند دوسرے ممالک پاکیشیائی ایجنٹ کارروائیوں سے بچنے کے لئے روپوش ہو گئے

اسی طرح یہاں بھی ہمارے ہاتھوں سے مین ایجنٹ نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اگر وہ ہاتھ نہ آیا تو پھر پاکیشیائی ایجنٹوں کے خلاف کی گئی کسی بھی کارروائی کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا''...... کرنل بھنڈاری کہتا چلا گیا۔

''آپ فکر نہ کریں سر۔ میں نے آپ سے کہا ہے نا کہ ناٹران انڈر گراؤنڈ ضرور ہو گیا ہے لیکن وہ زیادہ دیر تک ہم سے چھپا نہیں رہ سکے گا۔ جلد ہی اس کا پتہ چل جائے گا اور ایک بار وہ قابو میں آ گیا تو پھر وہ ہمارے ہاتھوں سے کسی بھی صورت میں زندہ نہیں بچ سکے گا''...... شاملے نے کرنل بھنڈاری کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ ٹھیک ہے لیکن جو کرنا ہے جلدی کرو۔ مجھے ہر حال میں ناٹران کی ہلاکت یا اس کی گرفتاری کی خبر چاہئے''...... کرنل بھنڈاری نے سر جھٹک کر کہا۔

''یس سر۔ آپ مجھے چوبیس گھنٹے مزید دے دیں۔ میں آپ کو وچن دیتا ہوں چوبیس گھنٹے میں یا تو ناٹران کی لاش آپ کے سامنے ہو گی یا پھر وہ ہتھکڑیوں اور بیڑیاں میں بندھا ہوا کسی کال کوٹھڑی میں سڑ رہا ہو گا''...... شاملے نے کہا۔

''گڈ شو۔ یہ ہوئی نا بات۔ میں اب چوبیس گھنٹے سے پہلے تم سے ناٹران کے بارے میں نہیں پوچھوں گا''...... کرنل بھنڈاری نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

''آپ سے ایک بات کروں اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو''۔

شاملے نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

''بولو۔ کیا کہنا ہے''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''آپ نے بتایا تھا کہ مہاراج وکرام بے حد شکتی شالی ہیں اور ان کے قبضے میں آسیبی مخلوق ہے جس کی مدد سے وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں اور ان کی مدد سے ہی انہوں نے پاکیشیا سے آپ کے لئے پاکیشیائی ایجنٹوں کی ٹاپ سیکرٹ فائل منگوائی تھی جو لمحوں میں فائل لے آئے تھے''...... شاملے نے کہا۔

''ہاں۔ پھر''...... کرنل بھنڈاری نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا جیسے وہ یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو کہ شاملے اس سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

''کیا ناٹران کے سلسلے میں آپ مہاراج سے بات نہیں کر سکتے۔ اگر مہاراج چاہیں تو وہ آسیب کے ذریعے ایک لمحے میں یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ ناٹران اس وقت کہاں چھپا ہوا ہے اور کس روپ میں ہے''...... شاملے نے کہا تو کرنل بھنڈاری ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''ہاں۔ ایسا ہو تو سکتا ہے۔ ناٹران کسی بھی روپ میں ہو اور کہیں بھی چھپا ہوا ہو لیکن وہ آسیب کی نظروں سے نہیں چھپ سکے گا۔ آسیب اسے ایک لمحے میں تلاش کر لیں گے''...... کرنل بھنڈاری نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''تو پھر آپ ایک بار مہاراج سے بات کرلیں۔ میں نے آپ

سے چوبیس گھنٹوں کا وقت لیا ہے لیکن اگر مہاراج کے ذریعے ناٹران کا فوراً پتہ لگایا جا سکتا ہے تو پھر ہمیں اتنا وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے''...... شاملے نے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ناٹران جیسے شاطر ایجنٹ کو اگر کوئی راستہ مل گیا تو وہ اس شہر سے فرار بھی ہوسکتا ہے اور اگر وہ یہاں سے نکل گیا تو پھر اس تک پہنچنا واقعی ہمارے لئے مشکل ہو جائے گا اور میں اسے یہاں سے نکلنے کا کوئی موقع نہیں دینا چاہتا''...... کرنل بھنڈاری نے کہا تو شاملے کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

''تو کیا آپ ناٹران کے لئے مہاراج سے بات کریں گے''۔

شاملے نے اس کی طرف امید افزا نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ مجھے آج مہاراج سے ملنے جانا ہے۔ انہوں نے مجھ سے ایک کام کہا تھا جو میں نے کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنا کام ہونے کی خوشی میں میرا یہ کام ضرور کر دیں گے اور وہ مجھے اس جگہ کا پتہ بتا دیں گے جہاں ناٹران اور پاکیشیا کے دوسرے ایجنٹ چھپے ہوئے ہوں گے۔ جیسے ہی مجھے ان کا علم ہو گا میں ان کے بارے میں تمہیں بتا دوں گا۔ تم فوری طور پر ان کے خلاف ایکشن کرنا اور انہیں زندہ یا مردہ ہر حال میں پکڑنے کی کوشش کرنا اور کافرستان کو پاکیشیائی ایجنٹوں سے ہمیشہ کے لئے پاک کر دینا''۔

کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''ایسا ہی ہو گا جناب۔ ایک بار مجھے ناٹران کے ٹھکانے کا پتہ

چل جائے تو پھر میں اسے کسی بھی راستے سے بچ نکلنے کا کوئی موقع نہیں دوں گا“...... شاملے نے کہا تو کرنل بھنڈاری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

”جب تک آپ مجھے مہاراج سے مل کر ناٹران کے ٹھکانے کے بارے میں نہیں بتا دیتے تب تک میں اس کی تلاش میں اپنا کام جاری رکھوں گا تاکہ کم از کم اسے یہاں سے نکلنے کا کوئی موقع نہ مل سکے“...... شاملے نے کہا تو کرنل بھنڈاری نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس سے پہلے کہ ان میں مزید کوئی بات ہوتی اسی لمحے اچانک کرنل بھنڈاری کے سامنے میز پر پڑے ہوئے ایک جدید ساخت کے ٹرانسمیٹر کی سیٹی بج اٹھی۔ یہ ٹرانسمیٹر کرنل بھنڈاری نے دوسرے ممالک کی سیکرٹ ایجنسیوں سے رابطے کے لئے رکھا ہوا تھا جنہیں اس نے فائل سے پاکیشیائی ایجنٹوں کی معلومات فراہم کی تھی۔

”یہ کس کی کال ہے“...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

”معلوم نہیں سر“...... شاملے نے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے تم جاؤ اور جا کر اپنا کام کرو۔ میں مہاراج سے مل کر ان سے بات کروں گا اگر انہوں نے ناٹران کے ٹھکانے کا بتایا تو میں تمہیں فوراً آگاہ کر دوں گا“...... کرنل بھنڈاری نے کہا تو شاملے نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے مخصوص انداز میں کرنل بھنڈاری کو سلیوٹ کیا اور پھر وہ مڑ کر تیز تیز

قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی کرنل بھنڈاری نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر اٹھا لیا جس سے مسلسل سیٹی کی آواز نکل رہی تھی۔ کرنل بھنڈاری نے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن پریس کر کے اسے آن کیا تو ٹرانسمیٹر سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”ہیلو ہیلو۔ زیرو زیرو ہنڈرڈ کالنگ۔ ہیلو۔ اوور“...... دوسری جانب سے مسلسل کال دیتے ہوئے کہا جا رہا تھا اور زیرو زیرو ہنڈرڈ کا سن کر کرنل بھنڈاری بے اختیار چونک پڑا۔

”اوہ۔ یہ تو پاکیشیا سے فارن ایجنٹ ونود کی کال ہے۔ زیرو زیرو ہنڈرڈ اسی کا کوڈ ہے“...... کرنل بھنڈاری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر کا ایک اور بٹن پریس کیا اور ٹرانسمیٹر اپنے منہ کے پاس کر لیا۔

”یس بھنڈاری اٹنڈنگ یو۔ اوور“...... کرنل بھنڈاری نے کہا وہ ٹرانسمیٹر پر ایجنٹوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے کرنل کا عہدہ حذف کر دیتا تھا اور خود کو صرف بھنڈاری کہہ کر ہی بات کرتا تھا۔

”ونود بول رہا ہوں چیف۔ اوور“...... دوسری طرف سے فارن ایجنٹ کی آواز سنائی دی۔

”یس بولو۔ کس لئے کال کی ہے۔ اوور“...... کرنل بھنڈاری نے اسی انداز میں کہا۔

”چیف آپ کو میں نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے بارے میں کچھ بتانا تھا۔ اوور“...... ونود نے کہا۔

"پاکیشیا سیکرٹ سروس۔ اوہ۔ کیا بتانا چاہتے ہو تم مجھے ان کے بارے میں۔ اوور"...... کرنل بھنڈاری نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا سن کر بری طرح سے چونکتے ہوئے کہا۔

"میں نے ایئر پورٹ پر چند ایسے افراد کو دیکھا تھا جن پر مجھے شک ہے کہ وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران ہیں۔ میں نے انہیں کافرستان کے علاقے کالائی میں جانے والی ایک فلائٹ میں سوار ہوتے دیکھا ہے۔ اوور"...... ونود نے کہا تو کرنل بھنڈاری ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کالائی۔ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے ممبران کافرستان آرہے ہیں۔ لیکن کیوں۔ اوور"...... کرنل بھنڈاری نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نہیں جانتا چیف۔ میں نے انہیں جب کافرستانی طیارے میں سوار ہوتے دیکھا تو میرا ماتھا ٹھنکا تھا اس لئے میں آپ کو فوری طور پر ان کی کافرستان آمد کی اطلاع دے رہا ہوں تاکہ اگر وہ کافرستان میں کسی مشن پر جا رہے ہیں تو انہیں فوری طور پر روکنے کے انتظامات کئے جا سکیں۔ اوور"...... ونود نے کہا۔

"وہ کس حلیئے میں ہیں۔ ان کی تعداد کتنی ہے اور مجھے اس فلائٹ کے بارے میں تفصیل بتاؤ جس میں وہ سوار ہوئے ہیں اور کیا وہ فلائٹ پاکیشیا سے کافرستان کے لئے روانہ ہو چکی ہے یا نہیں۔ پوری تفصیل بتاؤ۔ اوور"...... کرنل بھنڈاری نے تیز

بولتے ہوئے کہا۔

"ان کی تعداد چار ہے چیف۔ جن میں ایک لڑکی اور باقی تین مرد ہیں۔ وہ جس کافرستانی فلائٹ میں سوار ہوئے ہیں وہ فلائٹ یہاں سے ابھی چند لمحے قبل ٹیک آف ہوئی ہے۔ ایک گھنٹے تک وہ کافرستان پہنچ جائے گی اور یہ فلائٹ یہاں سے کالائی کے لئے روانہ ہوئی ہے"...... دوسری طرف سے ونود نے کہا اور پھر وہ کرنل بھنڈاری کو اس فلائٹ کے بارے میں انفارمیشن دینے لگا جس میں عمران کے چار ساتھی موجود تھے۔

"ہونہہ۔ تم نے ان کے حلیئے تو بتائے نہیں۔ اوور"...... کرنل بھنڈاری نے غرا کر کہا۔

"وہ ایکریمین سیاحوں کے روپ میں ہیں چیف۔ میں آپ کو ان کے موجودہ حلیئے بتا دیتا ہوں آپ نوٹ کر لیں۔ اوور"...... ونود نے کہا۔

"اوکے۔ بولو۔ اوور"...... کرنل بھنڈاری نے کہا اور دوسری طرف سے ونود اسے عمران کے ساتھیوں کے ایکریمین سیاحوں کے حلیوں کے بارے میں تفصیل بتانے لگا۔

"کیا ان میں عمران بھی شامل ہے۔ اوور"...... کرنل بھنڈاری نے پوچھا۔

"نو چیف۔ میں نے ان کے ساتھ عمران کو نہیں دیکھا ہے لیکن میں ان چاروں کو بخوبی پہچانتا ہوں۔ ان کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ

سروس سے ہی ہے۔ اوور“...... ونود نے کہا۔

”تمہیں ان پر شک کیسے ہوا کہ وہ عمران اور اس کے ساتھی ہیں۔ اوور“...... کرنل بھنڈاری نے ونود کے بتائے ہوئے حلیئے ایک نوٹ پیڈ پر نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

”میں ایئر پورٹ پر ایک ضروری کام سے آیا تھا چیف۔ میں نے اتفاق سے آنکھوں پر ریڈیم وائٹ چشمہ لگا رکھا تھا جس کی مدد سے میں کم روشنی میں بھی دیکھ سکتا ہوں اور اس چشمے سے دھوپ کی تیز روشنی سے بھی اپنی آنکھیں بچا سکتا ہوں۔ اس چشمے میں یہ خوبی بھی ہے کہ اس چشمے کی مدد سے میں کسی بھی قسم کا میک اپ آسانی سے چیک کر سکتا ہوں۔ میرے دوست نے بھی اسی فلائٹ سے کالائی جانا تھا جسے چھوڑنے میں ایئر پورٹ آیا تھا۔ میں اس کے ساتھ لاؤنج تک آ گیا تھا۔ میں نے لاؤنج میں ہی ان چاروں کو دیکھا تھا۔ ان کے قد کاٹھ دیکھ کر مجھے نجانے کیوں ان پر شک سا ہوا تو میں نے چشمے کا سپیشل بٹن پریس کر دیا جس کی مدد سے میں کسی بھی قسم کے میک اپ کے پیچھے چھپے ہوئے چہرے دیکھ سکتا تھا اور جب میں نے ان کے اصلی چہرے دیکھے ہو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ پاکیشیائی ایجنٹ ہیں۔ اوور“...... ونود نے کہا۔

”ہونہہ۔ آخر ان کا کافرستان آنے اور خاص طور پر کالائی جانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ اوور“...... کرنل بھنڈاری نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے چیف۔ آپ انہیں کالائی ایئر پورٹ پر ہی پکڑ لیں۔ آپ کی گرفت میں آنے کے بعد وہ خود ہی اگل دیں گے کہ وہ کافرستان اور خاص طور پر کالائی کیوں آئے ہیں۔ اوور“...... ونود نے کہا۔

”ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ کیا کیا جا سکتا ہے۔ اور کوئی بات ہے تو وہ بھی بتا دو۔ اوور“...... کرنل بھنڈاری نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

”نو چیف۔ اور کوئی خاص بات نہیں ہے۔ اوور“...... ونود نے کہا تو کرنل بھنڈاری نے اوور اینڈ آل کہہ کر اس سے رابطہ ختم کر دیا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے میز پر رکھ دیا۔

”آخر پاکیشیائی ایجنٹوں کا اس طرح اچانک کافرستان آنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ کیا انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں نے مہاراج اکرام کی مدد سے ان کے سیکرٹ سٹرانگ روم سے ٹاپ سیکرٹ فائل حاصل کی ہے۔ لیکن انہیں کیسے پتہ چل سکتا ہے کہ فائل کافرستان پہنچی ہے جبکہ اسے ایک آسیبی طاقت نے پاکیشیا سے چوری کیا تھا۔ بھلا کوئی آسیبی طاقت اپنے پیچھے اپنا نشان کیسے چھوڑ سکتی ہے“۔ کرنل بھنڈاری نے بے حد الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ کافی دیر تک سر کھپاتا رہا لیکن اسے اس بات پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس اس فائل کے حصول کے لئے کافرستان پہنچ رہی ہے۔ جب اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو اس نے سر جھٹک کر

انٹرکام کا بٹن پریس کر دیا۔
''یس سر''...... دوسری طرف سے اس کے پرسنل سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔
''شاملے کہاں ہے''...... کرنل بھنڈاری نے پوچھا۔
''یہیں میرے پاس بیٹھے ہیں جناب''...... پرسنل سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔
''اسے فوراً میرے پاس بھیجو''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔
''یس سر''...... پرسنل سیکرٹری نے کہا اور کرنل بھنڈاری نے انٹرکام کا بٹن آف کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور شاملے کا چہرہ دکھائی دیا۔
''میں اندر آ جاؤں چیف''...... شاملے نے کہا۔
''آ جاؤ''...... کرنل بھنڈاری نے کہا تو شاملے اندر آ گیا۔
''بیٹھو''...... کرنل بھنڈاری نے کہا تو شاملے شکریہ کہہ کر میز کے سامنے بیٹھ گیا۔
''پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چار ممبران کافرستان پہنچ رہے ہیں''...... کرنل بھنڈاری نے کہا تو شاملے بری طرح سے اچھل پڑا۔
''پاکیشیا سیکرٹ سروس''...... شاملے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
''ہاں۔ مجھے پاکیشیا کے فارن ایجنٹ ونود کی کال آئی تھی۔ اس نے بتایا ہے کہ اس نے پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چار افراد جن

میں ایک عورت بھی شامل ہے کافرستان آنے والی ایک فلائٹ میں سوار ہوتے دیکھا ہے۔ وہ فلائٹ پاکیشیا سے کافرستان کے شہر کالائی آ رہی ہے''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔
''اوہ۔ لیکن وہ کافرستان کیوں آ رہے ہیں اور ونود کو کیسے یقین ہے کہ ان چار افراد کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے اور کیا اس نے اپنی آنکھوں سے انہیں کالائی آنے والی فلائٹ میں سوار ہوتے دیکھا ہے''...... شاملے نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
''ہاں۔ اس نے ان چاروں کو خود دیکھا ہے اور وہ انہیں بخوبی پہچانتا ہے کہ ان کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے''...... کرنل بھنڈاری نے کہا اور پھر اس نے شاملے کو ونود سے ہونے والے بات چیت کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔

عمران فلیٹ میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ فلیٹ کا حلیہ ہی بگڑا ہوا تھا۔ فلیٹ کے سٹنگ روم کی ہر چیز الٹی پلٹی ہوئی تھی جیسے وہاں کسی نے زبردست دھنگا مشتی کی ہو اور ہر چیز الٹ پلٹ کر رکھ دی ہو۔

ایک طرف ایک کرسی پر سلمیٰ بیگم پریشان انداز میں کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی اور سامنے ایک پلر کے ساتھ سوپر فیاض رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس کے منہ میں ایک کپڑا بھی ٹھنسا ہوا تھا۔ وہ خود کو رسیوں سے آزاد کرانے کے لئے بری طرح سے اپنے جسم کو جھٹکے مار رہا تھا۔ اس کے جسم پر سوائے ایک جانگیئے اور بنیان کے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے جسم پر جگہ جگہ زخموں کے نشان دکھائی دے رہے تھے جیسے اس کی کسی کے ساتھ زبردست فائٹ ہوئی ہو اور وہ لڑتے ہوئے زخمی ہو گیا ہو۔

”دیکھ لیں۔ آپ کے دوست نے فلیٹ کا کیا حشر کیا ہے۔

میں انہیں اگر فوری طور پر قابو کر کے باندھ نہ دیتا تو یہ سارا فلیٹ ہی تباہ کر کے رکھ دیتے“...... سلیمان نے کہا جس نے عمران کے لئے دروازہ کھولا تھا اور اس کے پیچھے ہی سٹنگ روم میں آ گیا تھا۔ اس کی آواز سن کر سلمیٰ بیگم جو گہرے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی چونک پڑی اور پھر عمران کو دیکھ کر وہ فوراً اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور تیزی سے عمران کی جانب بڑھی۔

”آپ آ گئے عمران بھائی“...... سلمیٰ بیگم نے عمران کی طرف دیکھ کر آبدیدہ لہجے میں کہا۔ اس کا چہرہ مسلسل روتے رہنے کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی ورم زدہ دکھائی دے رہی تھی جیسے وہ پچھلی کئی راتوں سے نہ سوئی ہو۔

”ہاں۔ میں آ گیا ہوں۔ لیکن یہ سب کیا ہے۔ کیا ہوا ہے سوپر فیاض کو“...... عمران نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ پاگل ہو گئے ہیں عمران بھائی۔ ان کا دماغ الٹ گیا ہے۔ نجانے انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ ہر وقت نہ صرف عجیب عجیب باتیں کرتے رہتے ہیں بلکہ ہر وقت گھر میں اودھم مچائے رکھتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے یہ کسی نظر نہ آنے والی مخلوق سے ہر وقت لڑتے جھگڑتے رہتے ہوں۔ انہوں نے یہاں جو حشر کیا ہے اس سے برا حشر اپنے گھر کا کر رکھا ہے۔ گھر کی شاید ہی کوئی چیز ایسی ہو جو سلامت رہ گئی ہو ورنہ انہوں نے تو جیسے پورا گھر ہی تباہ کر کے رکھ دیا ہے“...... سلمیٰ بیگم نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

"لیکن کیوں۔ یہ ایسا کیوں کر رہا ہے"...... عمران نے کہا۔

"میں نہیں جانتی۔ میں تو پچھلے دنوں اپنے ایک عزیز کی وفات پر گاؤں گئی ہوئی تھی اور یہی مجھے گاؤں چھوڑ کر آئے تھے۔ دو روز کے بعد مجھے فضلو بابا نے کال کی تھی کہ صاحب کی حالت بہت خراب ہے۔ یہ رات بھر جاگتے رہتے ہیں اور ہر وقت نجانے کس پر چیختے چلاتے رہتے ہیں اور پھر جب ان کا غصہ بڑھ جاتا ہے تو پھر یہ اپنا سارا غصہ گھر کی چیزوں پر نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔ انہوں نے گھر کی ہر چیز توڑ پھوڑ کر رکھ دی ہے۔ میں فضلو بابا کا فون سن کر فوراً واپس آ گئی تھی اور جب میں گھر پہنچی تو گھر کی حالت دیکھ کر میں بھی پریشان ہو گئی تھی۔ گھر کی کوئی چیز بھی سلامت نہیں تھی۔ ان کی حالت بھی بہت بری تھی۔ مجھے دیکھ کر انہیں نجانے کیا ہوا کہ یہ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہو گئے اور مجھ سے ایک ہی بات بار بار کہہ رہے تھے کہ میری اس سے جان چھڑا دو۔ میری اس سے جان چھڑا دو۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ اسے یہاں سے بھیج دو اور پھر یہ بے ہوش ہو گئے تھے۔ ان کی حالت دیکھ کر میں بھی گھبرا گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کس سے اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں اور انہیں ہوا کیا ہے"۔ سلمیٰ بیگم نے بری طرح سے روتے ہوئے کہا۔

"پھر"...... عمران نے اس کی ساری بات سن کر کہا۔

"گھر کی حالت اس قدر ابتر تھی کہ میں اپنے فیملی ڈاکٹر کو

نہیں بلا سکتی تھی۔ میں انہیں فضلو بابا اور دوسرے ملازمین کے ساتھ کار میں ڈال کر اپنے فیملی ڈاکٹر کے کلینک لے گئی۔ وہ بھی ان کی حالت دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے جب ان کا معائنہ کیا تو انہوں نے بتایا کہ ان کی دماغی حالت بہت خراب ہے اور یہ پچھلی دو راتوں سے مسلسل جاگ رہے ہیں۔ دو روز سے بھوکا پیاسا ہونے کی وجہ سے ان پر کمزوری غالب آ گئی ہے۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب نے ان کا ٹریٹمنٹ کیا تو انہیں نہ صرف ہوش آ گیا بلکہ یہ کافی حد تک ٹھیک بھی لگ رہے تھے لیکن اس کے باوجود یہ پریشان نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہے تھے جیسے یہ کسی نادیدہ ہستی کو تلاش کر رہے ہوں۔ میں نے اور ڈاکٹر صاحب نے کئی بار ان سے ان کی پریشانی کی وجہ پوچھنے کی کوشش کی لیکن انہوں نے کچھ نہیں بتایا۔ جب کلینک میں ان کی حالت سنبھل گئی تو میں ڈاکٹر صاحب کی اجازت سے انہیں گھر لے جانے لگی تو اس طرف سے گزرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ مجھے بھلا اس پر کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میں انہیں آپ کے فلیٹ میں لے آئی اور اس فلیٹ میں آتے ہی ان کی حالت ایک بار پھر بگڑ گئی اور انہوں نے نہ صرف اپنا لباس پھاڑ دیا بلکہ بری طرح سے چیختے ہوئے ادھر ادھر بھاگنا شروع ہو گئے جیسے یہ کسی کے پیچھے بھاگ رہے ہوں اور اسے ہر حال میں پکڑنا چاہتے ہوں۔ یہ فلیٹ کی ہر چیز الٹ پلٹ رہے تھے۔ میں نے اور سلیمان نے انہیں

پکڑنے کی بہت کوشش کی لیکن یہ کسی طرح سے قابو میں ہی نہیں آ
رہے تھے پھر آخر کار سلیمان نے ان کے سر پر ڈنڈا مارا تو یہ بے
ہوش ہو کر گر گئے اور پھر ہم دونوں نے انہیں پکڑ کر باندھ دیا تاکہ
ہوش میں آنے کے بعد یہ دوبارہ اودھم نہ مچا سکیں''...... سلمیٰ بیگم
نے باقی کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اور اس کے جسم پر جو زخم ہیں کیا یہ یہاں اودھم مچاتے ہو
آئے ہیں''...... عمران نے بندھے ہوئے سوپر فیاض کی طرف
سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہاں۔ یہ ہر طرف بھاگ دوڑ کر رہے تھے اور ہر چیز
اٹھا کر کسی پر مارنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ادھر ادھر چھلا
لگانے کی وجہ سے ان کے جسم پر زخم بھی لگ رہے تھے اور خرا
بھی۔ انہیں زیادہ نقصان نہ ہو اسی لئے میں نے ان کے سر پر
مار کر انہیں بے ہوش کیا تھا۔ جیسے ہی ہم نے انہیں باندھا اسی
انہیں ہوش آ گیا اور یہ پھر زور زور سے چیخنا چلانا شروع ہو
اور خود کو آزاد کرنے کی کوشش کرنے لگے تو میں نے ان کے
میں کپڑا ٹھونس دیا''...... اس بار سلمیٰ بیگم کی بجائے سلیمان
جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ آخر اسے ہوا کیا ہے اور یہ کس کے پیچھے بھاگتا
ہے''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''میں نہیں جانتی اور نہ ہی انہوں نے کچھ بتایا ہے''......

بیگم نے کہا۔ عمران چند لمحے غور سے سوپر فیاض کی طرف دیکھتا رہا
جس نے اب خود کو رسیوں سے آزاد کرانے کی جدوجہد ختم کر دی
تھی اور وہ مسلسل عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عمران نے محسوس کیا
جیسے وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے کچھ کہنا چاہ رہا ہے۔
عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کی طرف بڑھنے لگا۔

''احتیاط سے صاحب۔ کہیں یہ آپ پر بھی حملہ نہ کر دیں''۔
سلیمان نے اسے سوپر فیاض کی طرف جاتے دیکھ کر کہا۔

''کیوں۔ کیا اس نے تم پر حملہ کیا تھا''...... عمران نے پوچھا۔

''ہاں صاحب۔ یہ مجھے اور بھابھی کو اپنے نزدیک بھی نہیں آنے
دے رہے تھے''...... سلیمان نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں دیکھتا ہوں''...... عمران نے کہا اور سوپر فیاض
کے نزدیک آ گیا۔ جو اس کی جانب ترحمانہ نظروں سے دیکھ رہا
تھا۔

''کیوں سوپر فیاض۔ کیا ہوا ہے تمہیں۔ کیوں ایسی حرکتیں کر
رہے ہو''...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔
سوپر فیاض کی آنکھیں سرخ اور ورم زدہ تھیں جس سے صاف پتہ
چل رہا تھا کہ وہ واقعی کئی راتوں سے سویا نہ ہو اس کا چہرہ ہلدی کی
طرح زرد ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں خوف کی بھی پرچھائیاں
ناچتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ عمران کی بات سن کر سوپر فیاض
نے زور زور سے سر مارنا شروع کر دیا جیسے وہ عمران سے کہہ رہا ہو

کہ وہ اس کے منہ سے کپڑا نکالے۔

''کیا تم ٹھیک ہو'' ...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا تو سوپر فیاض نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ سوپر فیاض کی آنکھوں میں خوف کے ساتھ انتہائی بے بسی دکھائی دے رہی تھی جیسے وہ کسی بات سے انتہائی زچ آ چکا ہو۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر اس کے منہ سے کپڑا نکال دیا۔

جیسے ہی سوپر فیاض کے منہ سے کپڑا نکلا اس نے یوں گہرے گہرے سانس لینے شروع کر دیئے جیسے وہ میلوں دوڑ لگا کر آ رہا ہو۔ عمران کی نظریں بدستور اس کے چہرے پر گڑی ہوئی تھیں۔

''کیا ہوا ہے تمہیں'' ...... عمران نے پوچھا۔

''کک کک۔ کچھ نہیں'' ...... سوپر فیاض نے تیز تیز سانس لیتے ہوئے کہا۔

''تو پھر یہ پاگلوں جیسی حرکتیں کیوں کر رہے ہو'' ...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض اس کی جانب بے بسی سے دیکھنے لگا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ عمران سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن اس میں کچھ کہنے کی ہمت نہ ہو رہی ہو۔ سوپر فیاض، عمران کی طرف کم اور اس کے عقب میں زیادہ دیکھ رہا تھا۔ عمران نے پلٹ کر دیکھا تو اسے اپنے پیچھے کوئی دکھائی نہیں دیا۔

''کسے دیکھ رہے ہو'' ...... عمران نے پوچھا۔

''وہ وہ'' ...... سوپر فیاض نے ہکلا کر کہا۔ سلیمان اور سلمیٰ بیگم بھی سوپر فیاض کو پہلے سے نارمل دیکھ کر اس کے قریب آ گئے تھے۔

''وہ وہ کیا۔ بولو۔ تم اس قدر کس سے خوفزدہ ہو'' ...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے کھولو۔ میں تمہیں ساری بات بتا دوں گا'' ...... سوپر فیاض نے کہا۔

''سلیمان'' ...... عمران نے سلیمان سے کہا۔

''جی صاحب'' ...... سلیمان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کھولو اسے'' ...... عمران نے کہا۔

''لل لل۔ لیکن صاحب'' ...... سلیمان نے پریشانی کے عالم میں کہنا چاہا۔

''میں نے کہا ہے نا کھولو اسے'' ...... عمران نے غرا کر کہا۔

''جی صاحب'' ...... سلیمان نے کہا اور پھر وہ سوپر فیاض کے قریب آیا اور اس نے سوپر فیاض کی رسیاں کھولنی شروع کر دیں۔ رسیوں سے آزاد ہوتے ہی سوپر فیاض نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر وہ یوں لہرانے لگا جیسے وہ ابھی گر پڑے گا۔ اس پر واقعی بے حد کمزوری غالب تھی۔ عمران نے اسے لہراتے دیکھ کر پکڑا اور پھر اسے سہارا دیتا ہوا ایک الٹے ہوئے صوفے کے پاس لے آیا۔

''صوفہ سیدھا کرو'' ...... عمران نے سلیمان سے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلا کر صوفہ سیدھا کر دیا۔ عمران نے سوپر فیاض کو

صوفے پر بٹھا دیا۔

"اسے پانی لا کر پلاؤ"...... عمران نے کہا تو سلیمان سر ہلاتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

"آخر انہیں ہوا کیا ہے"...... سلمیٰ بیگم نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ یہ ٹھیک ہے"...... عمران نے کہا اور پھر وہ سوپر فیاض کے قریب بیٹھ کر اس کی نبض اور اس کی دل کی دھڑکن چیک کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا کہ سوپر فیاض کا جسم بخار سے تپ رہا تھا۔

"اسے تو تیز بخار ہے"...... عمران نے کہا۔

"بخار۔ لیکن میں ابھی تو ان کا علاج کرا کر لائی ہوں۔ ابھی کچھ دیر پہلے تو ان کا جسم بالکل نارمل تھا"...... سلمیٰ بیگم نے کہا اور اس نے سوپر فیاض کی پیشانی پر ہاتھ لگایا تو اس نے فوراً ہی ہاتھ ہٹا لیا۔ سوپر فیاض کا جسم واقعی آگ کی طرح تپ رہا تھا۔

"ارے باپ رے۔ یہ تو واقعی بخار میں پھنک رہے ہیں"۔ سلمیٰ بیگم نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"مم مم۔ مجھے تم سے بات کرنی ہے عمران"...... سوپر فیاض نے لرزتے ہوئے کہا۔

"تم لیٹ جاؤ پھر آرام سے بات کرنا"...... عمران نے کہا۔

"نن نن۔ نہیں مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ پلیز

میری بات سنو"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"سن لیتا ہوں پہلے تم لیٹ جاؤ"...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض صوفے پر لیٹ گیا۔ اسی لمحے سلیمان اس کے لئے پانی لے آیا۔ اس نے پانی سے بھرا ہوا گلاس عمران کو دیا تو عمران نے ایک ہاتھ سے سوپر فیاض کا سر اٹھایا اور گلاس اس کے منہ سے لگا دیا۔ سوپر فیاض غٹاغٹ پانی پیتا چلا گیا جیسے وہ صدیوں کا پیاسا ہو۔

"اور دو"...... گلاس خالی ہوتے دیکھ کر عمران نے کہا تو سلیمان نے دوسرے ہاتھ میں پکڑے ہوئے جگ سے گلاس میں مزید پانی ڈال دیا۔ سوپر فیاض کی پیاس کا یہ حال تھا کہ وہ پانی کے چار گلاس پی گیا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ رہا تھا جبکہ اس کی آنکھیں اس قدر سرخ ہو رہی تھیں جیسے ان میں خون بھرا ہوا ہو اور اب پانی پینے کے بعد اس کا جسم بری طرح سے کانپنا شروع ہو گیا تھا۔

"ان کی حالت تو زیادہ خراب ہوتی جا رہی ہے۔ انہیں دوبارہ ڈاکٹر کو دکھانا ہو گا"...... سلمیٰ بیگم نے سوپر فیاض کی بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر کہا۔

"نہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ سلیمان جاؤ سٹور روم سے میڈیکل ایڈ باکس اٹھا لاؤ"...... عمران نے کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلایا اور تیز تیز چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ سوپر فیاض کی حالت بری ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا سانس تیز تیز چلنا شروع ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ اس کی بگڑتی

ہوئی حالت دیکھ کر عمران کے چہرے پر واقعی تشویش کے تاثرات نمایاں ہوتے جا رہے تھے۔

”وہ مجھے ہلاک کر دے گا۔ مجھے اس سے بچا لو عمران۔ وہ میری جان کے پیچھے پڑا ہوا ہے“...... سوپر فیاض نے اچانک اس طرح سے بولنا شروع کر دیا جیسے وہ یہ سب کچھ بلا سوچے سمجھے بولتا جا رہا ہو۔

”کون۔ کس کی بات کر رہے ہو“...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”پٹونگا۔ اس کا نام پٹونگا ہے“...... سوپر فیاض نے کہا۔

”پٹونگا۔ یہ کیسا نام ہے“...... عمران نے حیران ہو کر کہا۔ سوپر فیاض کی بات سن کر سلمٰی بیگم کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”میں نہیں جانتا۔ اس نے مجھے اپنا یہی نام بتایا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے“...... سوپر فیاض نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا تو اس کی بات سن کر سلمٰی بیگم بری طرح سے اچھل پڑی۔

”بیٹا“...... سلمٰی بیگم نے تیز لہجے میں کہا۔

”وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔ وہ آسیبی مخلوق ہے۔ وہ جادوگر ہے۔ وہ کوئی بھی روپ بدل سکتا ہے اور اور......“ سوپر فیاض نے جواب دیا۔

”آسیبی مخلوق سے تمہاری کیا مراد ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”اس نے کہا تھا کہ وہ آسیب کی دنیا سے آیا ہے۔ اس نے جادو کے ذریعے میری جان عذاب میں ڈال رکھی ہے۔ میں جہاں جاتا ہوں وہ سائے کی طرح میرے ساتھ لگا رہتا ہے۔ ہر وقت مجھے ستاتا ہے اور مجھے چین سے سونے بھی نہیں دیتا۔ میں اسے دیکھ کر غصے میں آ جاتا ہوں۔ میں نے اسے گولی مارنے کی بھی کوشش کی تھی لیکن اس پر نہ گولی کا اثر ہوتا ہے اور نہ کسی اور چیز کا۔ وہ بہت خطرناک ہے عمران۔ بہت خطرناک۔ خدا کے لئے میری اس سے جان چھڑا دو۔ میں اسے اور برداشت نہیں کر سکتا۔ بالکل برداشت نہیں کر سکتا“...... سوپر فیاض نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

اس کی آواز بے حد نقاہت بھری تھی۔ وہ بولتے بولتے بار بار رک جاتا تھا اور گہرے گہرے سانس لینا شروع کر دیتا تھا پھر جیسے ہی اس کا سانس بحال ہوتا وہ دوبارہ بولنا شروع کر دیتا تھا۔ اس کی باتیں عجیب تھیں اور وہ جس انداز میں بات کر رہا تھا عمران کو یہ سمجھنا مشکل ہو رہا تھا کہ وہ شعور کی کیفیت میں ہے یا لاشعور کی کیفیت میں۔

”میں نے اسے کہا تھا کہ وہ میری جان چھوڑ دے لیکن وہ کہتا ہے کہ وہ میری جان اسی صورت میں چھوڑے گا جب میں اپنے سینے سے اپنا دل نکال کر اسے دے دوں گا ورنہ وہ ہمیشہ میرے ساتھ ہی رہے گا“...... سوپر فیاض نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

"کیا وہ اب بھی تمہارے ساتھ ہے"...... عمران نے کہا تو اس کی بات سن کر سوپر فیاض کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ سرخ ہو گئی تھیں اور اب خون کے لوتھڑوں جیسی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس نے سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔ اسے ادھر ادھر دیکھتا پا کر عمران اور سلمٰی بیگم بھی چاروں طرف دیکھنے لگے۔

"نہیں۔ وہ اس وقت یہاں نہیں ہے"...... سوپر فیاض نے کہا۔

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ وہ ہر وقت سائے کی طرح تمہارے ساتھ لگا رہتا ہے پھر وہ اب تمہارے ساتھ کیوں نہیں ہے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نہیں جانتا۔ جب تم نے میرے منہ سے کپڑا نکالا تھا تو وہ تمہارے پیچھے ہی کھڑا تھا لیکن اب......" سوپر فیاض نے کہا اور پھر اس نے اپنا سر صوفے کے کنارے پر رکھا اور آنکھیں موند لیں۔

"اب کیا"...... عمران نے پوچھا لیکن سوپر فیاض نے اس بار اسے کوئی جواب نہ دیا۔

"فیاض۔ فیاض۔ تم ٹھیک ہو"...... عمران نے اسے کاندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے کہا لیکن سوپر فیاض نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کا سانس چل رہا تھا لیکن جسم ساکت ہو گیا تھا جیسے نقاہت کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا ہو۔

"کک کک۔ کیا ہوا ہے انہیں"...... سلمٰی بیگم نے سوپر فیاض کو

خاموش دیکھ کر کہا۔

"کچھ نہیں۔ بھوکا پیاسا رہنے اور نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے اس پر نقاہت طاری ہے۔ اس وجہ سے یہ بے ہوش ہو گیا ہے"۔ عمران نے سوپر فیاض کا سانس، اس کے دل کی دھڑکن اور نبض چیک کرتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ ٹھیک تو ہو جائیں گے نا اور یہ کس پٹونگا کی بات کر رہے تھے۔ کون ہے جو انہیں اس قدر ستا رہا ہے"...... سلمٰی بیگم نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"یہ لاشعوری کیفیت میں بول رہا تھا۔ مجھے ابھی تک خود بھی اس کی کوئی بات سمجھ نہیں آئی ہے۔ آپ حوصلہ رکھیں۔ میں اسے ابھی طاقت کے انجکشن لگا دیتا ہوں۔ کچھ دیر یہ آرام کر لے گا تو اس کی ساری نقاہت ختم ہو جائے گی اور پھر جب اسے ہوش آئے گا تب اس سے بات کریں گے پھر ہی پتہ چلے گا کہ پٹونگا کون ہے اور کیوں اس کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے"...... عمران نے کہا تو سلمٰی بیگم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کچھ ہی دیر میں سلیمان میڈیکل ایڈ باکس لے کر آ گیا۔ عمران نے میڈیکل ایڈ باکس کھول کر اس میں سے سرنج اور دو انجکشنوں کی شیشیاں نکالیں اور پھر اس نے سوپر فیاض کو یکے بعد دیگرے طاقت کے دو انجکشن لگا دیئے۔

"ابھی اسے آرام کی ضرورت ہے جب تک اس کی کسلمندی ختم نہیں ہو جاتی ہم اسے نہیں جگائیں گے"...... عمران نے کہا تو سلمٰی

بیگم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تو کیا میں انہیں اب گھر لے جاؤں"......سلمیٰ بیگم نے کہا۔

"نہیں۔ اسے یہیں رہنے دیں۔ میں خود اس کا دھیان رکھوں گا اور ضرورت پڑی تو میں اسے ہسپتال بھی لے جاؤں گا۔ اگر آپ گھر جانا چاہتی ہیں تو چلی جائیں"......عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اب چونکہ یہ آرام سے سو رہے ہیں اور آپ نے ان کا دھیان رکھنے کا کہا ہے تو مجھے تسلی ہوگئی ہے۔ میں گھر جا کر گھر کی حالت ٹھیک کراتی ہوں اور پھر دو تین گھنٹوں تک واپس آ جاؤں گی۔ اگر انہیں پہلے ہوش آ گیا تو آپ مجھے فون کر لینا میں اسی وقت آ جاؤں گی"......سلمیٰ بیگم نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے سلیمان کو اشارہ کیا تو وہ سلمیٰ بیگم کو باہر تک چھوڑنے کے لئے چلا گیا۔ کچھ دیر بعد سلیمان، سلمیٰ بیگم کو چھوڑ کر واپس آ گیا۔

"صاحب"......سلیمان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا تو عمران چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"صاحب۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے سوپر فیاض پر واقعی کسی آسیبی مخلوق نے تسلط جما لیا ہو۔ ان کی یہ حالت ضرور اس آسیبی مخلوق نے ہی بنائی ہے"......سلیمان نے سنجیدگی سے کہا۔

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ میں آسیب اور آسیبی دنیا کی باتوں پر یقین نہیں رکھتا"......عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"میں آپ کو یقین رکھنے یا نہ رکھنے کا نہیں کہہ رہا لیکن سوپر فیاض کی باتیں سن کر مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے ان پر کسی پچھل پیری نے تسلط جما لیا ہو اور وہ سوپر فیاض پر عاشق ہوگئی ہے اور اس سے چمٹ گئی ہے"......سلیمان نے کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"پچھل پیری سے تمہاری کیا مراد ہے"......عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ آسیبی دنیا کی ایک مخلوق ہوتی ہے صاحب جو کوئی بھی روپ بدل سکتی ہے۔ دیکھنے میں یہ مخلوق انسانوں جیسی دکھائی دیتی ہے بلکہ بعض اوقات ان کے روپ دنیا کی حسین ترین لڑکیوں جیسے ہوتے ہیں اور جو بھی انہیں دیکھ لے وہ ان کا حسن دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے لیکن اس مخلوق کا سارا حسن اس وقت غارت ہو جاتا ہے جب دیکھنے والے کی نظریں اس کے پیروں پر پڑتی ہیں۔ اس مخلوق کے پاؤں الٹے ہوتے ہیں۔ ان کے پیر الٹے ہونے کی وجہ سے انہیں پچھل پیری کہا جاتا ہے"......سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ میں نے تو آج تک ایسی کوئی مخلوق نہیں دیکھی جس کے پاؤں الٹے ہوں"......عمران نے کہا۔

"یہ مخلوق شہروں میں نہیں بلکہ ویرانوں اور بیابانوں میں ہوتی ہیں یا پھر ایسے جنگلوں میں جہاں انسانوں کی آمد و رفت نہ ہو۔ یہ

انسانوں سے بہت ڈرتی ہیں لیکن ان پچھل پیریوں کی کچھ نسلیں ایسی ہوتی ہیں جو انسانوں کو پسند کرتی ہیں۔ یہ پچھل پیریاں نی میل ہوتی ہیں جو خاص طور پر مردوں کو بے حد پسند کرتی ہیں اور اگر کوئی مرد چاہے وہ کوئی بھی کیوں نہ ہو اور کتنی ہی عمر کا کیوں نہ ہو اس کے سامنے آ جاتی ہیں اور انہیں اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر ان پر عاشق ہو جاتی ہیں اور یہ پچھل پیریاں جن پر عاشق ہو جائیں وہ ان کا زندگی بھر پیچھا نہیں چھوڑتیں اور سائے کی طرح ان کے ساتھ لگی رہتی ہیں''...... سلیمان نے کہا۔

''ہونہہ۔ تو تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ سوپر فیاض پر کوئی پچھل پیری عاشق ہو گئی ہے اور وہ اس پر مسلط ہو گئی ہے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ صاحب۔ سوپر فیاض کی باتیں میں نے سنی ہیں۔ مجھے تو ایسا ہی لگ رہا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی پچھل پیری ہی ہے جو اس کی زندگی عذاب بنا رہی ہے''...... سلیمان نے کہا۔

''تم کہہ رہے ہو کہ پچھل پیریاں مردوں پر عاشق ہو جاتی ہیں اور ان سے چمٹ جاتی ہیں۔ اگر وہ کسی پر عاشق ہو جائے تو پھر وہ اسے نقصان کیوں پہنچاتی ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''پچھل پیریاں جس پر عاشق ہوتی ہیں وہ انہیں ہر لحاظ سے اپنا ہی گرویدہ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس آدمی کو دین و دنیا چھوڑ کر صرف اس کا ہی بن کر رہنا پڑتا ہے اور ایسا تب ہوتا ہے جب

آدمی، پچھل پیری کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہو جائے۔ اگر آدمی اس کی باتیں نہ مانے یا اس کی کسی بھی بات سے اختلاف کرے تو پھر وہ اسے نہ صرف ستاتی ہیں بلکہ اس کا برا حشر کر کے رکھ دیتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ سوپر فیاض کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ پچھل پیری اسے جو کہتی ہو گی یہ اس کی بات ماننے سے انکار کر دیتا ہو گا یا اس کی کسی بات پر توجہ نہیں دیتا ہو گا جس پر پچھل پیری کو غصہ آ جاتا ہو گا اور وہ اسے تنگ کرنا شروع کر دیتی ہو گی''...... سلیمان نے کہا۔

''تمہارا کہنے کا مطلب ہے کہ آسیبی مخلوق سوپر فیاض کو اپنا محکوم بننے کا کہتی ہو گی اور سوپر فیاض اس کی باتوں پر عمل نہیں کرتا ہو گا''۔ عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہاں۔ یہ مخلوق جس مرد پر عاشق ہوتی ہے اسے ہر حال میں اپنا محکوم بنا لیتی ہے اور اگر کوئی حیل و حجت کرے تو اس کی زندگی عذاب بنا دیتی ہے۔ یہاں میں آپ کو ایک بات اور بتا دوں۔ میں نے گاؤں کے بڑوں سے سنا ہے کہ آسیبی دنیا کی مخلوق اپنی مرضی سے کسی کو اپنا محکوم نہیں بنا سکتی۔ میرا مطلب ہے کہ وہ اپنی ساحرانہ طاقتوں سے کسی بھی مرد کو اپنے اشاروں پر نہیں نچا سکتی۔ اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ جس مرد پر اپنا تسلط جمائے اسے نارمل حالت میں رکھے اور اس سے اپنی ہر بات ماننے کے لئے کہے۔ اگر مرد اس کی بات ماننے سے انکار کر دے تو وہ

اسے مصیبتوں اور مشکلوں میں مبتلا کر دے اور اسے اس حد تک تنگ کرے کہ وہ اس کی بات ماننے پر مجبور ہو جائے''...... سلیمان نے کہا۔

''پچھل پیری سے تمہاری مراد کہیں چڑیلیں تو نہیں ہیں جن کا ذکر عام طور پر بچوں کی کہانیوں میں ملتا ہے''...... عمران نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

''جی ہاں۔ یہ چڑیلوں کی ہی ایک قسم ہے لیکن چڑیل کا نام فرضی ہے جبکہ آسیبی مخلوق میں دو قسم کی مخلوق ہوتی ہیں جن میں ایک پچھل پیری ہوتی ہے اور دوسرا چھلاوہ''...... سلیمان نے کہا۔

''چھلاوہ''...... عمران نے کہا۔

''جی ہاں۔ چھلاوہ میل کے زمرے میں آتا ہے اور یہ عام طور پر عورتوں کو اپنا نشانہ بناتا ہے۔ یہ بھی وہی سب کچھ کرتے ہیں جو مردوں کے ساتھ پچھل پیریاں کرتی ہیں۔ چھلاوے، پچھل پیریوں سے کہیں تیز رفتار ہوتے ہیں اور یہ آسانی سے کسی کے قابو میں بھی نہیں آتے۔ یہ بھی ہر طرح کے روپ بدل سکتے ہیں اور ان کے پاس بھی ساحرانہ طاقتوں کی کمی نہیں ہوتی۔ اگر یہ کسی پر عاشق ہو جائیں تو یہ انسانوں کو اپنے ساتھ ویرانوں میں لے جاتے ہیں اور انہیں زندگی بھر اپنا محکوم بنا کر رکھتے ہیں''...... سلیمان نے کہا۔

''پتہ نہیں کیوں مجھے تمہاری کوئی بات بھی ٹھیک طور پر سمجھ نہیں آ رہی ہے۔ میں نہ کسی آسیبی مخلوق پر یقین کرتا ہوں۔ نہ پچھل پیری

پر اور نہ ہی چھلاوں پر۔ یہ سب کتابی باتیں ہیں''...... عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

''مجھے پتہ تھا کہ آپ میری کسی بھی بات پر یقین نہیں کریں گے۔ گاؤں کے بڑے بوڑھوں نے مجھے جو کچھ بتایا تھا اسی حالت میں، میں نے سوپر فیاض کو دیکھا ہے اس لئے میں اب بھی کہوں گا کہ اس پر ضرور کسی پچھل پیری کا تسلط ہے۔ اگر آپ اس بات کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں تو پھر ایسا کریں کہ سوپر فیاض کو ساتھ لیں اور میرے ساتھ میرے گاؤں چلیں۔ وہاں ایک بزرگ ہیں جن کا نام سید ابرار شاہ ہے۔ وہ آسیبی دنیا میں نہ صرف جا چکے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے پچھل پیریوں اور چھلاوں کو دیکھا بھی ہے۔ وہ سوپر فیاض کو دیکھتے ہی بتا دیں گے کہ اس پر کسی پچھل پیری کا اثر ہے یا کسی چھلاوے کا اور ان کے پاس ایسا علم ہے کہ اگر سوپر فیاض پر کسی پچھل پیری یا چھلاوے کا اثر ہوا تو وہ ہمیشہ کے لئے اس پر سے انہیں ہٹا کر دور بھگا دیں گے۔ جیسے ہی سوپر فیاض پر سے آسیبی مخلوق کا سایہ ہٹے گا یہ اسی وقت صحت یاب ہو جائے گا''...... سلیمان نے کہا۔

''اور اگر ایسا نہ ہوا تو''...... عمران نے اسے گھور کر کہا۔

''ایک بار آزمانے میں کیا حرج ہے''...... سلیمان نے کہا۔

''اس سے بہتر میں جوزف کو کیوں نہ بلا لوں۔ وہ ماورائی دنیا کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ اگر سوپر فیاض پر آسیب یا کسی

ماورائی طاقت کا سایہ ہوا تو اسے فوراً پتہ چل جائے گا اور وہ بھی سوپر فیاض کو ان طاقتوں سے نجات دلانے کی کوشش کر سکتا ہے''۔ عمران نے کہا۔

''کالا بھوت صرف کوشش کر سکتا ہے یقینی طور پر وہ سوپر فیاض کو ان طاقتوں سے نجات نہیں دلا سکتا۔ اگر سوپر فیاض پر واقعی آسیب کا سایہ ہے تو پھر اسے ٹھیک کرنے کے لئے سید ابرار شاہ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے''...... سلیمان نے کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

''سوچیں نہیں صاحب۔ میری بات مان لیں۔ سوپر فیاض کی حالت خراب سے خراب ہوتی جا رہی ہے۔ اگر جلد سے جلد اس پر سے آسیبی سائے کو نہ ہٹایا گیا تو وہ غصے میں آ کر اسے ہلاک بھی کر سکتی ہے''...... سلیمان نے کہا۔

''ہونہہ۔ تم نے کہا ہے کہ آسیبی طاقتیں ویرانوں اور بیابانوں میں رہتی ہیں اور یہ اس وقت ہی کسی کو اپنا اسیر بناتی ہیں جب کوئی ان کے ویرانے میں جائے پھر سوپر فیاض پر کوئی آسیبی مخلوق کیسے مسلط ہو سکتی ہے یہ تو کسی ویرانے یا بیابان علاقے میں نہیں گیا تھا''...... عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

''سوپر فیاض اپنی بیگم کے ساتھ کمال پور گیا تھا صاحب اور سلمیٰ بھابھی نے مجھے بتایا تھا کہ یہ انہیں کمال پور چھوڑ کر اکیلے ہی واپس آ گئے تھے۔ راستے میں پہاڑی علاقہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ سوپر

فیاض واپسی میں کسی ایسی جگہ سے گزرا ہو جو ویران ہو اور جہاں تک مجھے یاد پڑ رہا ہے کہ کمال پور سے شہر کی طرف جانے والے ایک شارٹ کٹ راستے میں اڈیاگا نامی ایک جنگل ہے۔ یہ جنگل کافی چھوٹا ہے لیکن اس جنگل کے بارے میں مشہور ہے کہ وہاں ہر وقت ویرانی چھائی رہتی ہے۔ اس جنگل کے درختوں پر پرندے تک جا کر نہیں بیٹھتے اور نہ ہی اس علاقے میں کوئی جانور پایا جاتا ہے۔ اس جنگل سے ہر وقت خوفناک اور ڈراؤنی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور وہاں ہر وقت تاریکی بھی چھائی رہتی ہے جس کی وجہ سے جنگل کا ماحول بے حد ہیبت ناک ہو جاتا ہے اور اس ہیبت ناک جنگل کی طرف رات کے وقت تو کیا کوئی دن کو بھی جانا پسند نہیں کرتا اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس جنگل سے گزرنے والے بہت سے کمزور دل افراد اپنی جانیں بھی گنوا چکے ہیں اور بہت سے ایسے انسان بھی ہیں جنہوں نے اس جنگل میں عجیب و غریب اور خوفناک مخلوق دیکھی تھی اور اس وقت سے اب تک وہ پاگل خانے میں ہی زندگیاں گزار رہے ہیں''...... سلیمان نے کہا۔

''تو تمہارا کیا خیال ہے کیا سوپر فیاض اس جنگل میں گیا تھا اور وہیں سے یہ اپنے ساتھ کسی آسیبی مخلوق کو لایا ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ سوپر فیاض جلد سے جلد شہر پہنچنے کے لئے شارٹ کٹ کے طور پر اس جنگل سے گزر رہا ہو اور وہیں اس کی

ملاقات کسی آسیبی مخلوق سے ہو گئی ہو جو حسین دوشیزہ کے روپ میں اس کے سامنے آ گئی ہو سوپر فیاض اس پر عاشق ہو گیا ہو اور سوپر فیاض اس حسین دوشیزہ کو اپنے ساتھ شہر لے آیا ہو“...... سلیمان نے سوپر فیاض کی نفسیات کے عین مطابق بات کرتے ہوئے کہا تو عمران برے برے منہ بنانا شروع ہو گیا جیسے اسے سلیمان کی بات سن کر شدید کوفت ہو رہی ہو۔

”بس کرو۔ مجھے یہ سب باتیں کسی بھی طور پر ہضم نہیں ہو رہی ہیں سوپر فیاض اس معاملے میں احمق ضرور ہے مگر اتنا بھی نہیں“...... عمران نے کہا۔

”اوہ۔ مجھے یاد آیا۔ سوپر فیاض نے ایک نام لیا تھا۔ کیا نام تھا۔ پٹانگو۔ شٹانگو۔ ایسا ہی کچھ نام تھا“...... سلیمان نے کہا

”پٹونگا کہا تھا اس نے“...... عمران نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ پٹونگا۔ ایسے نام آسیبی دنیا میں عام طور پر چھلاوں کے رکھے جاتے ہیں۔ پٹونگا، شٹونگا، ہٹونگا اور جٹونگا۔ اس کا مطلب ہے کہ سوپر فیاض پر کوئی چھل پیری نہیں بلکہ کوئی چھلاوہ مسلط ہے“...... سلیمان نے کہا۔

”کیا وہ بھی سوپر فیاض کا عاشق ہے“...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”نہیں۔ وہ کسی اور وجہ سے سوپر فیاض پر مسلط ہوا ہے۔ آپ کو ایک بات اور یاد دلا دوں سوپر فیاض نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ خود کو

اس کا بیٹا کہتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ یقیناً کوئی چھلاوہ ہے جس نے کسی خاص مقصد کے لئے سوپر فیاض کو اپنے تسلط میں لیا ہے اور سوپر فیاض چونکہ اس کی باتیں ماننے سے انکار کر رہا ہے اس لئے وہ اسے تنگ کر رہا ہے اور اسے تکلیف پہنچا رہا ہے تا کہ وہ اس کی بات مان جائے“...... سلیمان نے کہا۔

”پھر وہی بات۔ آخر کسی چھلاوے کو سوپر فیاض سے کچھ منوانے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے“...... عمران نے جھلاہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

”اس کا جواب یا تو سوپر فیاض دے سکتا ہے یا پھر وہ چھلاوہ جو سوپر فیاض کے ساتھ شہر تک آ گیا ہے اور وہ بھی اس کا بیٹا بن کر“...... سلیمان نے کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

”تم ساری باتیں چھوڑو اور جوزف کو فون کرو۔ مجھے تمہاری کسی بھی بات پر یقین نہیں آ رہا ہے۔ یہ تو ممکن ہو سکتا ہے کہ سوپر فیاض کسی ماورائی طاقت کے نرغے میں آ گیا ہو لیکن آسیبی طاقت اور وہ تم نے کیا کہا تھا چھل پیری اور چھلاوہ۔ ان سب باتوں کو میرا دل نہیں مان رہا ہے۔ اگر یہ کسی ماورائی طاقت کا معاملہ ہے تو پھر اسے جوزف آسانی سے ہینڈل کر سکتا ہے“...... عمران نے کہا تو سلیمان ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ کو جوزف پر اتنا ہی بھروسہ ہے تو بلا لیں اسے مجھے کیا۔ اس نے بھی میری بتائی ہوئی باتیں کرنی ہیں اور

جب وہ آپ کو یہ سب بتائے گا تب آپ کو مجھ پر یقین ہو جائے گا کہ میں بھی ان معاملات میں شدبد رکھتا ہوں''...... سلیمان نے کہا اور مڑ کر تیز تیز چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

سلیمان کے جانے کے بعد عمران نے سوپر فیاض کو ایک بار پھر چیک کیا تو اس کی پریشانی بڑھ گئی۔ سوپر فیاض کا جسم پھنک رہا تھا اور اس کی دل کی دھڑکن اور نبض کی رفتار بے حد تیز ہو رہی تھی۔

''اس کا بخار تو بڑھتا جا رہا ہے''...... عمران نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ کچھ دیر کے بعد سلیمان واپس آ گیا۔

''میں نے جوزف کو فون کر دیا ہے۔ وہ آ رہا ہے''...... سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تم اس کا خیال رکھو۔ میں ابھی آ تا ہوں''...... عمران نے کہا تو سلیمان سر ہلا کر سوپر فیاض کے قریب آ گیا۔ عمران، سوپر فیاض کے پاس سے اٹھا اور تیز تیز چلتا ہوا سپیشل روم کی طرف چلا گیا اور سلیمان اس کی جگہ سوپر فیاض کے قریب بیٹھ گیا۔ اسی لمحے سوپر فیاض کے منہ سے عجیب عجیب آوازیں نکلنے لگیں۔ اس کے منہ سے نکلنے والی آوازیں سن کر سلیمان چونک پڑا اور اس نے اپنے کان سوپر فیاض کے منہ کے قریب کر لئے تاکہ وہ اس کی بڑبڑاہٹ سن سکے۔

''خدا کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے پٹونگا۔ جاؤ چلے جاؤ یہاں سے۔ تم جو مرضی کر لو چاہے میرے

ٹکڑے ٹکڑے کر لو لیکن میں تمہارے ساتھ آسیبی دنیا میں نہیں جاؤں گا۔ کبھی نہیں جاؤں گا''...... سوپر فیاض بری طرح سے کسمساتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کی بات سن کر سلیمان نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''اگر تمہیں کافرستان کے کسی مہاراج سے اپنی کسی شہزادی کو آزاد کرانا ہے تو اس کے لئے تم کسی اور کو دیکھو۔ میں نہ کافرستان جا سکتا ہوں اور نہ مجھ میں اتنی سکت ہے کہ میں کافرستان جا کر کسی وچ ڈاکٹر کا مقابلہ کر سکوں۔ تم نے میرا غلط انتخاب کیا ہے اور میں ایسے کسی انسان کو بھی نہیں جانتا ہوں جو اس معاملے میں تمہاری مدد کر سکے''...... سوپر فیاض نے ایک بار پھر بڑبڑانا شروع کر دیا۔

سلیمان ابھی اس کی باتیں سن ہی رہا تھا کہ اسی لمحے عمران واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھوں میں مقدس کلام والی ایک تختی تھی جس میں اس نے سیاہ رنگ کا دھاگہ پرو رکھا تھا۔

''یہ کیا ہے''...... سلیمان نے عمران کی طرف دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اگر تمہارے کہنے کے مطابق سوپر فیاض پر کسی آسیب کا سایہ ہے تو پھر میں اس کے گلے میں لوحِ قرآنی ڈال دیتا ہوں۔ لوحِ قرآنی کے اثر سے اس کے سر سے آسیب اتر جائے گا''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ ابھی ایسا نہ کریں''...... سلیمان نے کہا تو عمران چونک

کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیوں''...... عمران نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابھی اس بات کا علم نہیں ہوا ہے کہ سوپر فیاض پر کس قدر گندے آسیب کا سایہ ہے۔ اگر وہ انتہائی رذیل اور گندا آسیب ہوا تو اس نے سوپر فیاض کو اپنے قابو میں کرنے کے لئے اسے بھی ناپاک کر رکھا ہو گا۔ ہوسکتا ہے کہ آسیب نے سوپر فیاض پر کسی ناپاک جانور کا خون چھڑک رکھا ہو یا ایسا خون اس کے منہ میں ڈال رکھا ہو۔ جب تک سوپر فیاض غسل نہیں کر لیتا اس وقت تک اس کے گلے میں مقدس کلام ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ یہ کلام انتہائی پاک ہے اور اسے پاک حالت میں ہی اپنے پاس رکھا جا سکتا ہے ناپاکی میں نہیں''...... سلیمان نے کہا۔

''اوہ۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو واقعی ہمیں مقدس کلام کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے اور کسی بھی مقدس کلام کو ہاتھ لگانے سے پہلے خود کو طہارت کر کے پاک صاف کر لینا چاہئے تاکہ مقدس کلام کے تقدس میں کوئی کمی نہ آئے اور ہم ثواب حاصل کرنے کی بجائے گناہگار نہ ہو جائیں''...... عمران نے سلیمان کی بات سمجھتے ہوئے کہا۔

''سوپر فیاض ابھی کچھ بڑبڑا رہا تھا''...... سلیمان نے کہا۔

''کیا''...... عمران نے پوچھا تو سلیمان نے سوپر فیاض کی جو

بڑبڑاہٹ سنی تھی اس کے بارے میں عمران کو بتانا شروع کر دیا۔

''ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی نادیدہ طاقت سوپر فیاض اپنے ساتھ آسیبی دنیا میں جانے کے لئے مجبور کر رہی ہے''۔ ع نے کہا۔

''جی ہاں اور آسیبی دنیا کی کوئی شہزادی کافرستان کے مہاراج کے قبضے میں ہے جسے آسیبی دنیا کے آسیب کسی انسا مدد سے آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ اسی مقصد کے لئے ایک آسیب سوپر فیاض پر تسلط کیا ہے تاکہ وہ اس کی مدد سے اپنی شہزاد کافرستان کے کسی وچ ڈاکٹر کی قید سے آزاد کرا سکیں اور و کے لئے سوپر فیاض کو مجبور کر رہا ہے۔ آسیب شاید سوپر فیاض جان چھوڑ دے لیکن وہ چاہتا ہے کہ سوپر فیاض اسے کسی ایسے کے بارے میں بتا دے جو اس کی مدد کر سکے اور یہ بات اسی اشارہ کرتی ہے کہ آسیبی دنیا کی مخلوق کسی انسان کی مدد کافرستان کے مہاراج نامی وچ ڈاکٹر سے اپنی شہزادی کو آزا چاہتی ہے۔ آپ ان باتوں کو سمجھنے کی کوشش کریں تو آپ یقین آ جائے گا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں تھا ا ہے''۔ سلیمان نے کہا۔ اس سے پہلے کہ عمران اس کی بات کا جواب دیتا اسی لمحے کال بیل بج اٹھی۔

''لگتا ہے جوزف پہنچ گیا ہے۔ جاؤ جا کر اس کے لئے د کھولو''...... عمران نے کہا تو سلیمان برے برے منہ بناتا ہ

اور تیز تیز چلتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔ کچھ ہی دیر کے بعد سلیمان کے ساتھ جوزف اندر آتا دکھائی دیا۔ جوزف جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا وہ یکلخت ٹھٹھک کر رک گیا اور اس کے چہرے کے تاثرات یکلخت بدلتے چلے گئے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں سوپر فیاض پر جم گئیں۔

''سوڈانگو۔ یہ کہاں سے آ گیا''...... جوزف کے منہ سے حیرت بھرے لہجے میں نکلا۔ اسی لمحے ایک زور دار کڑاکا ہوا اور جوزف کے منہ سے ایک زور دار چیخ نکلی اور وہ چیختا ہوا کھلے ہوئے دروازے سے باہر جا گرا۔ وہ پوری قوت سے باہر موجود دیوار سے ٹکرایا تھا اور دیوار سے ٹکراتے ہی دھب سے نیچے گرا اور بری طرح سے تڑپنا شروع ہو گیا۔

''کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ ہمیں کافرستانی علاقے کالائی میں مل جائے گا''...... جولیا نے صفدر کی طرف دیکھ کر استفسار کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ آپ بے فکر رہیں۔ وہ ہمیں سوائے کالائی کے اور کہیں نہیں مل سکتا ہے''...... صفدر نے جواب دیا۔

''دیکھ لو۔ ہم چاروں چیف اور اپنے باقی ساتھیوں کو بتائے بغیر خاموشی سے کافرستان جا رہے ہیں اور وہ بھی ایک ایسی چیز کے لئے جس کا سیکرٹ سروس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ چیف کو پتہ چل جائے کہ ہم اسے بغیر اطلاع کئے کافرستان روانہ ہوئے ہیں۔ اگر چیف کو علم ہو گیا تو پھر وہ اس کا سخت نوٹس لے گا اور ہمیں جواب دینا مشکل ہو جائے گا''...... جولیا نے کہا۔

''آپ فکر نہ کریں مس جولیا۔ چیف کو اس بات کا علم نہیں ہو گا کہ ہم کافرستان گئے ہیں۔ ہمارا یہ ٹرپ چند گھنٹوں کا ہے۔ ہم

کالائی جائیں گے اور وہاں سے وہ چیز حاصل کر کے اگلی ہی فلائٹ سے واپس پاکیشیا پہنچ جائیں گے۔ اگر بالفرض محال چیف کو علم بھی ہو گیا تو ہم چیف کو بتا دیں گے کہ ہم نجی دورے پر چند گھنٹوں کے لئے کافرستان گئے تھے۔ ان دنوں چونکہ ہم سب فری ہیں اس لئے چیف نے ہماری نقل و حرکت پر کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے۔ ہم کہیں بھی آ جا سکتے ہیں''...... صفدر نے کہا۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن نجانے کیوں مجھے کچھ اور ہی محسوس ہو رہا ہے''...... جولیا نے کہا۔ اس کے چہرے پر قدرے پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے اور وہ الجھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ صفدر، تنویر اور کیپٹن شکیل تھے۔ وہ سب ایک کار میں سوار انٹر نیشنل ایئر پورٹ کی طرف جا رہے تھے۔ ان چاروں نے ایکریمین میک اپ کر رکھے تھے جن کے ان کے پاس مکمل کاغذات بھی موجود تھے اور ان سب کے کاغذات صفدر نے ہی تیار کرائے تھے۔ ان کا کافرستان کا مختصر سا توڑ تھا اس لئے انہوں نے سادہ سے میک اپ کئے تھے اور ان کا خیال تھا کہ وہ ایک فلائٹ سے کافرستانی شہر کالائی جائیں گے اور دو تین گھنٹوں میں اپنا کام ختم کر کے وہ اگلی فلائٹ سے واپس پاکیشیا پہنچ جائیں گے۔

''لیکن تم یہ بات اس قدر وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ جس چیز کی ہمیں تلاش ہے وہ کالائی میں ہی مل سکتی ہے کہیں اور نہیں''۔ تنویر نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اس کے بارے میں مجھے ایک آدمی نے بتایا تھا جس کا تعلق کافرستانی شہر کالائی سے ہے۔ اس نے کہا تھا کہ اگر مجھے وہ چیز درکار ہے تو اس کے لئے مجھے سوائے کالائی کے جنگلوں کے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کالائی کے جنگلوں کے اس مقام کے بارے میں بھی اس آدمی نے مجھے بتا دیا تھا جہاں وہ چیز وافر مقدار میں موجود ہے۔ میں نے اس چیز کے لئے دوسرے ممالک اور بہت سی جگہوں پر رابطے کئے تھے لیکن اور کہیں بھی اس چیز کے ہونے کا مجھے کوئی ثبوت نہیں ملا تھا۔ اب جبکہ مجھے علم ہو گیا ہے کہ وہ چیز ہمیں صرف اور صرف کالائی کے جنگلوں سے مل سکتی ہے تو پھر ہمیں کہیں اور جانے کی ضرورت بھی کیا ہے اس لئے میں نے کالائی آنے کا ہی پروگرام بنایا تھا۔ میں تو اکیلا یہاں آنا چاہتا تھا لیکن تم سب کے کہنے پر میں تم سب کو بھی ساتھ لے آیا ہوں''...... صفدر نے کہا۔

''تو ہم نے کب کہا ہے کہ تم ہمیں زبردستی اپنے ساتھ لے جا رہے ہو''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''نہیں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا۔ مس جولیا جس طرح سے پریشان ہو رہی ہیں کہ ہمارے اس ٹرپ کا اگر چیف کو پتہ چل گیا تو وہ نجانے کیا کہیں گے اگر انہیں چیف سے ڈر لگتا ہے تو اب بھی وقت ہے۔ تم تینوں ڈراپ ہو جاؤ۔ میں اکیلا ہی کالائی چلا جاتا ہوں کل تک وہ چیز لے کر میں واپس بھی آ جاؤں گا''...... صفدر نے کہا۔

”نہیں۔ اب جب ہم نے تمہارے ساتھ جانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ ہم بھی تمہارے ساتھ جائیں گے اور بات صرف چند گھنٹوں کی ہی تو ہے۔ میں نے تو ٹرپ کے چیف کے علم میں آنے کی بات کی تھی کہ کہیں وہ اس بات پر اعتراض نہ کرے کہ ہم اسے بتائے بغیر بیرون ملک کیوں گئے تھے“...... جولیا نے کہا۔

”نہیں ہوتا انہیں علم۔ آپ بے فکر رہیں اور میں نے کہا ہے نا اگر چیف کو علم ہو بھی گیا تو وہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔ ہم ایک خاص کام کے لئے جا رہے ہیں سیر و تفریح کے لئے تو نہیں“...... صفدر نے کہا تو جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایئر پورٹ پہنچ گئے۔ صفدر نے کار پارکنگ میں روکی اور پھر وہ چاروں کار سے نکل آئے۔ ان کے پاس ہلکے پھلکے سامان کے تھیلے تھے جو انہوں نے کندھوں پر لٹکا رکھے تھے۔ کچھ ہی دیر میں وہ امیگریشن سے اپنے کاغذات کلیئر کرا کر اور بورڈنگ کارڈ لے کر لاؤنج میں آ گئے اور وہاں فلائٹ کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ ایک گھنٹے کے بعد ان کی فلائٹ کا اعلان ہوا تو وہ چاروں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اگلے بیس منٹ کے بعد وہ چاروں کافرستان جانے والی فلائٹ میں سوار تھے اور پھر آدھے گھنٹے کے مزید انتظار کے بعد آخر کار ان کی فلائٹ کافرستان جانے کے لئے پرواز کر گئی۔ وہ چاروں ایک دوسرے کے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

فلائٹ میں وہ ایک دوسرے سے بات کرنے سے گریز کر رہے تھے۔

ان کی فلائٹ ایک گھنٹے تک پرواز کرتی رہی پھر پائلٹ کی طرف سے اعلان کیا جانے لگا کہ وہ پاکیشیائی سرحد کراس کر کے کافرستان میں داخل ہو چکے ہیں۔ کافرستان کا شہر کالائی چونکہ چار گھنٹوں کے سفر پر محیط تھا اس لئے وہ کالائی جانے سے پہلے کافرستان کے دو مخصوص ایئر پورٹس پر رکیں گے اور اس کے بعد ان کی فلائٹ کالائی کے لئے روانہ ہو جائے گی۔

فلائٹ کا پہلا اسٹاپ کانڈیا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ یہاں ایک گھنٹے کا سٹے تھا۔ طیارے کی ضروری دیکھ بحال کے ساتھ اس کی فیول ایڈجسمنٹ کی جانی تھی اس لئے طیارے کے تمام مسافروں کو اتار لیا گیا اور انہیں ایک گھنٹے کے لئے لاؤنج میں پہنچا دیا گیا تا کہ وہ وہاں ریسٹ کر سکیں۔ اس طیارے میں جن پسنجرز کو یہاں آنا تھا وہ تو امیگریشن کاؤنٹر کی طرف چلے گئے تھے جبکہ باقی مسافروں کو لاؤنج سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔

جولیا اور اس کے تینوں ساتھی بھی لاؤنج میں موجود تھے کہ اسی لمحے صفدر کو اپنے سیل فون پر ایک ایس ایم ایس موصول ہوا۔ اس نے سیل فون پر آنے والا میسج دیکھا تو اس کی پیشانی پر بل سے آ گئے۔

”کیا ہوا“...... جولیا جو اس کی طرف غور سے دیکھ رہی تھی، نے

چونک کر پوچھا۔

"ایک منٹ"...... صفدر نے کہا اور اس نے جس نمبر سے میسج آیا تھا اس نمبر پر کال کرنی شروع کر دی۔ کچھ ہی دیر میں اس کا رابطہ ہو گیا۔

"مسٹر جیوش۔ میں کارناڈ بول رہا ہوں۔ ابھی ابھی آپ نے مجھے جو میسج کیا ہے۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ کا اس میسج کے کرنے کا کیا مقصد تھا"...... صفدر نے سادہ سے لہجے میں کہا۔

"ابھی میں مصروف ہوں۔ آپ کچھ دیر تک مجھے ون ون پر کال کریں۔ میں آپ کو پوری تفصیل بتا دوں گا"...... دوسری طرف سے جیوش کی آواز سنائی دی۔

"اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں چند منٹ تک آپ سے رابطہ کرتا ہوں"...... صفدر نے کہا اور اس نے سیل فون آف کر دیا۔ جولیا کے ساتھ ساتھ تنویر اور کیپٹن شکیل بھی حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ صفدر کی آنکھوں میں شدید الجھن اور پریشانی کے تاثرات نمایاں دکھائی دے رہے تھے۔

"معاملہ کیا ہے۔ تم اس قدر الجھے ہوئے کیوں دکھائی دے رہے ہو اور یہ جیوش کون ہے جس سے تم نے رابطہ کیا تھا۔ کیا میسج کیا تھا اس نے تمہیں جو تمہیں اس سے رابطہ کرنے کی ضرورت پیش آ گئی"...... جولیا نے حیرت بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ خود دیکھ لیں"...... صفدر نے کہا اور اس نے سیل فون پر جیوش کی طرف سے آنے والا میسج اوپن کیا اور سیل فون جولیا کو دے دیا۔ جولیا نے میسج دیکھا پھر اس نے سیل فون تنویر کو دے دیا۔ تنویر نے بھی میسج دیکھا اور سیل فون کیپٹن شکیل کو دے دیا۔ میسج میں لکھا تھا کہ وہ چاروں فوری طور پر اپنا سفر ملتوی کر دیں ورنہ ان کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ کیپٹن شکیل نے میسج سینڈ کرنے والے کا نمبر دیکھا تو اس کے چہرے پر بھی حیرت لہرانے لگی۔ یہ نمبر صدیقی کا تھا۔ چونکہ وہ سب ایکریمین میک اپ میں تھے اس لئے صفدر نے جان بوجھ کر پاکیشیا کال کرتے ہوئے صدیقی کو غیر ملکی نام جیوش سے مخاطب کیا تھا۔

"حیرت ہے۔ اسے کیسے معلوم ہوا کہ ہم کالائی جا رہے ہیں اور اس کا یہ میسج"...... کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسی بات پر تو میں حیران ہوا تھا اور میں نے اسے کال کی تھی لیکن وہ کہہ رہا ہے کہ اس سے ون ون پر بات کی جائے۔ شاید وہ سیل فون پر کھل کر بات نہیں کرنا چاہتا"...... صفدر نے کہا۔

"تو جاؤ پھر اور جا کر جلد سے جلد اس سے بات کرو۔ اس کا میسج چونکا دینے والا ہے۔ ہم یہاں خاموشی سے آئے ہیں اور کالائی میں ہمارے جانوں کو خطرہ ہو سکتا ہے یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی اور سب سے حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس کو کیسے پتہ چلا کہ ہم کالائی جا رہے ہیں"...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں اس سے ون ون پر جا کر بات کرتا ہوں"...... صفدر نے کہا۔

"احتیاط کے ساتھ۔ ہم دیارِ غیر میں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تمہاری باتیں سن لے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میرے پاس وائس سکرمشین بھی موجود ہے۔ میں کسی واش روم میں جا کر پہلے وائس سکرمشین آن کروں گا اور پھر صدیقی سے رابطہ کروں گا"...... صفدر نے کہا تو کیپٹن شکیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ صفدر اٹھا اور پھر ادھر ادھر دیکھتا ہوا وہ لاؤنج کے سائیڈ کارنر پر بنے ہوئے واش روم کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

"اللہ اپنا کرم کرے مجھے تو اس سفر کے آغاز سے پہلے پریشانی لاحق ہونا شروع ہوگئی تھی کہ کہیں ہمارا یہ مختصر سا سفر ہمیں کسی مشکل میں نہ پھنسا دے"...... جولیا نے کہا۔

"مشکل۔ کیسی مشکل"...... تنویر نے چونک کر کہا۔

"سفر کرتے ہوئے میرا دل ایک انجانے خطرے کے احساس سے دھڑک رہا تھا۔ اب بھی یہی حال ہے اور نجانے مجھے کیوں ایسا لگ رہا ہے جیسے کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے اور جو بھی ہونے والا ہے وہ ہمارے لئے کسی مشکل کا پیش خیمہ ہے"...... جولیا نے کہا تو کیپٹن شکیل بھی حیرت سے جولیا کی طرف دیکھنے لگا۔

"لیکن مجھے تو دور دور تک کوئی مشکل یا پریشانی دکھائی نہیں دے رہی ہے"...... تنویر نے کہا۔

"تو پھر صدیقی کے پیغام کو تم کیا کہو گے جس نے ہمیں کالائی جانے سے منع کیا ہے کہ وہاں ہماری جانوں کو خطرات ہو سکتے ہیں"...... جولیا نے اسے گھور کر کہا۔

"اس کا جواب تو اب صفدر ہی دے گا جو صدیقی سے بات کرنے گیا ہے"...... تنویر نے کہا۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم یہاں کسی مشن پر تو آئے نہیں ہیں کہ کوئی ایجنسی ہمارے پیچھے لگ جائے گی۔ ہم یہاں چند گھنٹوں کے لئے آئے ہیں اور کام ہوتے ہی ہم یہاں سے نکل جائیں گے"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

"اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو"...... جولیا نے کہا۔ اس کے چہرے پر پریشانی اور گھبراہٹ کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ کچھ ہی دیر میں صفدر تیز تیز چلتا ہوا واپس آ گیا۔ تینوں اس کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے۔ صفدر کی آنکھوں میں انہیں شدید حیرت اور پریشانی ٹپکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی جس کا مطلب تھا کہ مسئلہ گمبھیر ہی ہے۔

"خیریت معلوم نہیں ہو رہی ہے"...... جولیا نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔ کالائی میں ہمارا شکار کرنے کے لئے بلیک اسکائی فورس موجود ہے"...... صفدر نے جواب دیا تو وہ تینوں چونک پڑے۔

''بلیک اسکائی۔ یہ کون سی ایجنسی ہے''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''کوئی نئی ایجنسی ہے جسے ہماری کافرستان میں آمد کی اطلاع مل چکی ہے اور وہ ہمارا ایئر پورٹ پر انتظار کر رہے ہیں''...... صفدر نے کہا۔

''لیکن اس بات کا صدیقی کو کیسے علم ہوا اور اسے کس نے بتایا کہ ہم کالائی جا رہے ہیں''...... تنویر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اتفاق سے وہ بھی اپنے کسی دوست کو ایئر پورٹ چھوڑنے آیا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں دیکھ کر پہچان لیا تھا لیکن اس نے ہم سے ملنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ لاؤنج میں جاتے ہوئے اس نے ایک آدمی کو ہماری نگرانی کرتے دیکھا تو وہ اس نگرانی کرنے والے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اسے نگرانی کرنے والا بے حد مشکوک لگ رہا تھا۔ صدیقی نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کے جسم پر وائس بگ لگا دیا تھا تاکہ وہ کسی سے بات کرے تو اس کا پتہ چل سکے۔ جب ہم طیارے کی طرف روانہ ہوئے تو وہ آدمی فوراً ایئر پورٹ کے واش روم میں چلا گیا تھا۔ اس کے پاس ٹرانسمیٹر تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر سے کافرستان میں کال کی اور بلیک اسکائی کے چیف کرنل بھنڈاری کو ہمارے بارے میں تفصیلات بتا دیں۔ چونکہ اس کے جسم پر صدیقی نے بگ لگایا ہوا تھا اس لئے وہ ایک رسیور میں اس کی ساری باتیں سن رہا تھا۔ اس کی باتیں سن کر ہی صدیقی

نے مجھے سیل فون پر میسج سینڈ کیا تھا''...... صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ سادہ میک کرنے کی وجہ سے ہم کافرستانی ایجنٹ کی نظروں میں آئے تھے''...... جولیا نے کہا۔

''جی ہاں اور اس ایجنٹ نے بلیک اسکائی کے چیف کو ہمارے ان حلیوں کے بارے میں تفصیل بتا دی ہے۔ کرنل بھنڈاری اب فوری طور پر کالائی ایئر پورٹ پر فورس بھیجے گا اور ہمیں ایئر پورٹ سے ہی گرفتار کر لیا جائے گا۔ ہم چونکہ عام سے میک اپ میں ہیں اس لئے ان پر ہماری اصلیت کھلنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا''...... صفدر نے کہا۔

''پھر تو ہم واقعی بڑی مشکل میں پھنس جائیں گے''...... جولیا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں فلائٹ یہاں سے روانہ ہو جائے گی۔ اب چونکہ صورتحال مخدوش ہے اس لئے ہمیں اب یہیں سے نکلنا ہو گا''...... صفدر نے کہا۔

''اوہ۔ لیکن ہم یہاں سے نکل کر جائیں گے کہاں''...... تنویر نے چونک کر کہا۔

''کہیں بھی۔ جس فلائٹ میں ہم سفر کر رہے ہیں اس فلائٹ سے اگر ہم کالائی پہنچے تو پھر وہاں سے بچ نکلنا مشکل ہو جائے گا''...... صفدر نے کہا۔

”تو کیا تم اب یہاں سے سلپ ہونا چاہتے ہو“...... کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

”ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس اب اور کوئی راستہ بھی تو نہیں ہے“...... صفدر نے کہا۔

”ایسی صورت میں تو ہماری واپسی مشکل ہو جائے گی۔ ہم یہاں سے آگے اور پھر واپس پاکیشیا کیسے جائیں گے“...... جولیا نے کہا۔ اس کے لہجے میں ایک بار پھر تشویش ابھر آئی تھی۔

”واپسی کا ہم کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈ لیں گے۔ فی الحال تو ہمارا یہاں سے نکلنا ضروری ہے“...... صفدر نے کہا۔

”کیا یہاں سے نکلنا آسان ہو گا“...... تنویر نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ لاؤنج کی چاروں طرف شیشے کی دیواریں تھیں جن کے آر پار صاف دیکھا جا سکتا تھا اور وہاں ہر طرف ٹائٹ سیکورٹی دکھائی دے رہی تھی۔ چاروں اطراف میں مسلح افراد گھومتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

”میں نے جس واش روم میں جا کر صدیقی سے بات کی تھی وہاں ایک راستہ ہے جہاں سے ہم اس ایئر پورٹ سے باہر نکل سکتے ہیں“...... صفدر نے کہا۔

”کیا مطلب۔ واش روم میں ایسا کون سا راستہ ہے جو ہمیں ایئر پورٹ سے باہر نکال سکتا ہے“...... جولیا نے کہا۔

”یہ میں وہیں چل کر بتاؤں گا۔ میں ایک بار پھر جا رہا ہوں

چند لمحوں کے وقفے سے ایک ایک کر کے آپ سب بھی وہاں پہنچ جائیں تب تک میں باہر نکلنے کا راستہ اوپن کر لوں گا“...... صفدر نے کہا اور ایک بار پھر مڑ کر تیز تیز چلتا ہوا واش رومز کی طرف بڑھتا چلا گیا اس نے اپنا پیٹ پکڑ رکھا تھا جیسے اس کے پیٹ میں گڑبڑ ہو اور وہ مجبوراً ایک بار پھر واش روم کا رخ کر رہا ہو۔

”میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ سفر ہمیں ضرور کسی پریشانی میں مبتلا کر دے گا“...... جولیا نے جبڑے بھینچتے ہوئے کہا۔ ان کے ارد گرد کوئی نہیں تھا۔ ویسے بھی وہ نہایت دھیمی آواز میں بات کر رہے تھے اس لئے ان کی باتیں کوئی نہیں سن سکتا تھا۔

”اب جو ہو گا دیکھا جائے گا“...... تنویر نے سر جھٹک کر کہا۔

”کیا دیکھا جائے گا۔ مجھے سب سے زیادہ ٹینشن چیف ہے۔ اگر ہم یہاں الجھ گئے تو چیف کو کیا جواب دیں گے“...... جولیا نے منہ بنا کر غصیلے لہجے میں کہا تو تنویر اس کا غصہ دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

”صفدر کو گئے پانچ منٹ ہو چکے ہیں۔ اب آپ جائیں مس جولیا۔ پانچ پانچ منٹ کے وقفے کے بعد ہم بھی وہاں پہنچ جائیں گے“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”نہیں۔ میں سب سے آخر میں جاؤں گی۔ پہلے تم دونوں جاؤ“...... جولیا نے کہا۔

”او کے۔ جیسے آپ کی مرضی۔ تنویر۔ تم جاؤ“...... کیپٹن شکیل

نے بغیر کسی اعتراض کے کہا تو تنویر، جولیا کا غصہ دیکھ کر سر ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ آہستہ آہستہ اور محتاط انداز میں چلتا ہوا واش رومز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے جانے کے پانچ منٹ کے بعد کیپٹن شکیل بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور جب وہ واش رومز کی طرف گیا تو جولیا بھی سر جھٹکتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسی لمحے لاؤنج میں ان پسنجرز کے بارے میں اعلان کیا جانے لگا جو کالائی جا رہے تھے۔ کہا جا رہا تھا کہ کالائی جانے والے مسافر لاؤنج سے نکل کر باہر آ جائیں اور اپنی فلائٹ میں سوار ہو جائیں۔ فلائٹ دس منٹ بعد یہاں سے روانہ ہونے والی ہے۔ فلائٹ کی روانگی کا سن کر جولیا نے بے اختیار جبڑے بھینچ لئے۔

جوزف کو اس طرح اچھل کر اور چیختے ہوئے دروازے سے باہر دیوار سے ٹکرا کر گرتے دیکھ کر عمران اور سلیمان بری طرح سے اچھل پڑے۔ عمران بجلی کی سی تیزی سے جوزف کی طرف دوڑا۔ اس وقت تک جوزف ساکت ہو چکا تھا۔ اس کا سر اس بری طرح سے دیوار سے ٹکرایا تھا کہ وہ وہیں بے ہوش ہو گیا تھا۔

”کیا ہوا ہے تمہیں جوزف۔ جوزف“...... عمران نے جوزف کے نزدیک جا کر بری طرح سے چیختے ہوئے کہا لیکن جوزف بے ہوش تھا وہ بھلا اسے کیا جواب دے سکتا تھا۔

”لگتا ہے اس پر کسی نادیدہ طاقت نے حملہ کیا ہے“...... سلیمان نے عمران کے قریب آ کر خوف بھرے لہجے میں کہا۔ وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا لیکن اسے وہاں کوئی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

”یو شٹ اپ نانسنس۔ اٹھاؤ اسے میرے ساتھ اور اندر لے

چلو'' ......عمران نے غصیلے لہجے میں کہا تو سلیمان نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر ان دونوں نے مل کر جوزف، جیسے بھاری بھرکم دیو کو اٹھایا اور اسے لے کر سٹنگ روم میں آ گئے۔ انہوں نے جوزف کو وہاں موجود دوسرے صوفے پر لٹا دیا۔

''اسے کہتے ہیں کہ یک نہ شد دو شد۔ ایک مریض بن کر پہلے ہی لیٹا ہوا تھا اب دوسرا بھی یہاں آ کر لیٹ گیا ہے'' ......سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''باتیں مت کرو۔ پانی لاؤ اس کے لئے'' ......عمران نے منہ بنا کر کہا تو سلیمان اس سے بھی زیادہ برے برے منہ بناتا ہوا آ گے بڑھا اور اس نے میز پر پڑا ہوا جگ اور گلاس اٹھایا اور لے کر اس کے قریب آ گیا۔ عمران غور سے جوزف کا سر ٹٹول رہا تھا۔ اس نے جوزف کا سر جس بری طرح سے دیوار سے ٹکراتے دیکھا تھا اسے خدشہ تھا کہ کہیں جوزف کی کھوپڑی نہ کریک ہو گئی ہو۔

''کچھ نہیں ہوا ہے اس کے سر کو۔ اس کا سر ناریل کا نہیں ہے جو دیوار پر مارنے سے ٹوٹ جائے'' ......سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ واقعی جوزف کے سر پر کوئی نشان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''لیکن اسے ہوا کیا ہے۔ یہ تو اس طرح اچھل کر پیچھے جا گرا تھا جیسے اس سے بھی بڑے اور طاقتور دیو نے اسے گردن سے پکڑ کر پیچھے کی طرف اچھال دیا ہو'' ......عمران نے کہا۔

''سوپر فیاض جس بلا میرا مطلب ہے چھلاوے کو یہاں لایا ہے۔ مجھے تو یہ اسی کا کام معلوم ہوتا ہے۔ جوزف نے شاید اسے دیکھ لیا تھا اور اسے خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ جوزف اسے نقصان پہنچا سکتا ہے اس لئے اس نے فوراً ہی جوزف پر حملہ کر دیا تھا''۔ سلیمان نے کہا۔

''معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ خیر اسے ہوش میں لاتے ہیں۔ اب یہی بتا سکتا ہے کہ یہاں اس سے بڑا اور طاقتور دیو کون ہے'' ......عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اس نے اچھی طرح سے چیک کر لیا تھا۔ جوزف صرف سر دیوار سے ٹکرانے کی وجہ سے بے ہوش ہوا تھا اور اس کے جسم پر کوئی زخم دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''اسے ہوش میں لانے کے لئے کیا میں پانی کا جگ اس کے سر پر الٹ دوں'' ......سلیمان نے کہا۔

''نہیں۔ اسے پانی سے ہوش نہیں آئے گا'' ......عمران نے کہا۔

''تو پھر اس کے چہرے پر تھپڑوں کی بارش کر دیں یا آپ کہیں تو میں کہیں سے ہتھوڑا لا کر اس کے سر پر مارنا شروع کر دیتا ہوں۔ اس کے سر پر زور زور سے دھماکے ہوں گے تو یہ دھماکوں کی تاب نہ لا کر ہوش میں آ ہی جائے گا'' ......سلیمان نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ عمران نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چند لمحے جوزف کی طرف غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے ایک ہاتھ سے

جوزف کی ناک پکڑی اور دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا۔

"ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ اس طرح اس کا سانس رک گیا تو اس کالے بھوت سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی"...... سلیمان نے کہا۔ جوزف کا چند لمحوں بعد سانس گھٹا تو اس کے جسم کو ایک زور دار جھٹکا لگا۔ عمران نے اس وقت تک اس کی ناک اور منہ سے ہاتھ نہ ہٹائے جب تک جوزف کے جسم کو زوردار جھٹکے لگنا شروع نہ ہو گئے اور پھر جوزف نے یکلخت آنکھیں کھول دیں۔ اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر عمران نے فوراً اس کی ناک اور منہ سے ہاتھ ہٹا لئے۔ جوزف کی ناک سے سانس لینے کی ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے سٹیم انجن چل پڑا ہو۔

چند لمحے جوزف اسی طرح لیٹا تیز تیز سانس لیتا رہا پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور تیز نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر شدید غصہ اور پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی کو کمرے میں تلاش کر رہا ہو۔

"کہاں گیا وہ۔ کہاں ہے وہ"...... جوزف نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کون وہ۔ کس کی بات کر رہے ہو"...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سوڈانگو۔ میں نے یہاں سوڈانگو کو دیکھا تھا۔ اسی نے مجھ پر اچانک حملہ کیا تھا اور مجھے پوری قوت سے باہر کی طرف اچھال دیا

تھا"...... جوزف نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوڈانگو۔ مگر یہ سوڈانگو ہے کون"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہو گا اس کا کوئی خالہ جاد"...... سلیمان نے برا سا منہ بنا کر قاسم کے انداز میں کہا تو جوزف چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم اپنی زبان بند رکھو۔ سوڈانگو کو تم نہیں جانتے۔ وہ اس فلیٹ میں موجود تھا اور۔ اور......" جوزف نے کہا اور پھر اس کی نظریں اچانک دوسرے صوفے پر لیٹے ہوئے سوپر فیاض پر جم گئیں جس کا چہرہ زردی مائل ہو رہا تھا۔

"اسے کیا ہوا ہے"...... جوزف نے کہا اور تیز تیز چلتا ہوا وہ سوپر فیاض کے پاس آ گیا۔ چند لمحے وہ سوپر فیاض کو دیکھتا رہا پھر اس نے سوپر فیاض کا ایک ہاتھ پکڑ لیا اور اس کی انگلیوں میں انگلیاں پھنسا کر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ عمران اور سلیمان غور سے اس کی حرکات دیکھ رہے تھے۔ جوزف آنکھیں بند کئے کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کے چہرے پر حیرت اور غصہ دکھائی دینے لگا۔ اس نے سوپر فیاض کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"تو سوڈانگو اس کے ساتھ یہاں آیا ہے"...... جوزف نے غصے اور پریشانی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"آخر یہ سوڈانگو ہے کون۔ تم بار بار اس کا نام کیوں لے رہے

ہو''......عمران نے کہا۔

''یہ ویرانوں اور بیابانوں کے آسیب ہوتے ہیں باس اور یہ ہمیشہ ویرانوں اور بیابان علاقوں میں ہی رہنا پسند کرتے ہیں۔ ان میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ یہ انسانی آبادیوں کی طرف آ سکیں۔ یہ اس وقت تک کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے جب تک کوئی ویرانوں اور بیابانوں میں جا کر انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرے۔ یہ شور شرابے اور چیخ و پکار سے بے حد ڈرتے ہیں۔ ان میں کچھ سوڈانگو ایسے ہوتے ہیں جو اپنے علاقوں کی طرف آنے والے انسانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیتے ہیں اور انہیں اس قدر ڈراتے ہیں کہ وہ انسان یا تو خوف سے ہلاک ہو جاتا ہے یا پھر وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ اگر انہیں کوئی انسان پسند آ جائے تو وہ ان پر حاوی ہو جاتے ہیں اور ہر وقت ان کے ساتھ چمٹے رہتے ہیں اور انہیں اپنی مرضی پر چلنے پر مجبور کرتے ہیں تاکہ وہ انسان ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ ہی رہے اور ان کے احکامات مانتا رہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے لیکن جب بھی کوئی سوڈانگو کسی انسان کو پسند کرتا ہے اس انسان کی زندگی عذاب بن جاتی ہے جب تک وہ سوڈانگو کی باتوں پر عمل کرتا رہتا ہے وہ اس انسان کو کچھ نہیں کہتے لیکن جیسے ہی کوئی انسان اس کی باتوں پر عمل کرنے سے انکار کرتا ہے یا کسی بھی وجہ سے ان کی باتوں پر عمل نہیں کرسکتا تو سوڈانگو اس انسان کی زندگی اجیرن کر دیتا ہے اور اس وقت تک اس انسان کو ستایا جاتا ہے جب تک وہ

ان کی باتوں پر عمل کرنا نہ شروع کر دے۔ ان کا تعلق چونکہ آسیبی دنیا سے ہے اور یہ آسیبی دنیا کی سب سے نچلی سطح سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے انہیں اس بات کی اجازت نہیں ہوتی کہ یہ کسی کو ہلاک کر سکیں یا کسی انسان کو زخمی کر سکیں اس لئے یہ آسیب، انسانوں کو بے بس کرنے اور اپنا تابع کرنے کے لئے انہیں بھوکا پیاسا رکھتے ہیں۔ انہیں سونے نہیں دیتے یا پھر ان کے ساتھ ایسی شرارتیں کرتے ہیں کہ انسان سچ مچ پاگل ہو جاتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے ہی خود کو نقصان پہنچانے پر مجبور ہو جاتا ہے''۔ جوزف نے کہا۔

''یہ تو وہی سب باتیں ہیں جو میں صاحب کو پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ تم جنہیں سوڈانگو کہہ رہے ہو میں انہیں چھلاوے اور چھل پیریاں کہتا ہوں''......سلیمان نے منہ بنا کر کہا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہا ہے باس۔ فی میل سوڈانگو کے پاؤں واقعی الٹے ہوتے ہیں اور یہ کوئی بھی روپ دھار سکتے ہیں۔ اس قدر طاقتور ہونے کے باوجود انہیں انسانی آبادیوں میں آنے کی ہمت نہیں ہوتی لیکن جو انسان ان کے علاقوں میں آ جائے تو یہ ان انسانوں پر حاوی ہو کر کہیں بھی پہنچ جاتے ہیں''...... جوزف نے سلیمان کی بات کا برا منانے کی بجائے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''تم نے سوڈانگو کا کہا تھا اس کا مطلب ہے کہ سوپر فیاض کے

ساتھ کوئی فی میل آسیبی طاقت نہیں بلکہ میل طاقت آئی ہے جسے سلیمان چھلاوہ کہہ رہا ہے"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ وہ سوڈانگو ہے میں نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں میں اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دوں اسی لئے اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور مجھے بے ہوش کر کے یہاں سے نکل گیا ہے"۔ جوزف نے کہا۔

"تو کیا اب وہ یہاں موجود نہیں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں۔ اگر وہ یہاں ہوتا تو اب تک اس کی گردن میرے ہاتھوں میں ہوتی اور وہ بری طرح سے تڑپ رہا ہوتا"...... جوزف نے کہا۔

"لیکن وہ سوپر فیاض پر کیوں حاوی ہوا تھا۔ سوپر فیاض مرد ہے اور اس پر اگر کوئی فی میل ساڈانگو یا سلیمان کی زبان میں چھل پیری عاشق ہوتی تو تمہاری بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ ہر عمر کے مردوں کو اپنا اسیر بنا سکتی ہے لیکن چھلاوہ جو عورتوں کو اپنا اسیر بناتا ہے۔ وہ سوپر فیاض کے ساتھ کیوں چمٹا ہوا ہے"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جب کوئی سوڈانگو کسی مرد کے سر پر سوار ہوتا ہے تو وہ اس سے کوئی اہم اور بڑا کام لینا چاہتا ہے باس۔ لگتا ہے یہ سوڈانگو بھی سوپر فیاض سے کوئی بہت بڑا اور اہم کام لینا چاہتا ہے۔ اس نے سوپر فیاض کو اپنا کام کرنے کا کہا ہو گا لیکن وہ کام ایسا ہو گا جو سوپر

فیاض کے بس کا نہیں ہو گا اور اس نے انکار کر دیا ہو گا اس لئے سوڈانگو نے سوپر فیاض کو تنگ کرنا شروع کر دیا ہو گا۔ اسی وجہ سے سوپر فیاض کی ایسی حالت ہو رہی ہے"...... جوزف نے کہا۔

"ہاں۔ کچھ دیر پہلے سوپر فیاض ہوش میں تھا۔ اس نے یہی بتایا ہے کہ اس کی زندگی عذاب بنی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ جو بھی ہے وہ خود کو اس کا بیٹا کہہ رہا ہے"...... عمران نے کہا۔

"بیٹا"...... جوزف نے چونک کر کہا۔

"ہاں"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے سوپر فیاض سے جو کچھ سنا تھا اور اس کی بیوی سلمیٰ بیگم نے جو کچھ بتایا تھا وہ سب جوزف کو بتانا شروع کر دیا۔

"اگر سوڈانگو خود کو سوپر فیاض کا بیٹا کہہ رہا ہے پھر تو بہت اہم بات ہے۔ وہ سوپر فیاض کو اپنی دنیا میں لے جانے پر مجبور کر رہا ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ وہ سوپر فیاض سے اپنی آسیبی دنیا کا کوئی مسئلہ حل کرانا چاہتا ہے"...... جوزف نے سوچتے ہوئے کہا۔

"کیسا مسئلہ"...... عمران نے پوچھا۔

"اس کا جواب تو سوڈانگو ہی دے سکتا ہے"...... جوزف نے کہا۔

"ہونہہ۔ اب اس کا سوڈانگو سے پیچھا کیسے چھڑایا جا سکتا ہے۔ مجھے تو سچ مچ سوپر فیاض کی حالت پر ترس آ رہا ہے۔ اگر اس کی یہی حالت رہی تو یہ یا تو پاگل ہو جائے گا یا پھر اپنے ہاتھوں خود کو

گولی مار لے گا''...... عمران نے کہا۔

''نو باس۔ مجھے تو کچھ اور ہی نظر آ رہا ہے''...... جوزف نے کہا۔

''کیا''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''سوڈانگو جس پر مسلط ہوتے ہیں انہیں چھوڑ کر وہ ایک لمحے کے لئے بھی کہیں نہیں جاتے۔ میں تو کیا یہاں فادر جوشوا بھی آ جاتا تو وہ سوپر فیاض کو اس طرح سے چھوڑ کر نہ بھاگتا بلکہ جاتے ہوئے وہ سوپر فیاض کو اپنے ساتھ لے جاتا''...... جوزف نے کہا۔

''اوہ۔ تو پھر وہ سوپر فیاض کو یہاں کیوں چھوڑ گیا ہے''۔ عمران نے کہا۔

''اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں''...... جوزف نے کہا۔

''کون سی وجوہات ہوسکتی ہیں''...... عمران نے پوچھا۔

''ایک تو یہ کہ سوڈانگو کو سوپر فیاض سے بہتر کوئی شخص مل گیا ہے جو اس کا کام کرسکتا ہے یا پھر دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس کا کام ختم ہو گیا ہو اور وہ واپس اپنی آسیبی دنیا میں چلا گیا ہو''۔ جوزف نے جواب دیا۔

''فیاض سے بہتر شخص سے تمہاری کیا مراد ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''جب میں یہاں آیا تھا تو اس وقت سوڈانگو، سوپر فیاض کے قریب نہیں بلکہ آپ کے قریب کھڑا تھا باس اور اس کی ساری توجہ

آپ کی طرف تھی اور وہ آپ کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے وہ آپ کو پسند کرتا ہو''...... جوزف نے جواب دیا تو عمران اچھل پڑا۔

''اوہ۔ تمہارا مطلب ہے کہ سوڈانگو، سوپر فیاض کی جگہ اب مجھ میں دلچسپی لے رہا تھا''...... عمران نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''تو پھر وہ یہاں سے گیا کیوں ہے اور اگر میں اسے پسند آیا ہوں تو وہ مجھے اپنا اسیر کیسے بنا سکتا ہے۔ تم نے تو کہا تھا کہ یہ اس وقت تک کسی انسان کو اپنا اسیر نہیں بنا سکتے جب تک انہیں ویرانوں اور بیابانوں میں چھیڑا نہ جائے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن یہ قانون صرف ان سوڈانگوؤں پر لاگو ہوتا ہے جو اپنی دنیا تک محدود رہیں لیکن اگر ان میں سے کوئی بھی سوڈانگو کسی انسان کو اپنا اسیر بنا کر انسانی آبادیوں میں پہنچ جاتے تو وہ جب چاہے اور جسے چاہے اس پر مسلط ہوسکتا ہے اور پہلے انسان کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسرے انسان کو اپنا اسیر کرسکتا ہے''...... جوزف نے کہا۔

''ہونہہ۔ تو وہ اب مجھے اسیر کرنے کی کیا کوشش کرے گا۔ کیا وہ میرے سر پر سوار ہو گا یا اپنی ساحرانہ طاقتوں کا استعمال کرے گا''۔ عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

''وہ کچھ بھی کرسکتا ہے باس۔ بس تمہیں احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ جب تک تم احتیاط سے کام لو گے وہ تم پر زبردستی حاوی نہیں

ہو سکے گا''...... جوزف نے کہا۔

''کیا احتیاط کرنی ہو گی مجھے''...... عمران نے کہا۔

''بس صاف ستھرے رہو۔ اپنے جسم پر خوشبو لگا کر رکھو اور جو بھی پاک کلام پڑھ سکو پڑھتے رہو اور خاص طور پر کھانے پینے کی چیزوں میں زیادہ احتیاط سے کام لو۔ تم پانی کا ایک گلاس بھی پیئو تو یہ دیکھ لو کہ اس میں کچھ ملا ہوا نہ ہو۔ سوڈانگو جب بھی ایک انسان کو چھوڑ کر دوسرے انسان پر حاوی ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو وہ انسان کے کھانے پینے کی چیزوں میں ناپاک چیزیں ملا دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ انہیں اپنے تابع کر لیتے ہیں''...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میرے کھانے پینے کی چیز میں کچھ ملا ہوا ہے''...... عمران نے کہا۔

''فرض کرو کہ تم پانی پینا چاہتے ہو تو تم کوشش کرو کہ پانی لوہے یا پھر مٹی کے بنے ہوئے گلاس میں پیئو۔ اسی طرح کھانا بھی لوہے یا پھر مٹی کی پلیٹوں میں کھاؤ اور ہاتھ سے کھاؤ۔ مطلب کہ کھانے کے لئے چمچ وغیرہ کا استعمال چھوڑ دو۔ کھانا کھاتے ہوئے اور پانی پیتے ہوئے مقدس کلام پڑھو اور سب سے اہم یہ کہ کھانے اور پینے کی چیزوں کو سونگھو اگر تمہیں کھانے پینے کی کسی بھی چیز میں عجیب سی بو آئے جیسے کچھ جلنے سے آتی ہے تو اس چیز کو فوراً خود سے دور ہٹا دو۔ سوڈانگو کھانے پینے کی چیزوں میں کچھ بھی ملا دیں تو ان چیزوں

سے ایسی بو آتی ہے جیسے کچھ جل سا گیا ہو اور اگر ان چیزوں کو نہ کھایا جائے تو وہ انسان آسیبی مخلوقات کی گرفت میں نہیں آتا''۔ جوزف نے کہا۔

''کیا پانی میں بھی جلے ہوئے کی بو ہو گی''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں یہ احتیاط تو بہرحال کر ہی سکتا ہوں۔ اب یہ بتاؤ کہ سوپر فیاض کا کیا کرنا ہے۔ اگر سوڈانگو نے اسے چھوڑ دیا ہے تو پھر اب اس کی حالت اس قدر بگڑی ہوئی کیوں ہے۔ اسے تو اب ٹھیک ہو جانا چاہئے تھا''...... عمران نے کہا۔

''سوپر فیاض پر سوڈانگو ایک دو دن سے نہیں بلکہ کئی دن سے حاوی ہے جس کا سوپر فیاض کے دل و دماغ پر برا اثر پڑا ہے۔ اسی وجہ سے یہ خوفزدہ ہو کر بیمار ہو گیا ہے۔ اسے تیز بخار ہے جو اس کے دماغ پر خطرناک اثر ڈال سکتا ہے۔ یہ تو اچھا ہے کہ یہ اس وقت بے ہوش ہے۔ اگر یہ ہوش میں ہوتا تو اس بخار کی وجہ سے اس کا دماغ ہمیشہ کے لئے الٹ سکتا تھا اور یہ پاگل ہو جاتا جس کا علاج ناممکن تھا۔ اب اگر اسے میں یہاں سے اٹھا کر لے جاؤں اور اسے گرم دلدل میں ڈال کر اسے کوبرا ناگ اور سیاہ کیکڑوں کا سوپ پلاؤں تو اس کے بخار کا زور ٹوٹ جائے گا اور اس کے دل و دماغ سے سوڈانگو کا خوف بھی نکل جائے گا اور یہ پہلے کی طرح بھلا چنگا ہو جائے گا''...... جوزف نے کہا۔

''گرم دلدل۔ کوبرا ناگ اور سیاہ کیکڑوں کا سوپ۔ یہ کیسا علاج ہے''...... سلیمان نے کراہیت بھرے لہجے میں کہا۔

''آسیبی طاقتوں کے اثر سے نکلنے کے لئے اس سے بھی بڑے اور کراہیت ناک عمل کرنے پڑتے ہیں کسی پاگل خانساماں کی اولاد۔ تم ان باتوں کو کیا سمجھو گے''...... جوزف نے منہ بنا کر کہا۔

''خبردار۔ جو تم نے مجھے پاگل خانساماں کی اولاد کہا تو''۔ سلیمان نے بری طرح سے بھڑک کر کہا۔

''کہوں گا۔ ایک بار نہیں ہزار بار کہوں گا۔ کیا کر لو گے تم۔ بولو''...... جوزف نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

''چھلاوے نے جس طرح تمہیں اٹھا کر دروازے سے باہر پھینک دیا تھا میں بھی تمہیں اسی طرح اٹھا کر باہر پھینک دوں گا اور میں تمہیں اٹھا کر اوپر چھت پر لے جاؤں گا اور پھر بیچ سڑک پر پھینکوں گا تاکہ تم پر سڑک پر چلنے والی تمام گاڑیاں، ٹرک اور بلڈوزر تک گزر جائیں اور تمہارا کچومر نکل جائے''...... سلیمان نے بھی غصیلے لہجے میں کہا۔

''ہونہہ۔ تم جیسا پدی مجھے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی ہلا نہیں سکتا ہے اور تم مجھے اٹھا کر باہر پھینکنے کی بات کر رہے ہو''۔ جوزف نے جواباً منہ بنا کر کہا۔

''تم نے ابھی میری ہمت اور طاقت دیکھی ہی کہاں ہے پاگل اور سنکی کالے دیو۔ جس دن مجھے تم پر غصہ آ گیا پھر دیکھنا میں تمہارا

کیا حشر کرتا ہوں''...... سلیمان نے کہا۔

''کیا کرو گے تم۔ بولو۔ دکھاؤ اپنا غصہ۔ میں بھی دیکھوں کہ تم میرا کیا حشر کر سکتے ہو''...... جوزف نے غرا کر کہا۔

''ابھی میرا غصے میں آنے کا موڈ نہیں ہے۔ جب کبھی آئے گا پھر بتا دوں گا''...... سلیمان نے کہا اور اس سے پہلے کہ جوزف اس سے کچھ کہتا وہ مڑا اور بڑبڑاتا ہوا کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

''تم نے اسے بہت زیادہ سر پر چڑھا رکھا ہے باس۔ کسی دن یہ خانساماں کا بچہ واقعی میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے گا۔ میں مار مار کر اس کا بھرکس نکال دوں گا''...... جوزف نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''چھوڑو یہ سب اور سوپر فیاض کا کچھ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ سچ مچ پاگل ہو جائے۔ ابھی مجھے اس کی بہت ضرورت ہے۔ مشکل میں یہ ہی میرے کام آتا ہے۔ اس کے سوا مجھے کسی اور کے خفیہ اکاؤنٹس کا کچھ علم نہیں ہے۔ جب تک اس کے اکاؤنٹ میری نظروں میں ہیں یہ اپنا بھلا کرنے کے چکروں میں میرا بھلا کرتا رہے گا اور ایسا تب ہو گا جب یہ سلامت رہے گا''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جاتا ہوں۔ اسے تین دن تک میرے پاس رہنا پڑے گا۔ تین دن کے بعد یہ بالکل صحیح سلامت آپ کے پاس ہو گا''...... جوزف نے کہا۔

"میرے پاس نہیں۔ اسے اپنی بیوی کے پاس ہونا چاہئے۔ میں نے اسے اپنے پاس رکھ کر کون سا اس کا آچار ڈالنا ہے"...... عمران نے کہا تو جوزف نے بے اختیار دانت نکال دیئے۔

"ٹھیک ہے باس۔ میں اسے لے جا کر آج ہی اس کا علاج شروع کر دیتا ہوں"...... جوزف نے سوپر فیاض کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم اسے لے کر چلو میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں"۔ عمران نے کہا تو جوزف نے اثبات میں سر ہلایا اور سوپر فیاض کو کاندھے پر ڈال کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

کرنل بھنڈاری اپنے آفس میں بیٹھا معمول کے کام کر رہا تھا کہ اسی وقت میز پر پڑے ہوئے سفید رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو کرنل بھنڈاری نے چونک کر سر اٹھایا اور سفید فون کی طرف دیکھنے لگا پھر اس نے ہاتھ بڑھایا اور فون کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس کرنل بھنڈاری چیف آف بلیک اسکائی"...... کرنل بھنڈاری نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"شاملے بول رہا ہوں چیف"...... دوسری طرف سے شاملے کی آواز سنائی دی۔

"اوہ۔ بولو۔ کہاں ہو تم اور ان پاکیشیائی ایجنٹوں کا کیا ہوا ہے جو کالائی پہنچ رہے تھے"...... کرنل بھنڈاری نے شاملے کی آواز سن کر چونکتے ہوئے کہا۔

"ان کے بارے میں ہی بتانے کے لئے میں نے آپ کو کال کی ہے چیف۔ وہ کالائی نہیں پہنچے ہیں"...... شاملے نے کہا۔

”کالائی نہیں پہنچے ہیں۔ کیا مطلب۔ ونود نے تو بتایا تھا کہ وہ چاروں اسی فلائٹ میں موجود ہیں اور کالائی کے لئے ہی پاکیشیا سے روانہ ہوئے تھے“...... کرنل بھنڈاری نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یس چیف۔ مجھے ابھی کچھ دیر پہلے اطلاع ملی ہے کہ یہ فلائٹ پاکیشیا سے ڈائریکٹ کالائی نہیں آتی ہے۔ کالائی آنے سے پہلے فلائٹ کافرستان کے دو بڑے شہروں میں رکتی ہے اور پھر کالائی کے لئے روانہ ہوتی ہے۔ اطلاع کے مطابق فلائٹ پہلے کانڈیا میں لینڈ ہوئی تھی جہاں طیارے نے ایک گھنٹہ رکنا تھا۔ طیارے کی ضروری مینٹینس اور فیول ایڈجسٹمنٹ کی جانی تھی اس لئے طیارے کے تمام مسافروں کو اتار کر لاؤنج میں پہنچا دیا گیا تھا۔ جب طیارہ کانڈیا سے روانہ ہونے لگا تو معلوم ہوا کہ کالائی جانے والے چار مسافر وہاں موجود نہیں ہیں۔ ان کی وجہ سے دس منٹ تک فلائٹ کو مزید وہاں رکنا پڑا لیکن اس کے باوجود ان چار افراد کا کہیں پتہ نہیں چل سکا تھا کہ وہ کہاں گئے۔ ان چار افراد میں ایک عورت اور تین مرد تھے اور جب میں نے ان کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ یہ وہی ایکریمینز تھے جن کے بارے میں ونود نے آپ کو بتایا تھا“...... شاملے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ تو وہ چاروں کانڈیا میں ڈراپ ہو گئے ہیں“...... کرنل بھنڈاری نے غرا کر کہا۔

”یس چیف اور وہ وہاں کی انتظامیہ کو بھی ڈاج دے کر نکل گئے
ں“...... شاملے نے جواب دیا۔

”لیکن بیرون ملک سے آنے والی فلائٹس کے مسافر جنہیں وقتی
ور پر لاؤنج میں پہنچایا جاتا ہے ان کی تو کڑی نگرانی کی جاتی ہے
ور انہیں کسی بھی صورت میں ایئر پورٹ سے نہیں نکلنے دیا جاتا پھر
ہ چاروں کس طرح سیکورٹی کو ڈاج دے کر وہاں سے نکل جانے
یں کامیاب ہوئے ہیں“...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

”اطلاع کے مطابق وہ چاروں باری باری لاؤنج کے واش رومز
یں گئے تھے اور انہوں نے اندر جاتے ہی واش رومز کے دروازے
بند کر لئے تھے۔ انتظامیہ نے ان کی تلاش کے لئے جب واش روم
کا دروازہ توڑا تو انہیں اندر ایک جگہ اے سی پوائنٹ کھلا ہوا دکھائی
دیا۔ اے سی پوائنٹ کا ٹنل اتنا بڑا تھا کہ اس میں ایک انسان رینگتا
ہوا آسانی سے آگے جا سکتا ہے۔ وہ چاروں اسی ٹنل میں گئے
تھے۔ اس ٹنل کی چیکنگ کی گئی تو اس کا ایک حصہ ایئر پورٹ کی
سائیڈ کی ایک عمارت کی طرف نکلتا ہے۔ جہاں کارگو کے لئے
سامان رکھا جاتا ہے۔ وہ جگہ ایک بڑے گودام کی شکل میں ہے۔
اے سی پوائنٹ سے نکل کر وہ اس گودام میں پہنچے اور پھر وہاں
موجود چار مزدوروں کو بے ہوش کر کے ان کے لباس پہن کر گودام
سے نکل گئے“...... شاملے نے کہا۔

”ہونہہ۔ تو اب وہ کانڈیا میں موجود ہیں“...... کرنل بھنڈاری

نے کہا۔

''یس چیف۔ اسی لئے میں اپنی فورس کو لے کر کانڈیا جا رہا ہوں تاکہ بڑے پیمانے پر انہیں تلاش کر سکوں۔ کانڈیا زیادہ بڑا شہر نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں انہیں جلد ہی تلاش کر لوں گا''۔ شاملے نے کہا۔

''لیکن کانڈیا تک پہنچنے میں تمہیں وقت لگے گا اور اس دوران وہ کسی اور طرف نکل گئے تو''...... کرنل بھنڈاری نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں نے وہاں موجود اپنے چند مخبروں کی ڈیوٹیاں لگا دی ہیں وہ ہر آنے جانے والے پر نظر رکھ رہے ہیں۔ جیسے ہی انہیں وہاں کوئی مشکوک نظر آئے گا وہ اس کی خفیہ طور پر نگرانی کرنا شروع کر دیں گے اور پھر ہمارے پہنچنے تک وہ ان کو نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے''...... شاملے نے کہا۔

''انہیں پکڑو شاملے ہر حال میں پکڑو۔ نجانے وہ یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہیں۔ اب جس طریقے سے وہ کانڈیا میں فرار ہوئے ہیں اس سے تو میرے شکوک اور زیادہ بڑھ گئے ہیں کہ ان کا کافرستان آنا خالی از علت نہیں ہو سکتا۔ اس سے پہلے کہ وہ کافرستان میں اپنی کارروائیوں کا آغاز کریں انہیں ہر حال میں پکڑ کر کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ سمجھے تم''...... کرنل بھنڈاری نے تیز تیز بولتے ہوئے کہا۔

''یس چیف۔ آپ فکر نہ کریں۔ وہ مجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکیں گے اور اب یہاں ان کی مدد کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ ناٹران بھی ہم سے اپنی جان بچانے کے لئے چھپتا پھر رہا ہے وہ بھلا ان کی کیا مدد کر سکتا ہے''...... شاملے نے کہا۔

''ناٹران ان کی مدد کر سکتا ہے یا نہیں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ پاکیشیائی ایجنٹ اگر کافرستان پہنچے ہیں تو انہیں بلیک اسکائی کے ہاتھوں بچنا نہیں چاہئے۔ تم ان کے لئے کافرستان کی زمین اس قدر تنگ کر دو کہ وہ کسی بھی طرف اپنے قدم نہ بڑھا سکیں اور وہ جہاں بھی جائیں بلیک اسکائی کی شکل میں ہر حال میں موت ان کے سامنے ہو اور وہ اس موت سے کسی بھی صورت میں نہ بچ سکیں''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''یس چیف۔ ایسا ہی ہو گا۔ میرے کانڈیا پہنچنے کی دیر ہے پھر میں ان کے خلاف اس قدر تیز کارروائیاں کروں گا کہ وہ کانڈیا سے بھی نہیں نکل سکیں گے''...... شاملے نے کہا۔

''اوکے۔ جیسے ہی ان کے بارے میں کوئی رپورٹ ملے مجھے فوری طور پر اس سے آگاہ کرنا''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''یس چیف''...... شاملے نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر کرنل بھنڈاری نے اسے چند مزید ہدایات دے کر فون بند کر دیا۔ چند لمحے کرنل بھنڈاری غصے اور پریشانی سے ہونٹ کاٹتا رہا پھر اس نے

کچھ سوچ کر سفید رنگ کے فون کا ہی رسیور اٹھایا اور اسے کان سے لگاتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے نمبر پریس کرنے لگا۔

''نمستے۔ مہاراج وکرام کے آشرم سے سادھو دینا ناتھ بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک سادھو کی آواز سنائی دی۔

''میں کرنل بھنڈاری ہوں۔ بلیک اسکائی کا چیف۔ میری جاموٹ سے بات کراؤ''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''ایک منٹ ہولڈ کریں۔ میں ابھی چھوٹے مہاراج کو بلا کر لاتا ہوں''...... سادھو نے کہا اور پھر کرنل بھنڈاری کو فون کا رسیور سائیڈ میں رکھنے اور کسی کے قدموں کی تیز تیز آوازیں سنائی دیں۔ چند لمحے رسیور میں خاموشی چھائی رہی پھر دوبارہ قدموں کی آوازیں آئیں اور پھر کسی نے رسیور اٹھا لیا۔

''چھوٹا مہاراج جاموٹ بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''کرنل بھنڈاری بول رہا ہوں''...... کرنل بھنڈاری نے بڑے مؤدب لہجے میں کہا۔ چونکہ جاموٹ مہاراج وکرام کا نائب تھا اس لئے کرنل بھنڈاری مہاراج وکرام کی طرح اسی کی بھی بے حد عزت اور قدر کرتا تھا۔

''بولیں۔ کس لئے فون کیا ہے''...... چھوٹے مہاراج جاموٹ نے کہا۔

''مجھے آج ایک ضروری سلسلے میں بڑے مہاراج سے ملنا ہے۔

کیا تم مجھے ان سے ملنے کی اجازت دلا سکتے ہو''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''کس سلسلے میں ملنا ہے آپ کو بڑے مہاراج سے''۔ جاموٹ نے پوچھا۔

''بڑے مہاراج نے مجھ سے ایک کام کہا تھا۔ ان کا کام ہو گیا ہے۔ اس کے بارے میں مجھے بڑے مہاراج کو کچھ بتانا ہے اور پھر مجھے ان سے ایک ذاتی کام بھی ہے''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ مجھے دس منٹ کے بعد فون کریں۔ میں بڑے مہاراج کو آپ کا پیغام دے دیتا ہوں۔ اگر وہ پوجا میں مصروف نہ ہوئے تو آپ کو بلا لیا جائے گا ورنہ آپ کو ان کی پوجا ختم ہونے تک انتظار کرنا پڑے گا''...... جاموٹ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں پندرہ منٹ کے بعد کال کرتا ہوں''...... کرنل بھنڈاری نے کہا تو دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا۔ کرنل بھنڈاری نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر پندرہ منٹ گزرنے کے بعد اس نے دوبارہ فون کا رسیور اٹھایا اور ری ڈائل کا بٹن پریس کر دیا۔

''نمستے۔ مہاراج وکرام کے آشرم سے سادھو دینا ناتھ بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے اسی سادھو کی آواز سنائی دی جس نے پہلے بات کی تھی۔

''کرنل بھنڈاری بول رہا ہوں''...... کرنل بھنڈاری نے مخصوص

لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ یہ لیں چھوٹے مہاراج سے بات کریں''...... سادھو دینا ناتھ کی آواز سنائی دی۔

''چھوٹا مہاراج جاموٹ بول رہا ہوں۔ میری بڑے مہاراج سے بات ہوگئی ہے۔ آپ ان سے ملنے آ جائیں وہ آپ کے منتظر ہیں''...... دوسری طرف سے جاموٹ نے کہا تو کرنل بھنڈاری کے چہرے پر اطمینان آ گیا۔

''ٹھیک ہے۔ میں آدھے گھنٹے تک ان کے پاس پہنچ جاؤں گا''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''ٹھیک ہے''..... دوسری طرف سے جاموٹ نے کہا اور رسیور رکھ دیا تو کرنل بھنڈاری نے بھی رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے سر جھٹکا اور اس نے اپنی میز کی دراز کھول کر اس میں سے سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا سا باکس نکالا اور اسے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پھر وہ تیز تیز چلتا ہوا اپنے آفس سے نکلتا چلا گیا۔ سیاہ رنگ کا باکس جو اس نے جیب میں رکھا تھا وہ سگریٹ کے عام پیکٹ جتنا بڑا اور اتنا ہی چوڑا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک تیز رفتار ہیلی کاپٹر میں سوار اڑا جا رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر مخصوص بلندی پر بیس منٹ تک پرواز کرتا رہا پھر ایک جنگل کے شروع ہوتے ہی ہیلی کاپٹر کی نہ صرف رفتار کم ہوگئی بلکہ

یلی کاپٹر آہستہ آہستہ نیچے جانا شروع ہو گیا اور پھر جنگل میں موجود یک صاف ستھرے میدانی علاقے میں اترتا چلا گیا۔ میدانی علاقے ں سائیڈوں پر جگہ جگہ گھاس پھونس کی جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں ہاں ہر طرف گیروے رنگ کے لباس پہنے لمبے تڑنگے، موٹے اور بلے سادھو قسم کے لوگ گھومتے پھرتے دکھائی دے رہی تھے۔ جنگل کے اس حصے میں سادھو سنتوں کا ایک پورا قبیلہ آباد تھا لیکن اس قبیلے میں نہ تو کوئی عورت دکھائی دے رہی تھی اور نہ کوئی بچہ۔ وہاں بوڑھے اور جوان مرد تھے جنھوں نے ایک جیسے لباس پہن رکھے تھے اور ان میں سے بہت سے ایسے افراد تھے جن کے کاندھوں پر باقاعدہ مشین گنیں لٹکتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں اور انہوں نے مختلف اطراف کا کنٹرول سنبھال رکھا تھا۔

ہیلی کاپٹر ایک سائیڈ میں اترا تو جاموٹ اور اس کے دو ساتھی تیز تیز چلتے ہوئے ہیلی کاپٹر کے پاس آ گئے۔ کرنل بھنڈاری ہیلی کاپٹر سے نکل کر باہر آیا اور جھکے جھکے انداز میں چلتا ہوا جاموٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے جاموٹ اور اس کے ساتھیوں کو پرنام کیا اور جاموٹ اسے لے کر ایک طرف چل پڑا۔ جاموٹ، کرنل بھنڈاری کو جھونپڑیوں کی سائیڈوں سے گزارتا ہوا جنگل کے ایک خاص حصے میں لے گیا جہاں چاروں طرف گھنے درخت موجود تھے اور اوپر سے درخت چھتریوں کی طرح پھیل کر اس انداز میں ملے ہوئے تھے کہ وہاں اچھا خاصا اندھیرا پھیل گیا تھا۔ یہ درخت

ایک دائرے کی شکل میں تھے اور ان کے درمیانی حصے میں بڑا خلاء سا بن گیا تھا۔ اس خلاء کے عین درمیان میں بانسوں اور گھاس پھونس کی ایک بڑی سی جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔ جھونپڑی کا ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ جھونپڑی کی چھت پر ایک بڑی سی مشعل جل رہی تھی جس کی وجہ سے وہاں تیز روشنی ہو رہی تھی اور ہر طرف کسی جانور کی چربی جلنے کی بو پھیلی ہوئی تھی۔

جاموٹ، کرنل بھنڈاری کو درختوں کے درمیان سے گزارتا ہوا اس جھونپڑی کے دروازے کے پاس لے آیا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے توقف کیا پھر اس نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔

''کون ہے''...... اندر سے مہاراج وکرام کی غراہٹ بھری آواز سنائی دی۔

''جاموٹ ہوں مہاراج۔ کرنل صاحب تشریف لے آئے ہیں''...... جاموٹ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اسے اندر بھیج دو''...... اندر سے مہاراج وکرام کی آواز سنائی دی تو جاموٹ مڑ کر کرنل بھنڈاری کی طرف دیکھنے لگا جو اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔ اس نے کرنل بھنڈاری کو اشارہ کیا تو کرنل بھنڈاری نے اثبات میں سر ہلایا اور اس نے آگے بڑھ کر دروازے کو دھکیلا تو دروازہ اندر کی طرف کھلتا چلا گیا۔ سامنے چبوترے پر مہاراج وکرام اسی شان اور شوکت سے آسن جمائے

بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ اپنے سامنے رکھی ہوئی کھوپڑی پر ایک ہاتھ پھیلائے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہا تھا۔

کرنل بھنڈاری نے مہاراج وکرام کو مصروف دیکھا تو وہ خاموشی سے اندر داخل ہوا اور پھر انتہائی خاموشی کے ساتھ آگے بڑھ کر مہاراج وکرام کے سامنے فرش پر بیٹھ گیا۔ اس کے اندر جاتے ہی باہر موجود جاموٹ نے جھونپڑی کا دروازہ بند کر دیا تھا۔

مہاراج وکرام کچھ دیر تک اپنے عمل میں مصروف رہا پھر اس نے یکلخت آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں خون کے لوتھڑوں کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

''پرنام مہاراج''...... کرنل بھنڈاری نے مہاراج وکرام کو آنکھیں کھولتے دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کرتے ہوئے کہا۔

''پرنام''...... مہاراج وکرام نے جواب میں اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''آپ کا کام ہو گیا ہے مہاراج''...... کرنل بھنڈاری نے کہا تو مہاراج وکرام کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

''بہت خوب۔ کہاں ہے وہ''...... مہاراج وکرام نے کہا تو کرنل بھنڈاری نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور سگریٹ کے پیکٹ جیسا وہی سیاہ باکس نکال لیا جو اس نے آفس سے نکلتے وقت اپنی میز کی دراز سے نکال کر اپنی جیب میں رکھا تھا۔ وہ اٹھا اور اس نے باکس

دونوں ہاتھوں پر رکھ کر انتہائی مؤدبانہ انداز میں مہاراج وکرام کی طرف بڑھا دیا۔ سیاہ باکس دیکھ کر مہاراج وکرام کی آنکھوں کی چمک اور زیادہ بڑھ گئی اس نے فوراً ہاتھ بڑھا کر کرنل بھنڈاری سے باکس لے لیا۔

’’کتنی آنکھیں ہیں اس میں‘‘...... مہاراج وکرام نے کرنل بھنڈاری کی طرف دیکھ کر مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’سات ہیں مہاراج‘‘...... کرنل بھنڈاری نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

’’بہت خوب۔ کیا ساتوں آنکھیں سیاہ الوؤں کی ہی ہیں‘‘۔ مہاراج وکرام نے اسی طرح سے آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔

’’ہاں۔ مہاراج۔ میں نے بڑی مشکلوں سے سات الوؤں کا شکار کیا تھا اور آپ کے حکم کے مطابق میں ان کی ایک ایک آنکھ نکال کر لے آیا ہوں۔ اس کام میں مجھے وقت تو لگا تھا لیکن بہرحال مجھے خوشی ہے کہ آپ کا کام ہو گیا ہے‘‘...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

’’میں تم سے بے حد خوش ہو کرنل۔ تم نے سات الوؤں کی سات آنکھیں لا کر مجھ پر بہت اپکار کیا ہے۔ مجھے ان سات آنکھوں کی بے حد ضرورت تھی۔ تم نہیں جانتے ان سات آنکھوں کی مدد سے میں کیا کرسکتا ہوں۔ ان سات آنکھوں میں مدد سے اب میں جب چاہوں آسیب کی دنیا میں جا سکتا ہوں اور جس

آسیب کو چاہوں اپنا غلام بنا سکتا ہوں۔ تم نے یہ آنکھیں مجھے لا کر دی ہیں۔ ان آنکھوں کی وجہ سے میری شکتیوں میں ہزاروں گنا اضافہ ہو گیا ہے اور اب سات سیاہ الوؤں کی سات آنکھیں مجھے آسیب کی دنیا کا مہا مہاراج بنا دیں گی اور میں آسیب کی دنیا کا سب سے بڑا اور طاقتور مہاراج بن جاؤں گا۔ سب سے بڑا مہا پرش، مہاراج‘‘...... مہاراج وکرام نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا تو کرنل بھنڈاری اس انداز میں سر ہلانے لگا جیسے اسے مہاراج وکرام کی کوئی بات سمجھ میں آئی ہو اور کوئی بات اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی ہو۔

’’یہ سب میں نہیں جانتا مہاراج کہ آپ سیاہ الوؤں کی آنکھوں سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ میرے لئے تو آپ کا حکم ہی کافی تھا اور یہ کام میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میری لائی ہوئی سات سیاہ الوؤں کی آنکھیں آپ کو مزید شکتی شالی بنا دیں گی‘‘...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

’’بہرحال تم نے میرا بہت بڑا کام کیا ہے بالک۔ میں تم سے بے حد خوش ہوں۔ بولو۔ کیا چاہئے تمہیں۔ تم مجھ سے جو بھی مانگو گے میں تمہیں دوں گا‘‘...... مہاراج وکرام نے اسی طرح انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’آپ کا دیا میرے پاس سب کچھ ہے مہاراج۔ میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ میری ایجنسی کافرستان کی سب سے بڑی اور انتہائی

طاقتور ایجنسی بن جائے۔ ایسی ایجنسی جس کی طاقت کی دھاک نہ صرف کافرستان بلکہ پوری دنیا میں پھیل جائے اور جو بھی بلیک اسکائی ایجنسی اور خاص طور پر میرا نام سنے تو خوف سے اس کے پسینے چھوٹ جائیں یہاں تک کہ اس ملک کا صدر اور پرائم منسٹر بھی میرے آگے بے بس اور کافرستان کی سیکورٹی میں سب سے مقدم مجھے رکھیں اور یہ کہ مجھے ایسی اتھارٹی دے دی جائے کہ میں کافرستان کے سیاہ اور سفید کا مالک بن جاؤں''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔ اس کی باتیں سن کر مہاراج وکرام کے ہونٹوں پر مکروہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

''تو تم کافرستان کے سیاہ و سفید کا مالک بننا چاہتے ہو''۔ مہاراج وکرام نے کہا۔

''ہاں مہاراج''...... کرنل وکرام نے بغیر کسی تردد کے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تمہیں یہ سب کچھ دے دوں گا بالک۔ تمہاری ایجنسی اس ملک کی سب سے بڑی ایجنسی ہو گی اور تم اس ملک کے سیاہ و سفید کے مالک بن جاؤ گے۔ تم جسے چاہو گے اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دو گے لیکن کوئی ایسا نہیں ہو گا جس کے سامنے تمہیں اپنا سر جھکانا پڑے گا۔ اس ملک کا صدر اور پرائم منسٹر تک تمہارا احترام کریں گے اور کوئی بھی کام تمہاری منشاء اور تمہاری طرف سے اجازت ملنے کے بنا نہیں کریں گے''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''اوہ۔ کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے مہاراج۔ کیا اس ملک کا صدر اور وزیر اعظم میرے احترام میں اٹھ کر کھڑے ہو سکتے ہیں''۔ کرنل بھنڈاری نے آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ بس تمہیں چند دنوں کا انتظار کرنا پڑے گا بالک۔ میں ایک جاپ کروں گا اور جیسے ہی میرا جاپ مکمل ہو گا میں تمہیں دوبارہ یہاں بلاؤں گا اور پھر میں تمہیں ایک ایسی چیز دوں گا جو تمہیں ہر حال میں اور ہر وقت اپنے پاس رکھنی ہو گی۔ جب تک میری دی ہوئی چیز تمہارے پاس رہے گی کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکے گا اور تم جسے چاہوں گے اپنا محکوم بنا لو گے''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''اوہ۔ اگر ایسا ہو جائے تو میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا مہاراج۔ میں سب کو اپنا محکوم بناؤں گا لیکن میں آپ کے سامنے کبھی سر اٹھا کر بات نہیں کروں گا۔ یہ میرا آپ سے وچن ہے۔ کرنل بھنڈاری کا وچن''...... کرنل بھنڈاری نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اور کچھ کہنا ہے تمہیں''...... مہاراج نے کہا۔

''ہاں۔ مہاراج۔ میں نے جس شخص تک پہنچنے کے لئے آپ سے پاکیشیا کی سب سے اہم اور ٹاپ سیکرٹ فائل منگوائی تھی۔ اس آدمی تک میں پہنچ تو گیا تھا لیکن وہ مجھے جل دے کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اب وہ نجانے کہاں جا کر چھپ گیا ہے

که کسی طرح سے اس کا کچھ پتہ ہی نہیں چل رہا ہے۔ میں ہر حال میں اسے پکڑنا چاہتا ہوں اور وہ بھی زندہ۔ کیا اس آدمی کو پکڑنے میں آپ میری مدد کریں گے''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''اس کا پورا نام بتاؤ''...... مہاراج وکرام نے کہا تو کرنل بھنڈاری نے اسے ناٹران کا اصلی نام بتا دیا جس کے بارے میں اسے انٹرنیشنل ورلڈ کراس آرگنائزیشن سے علم ہوا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ میں اپنی ایک طاقت کو بلا کر اس آدمی کی تلاش پر لگا دوں گا اور یہ آدمی اگر زمین کے اندر بھی چھپا ہوا ہو گا تو میری طاقت اسے ڈھونڈ نکالے گی اور جیسے ہی وہ مجھے اس کے بارے میں بتائے گی میں تمہیں بتا دوں گا''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''ٹھیک ہے مہاراج۔ میں آپ کی اطلاع کا انتظار کروں گا اور ہاں مہاراج۔ میری اطلاع کے مطابق پاکیشیا سیکرٹ سروس کے چار ممبران کافرستان آئے ہیں جن کی منزل کالائی تھی۔ وہ شاید کالائی کے جنگلوں میں آنا چاہتے ہیں۔ میں نے کالائی ایئر پورٹ پر انہیں ٹریپ کرنے کا پورا بندوبست کر لیا تھا لیکن وہ کالائی نہیں پہنچے تھے۔ انہیں شاید اس بات کی خبر مل گئی تھی کہ میرے آدمی انہیں کالائی ایئر پورٹ پر ٹریپ کرنے کے لئے تیار ہیں تو وہ کانڈیا ایئر پورٹ سے ہی فرار ہو گئے تھے۔ وہ یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہیں اس کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ میرے لئے سب

سے بڑی تشویش کی بات یہ ہے کہ ان کی منزل کالائی ہے۔ آپ بھی کالائی کے جنگل میں موجود ہیں۔ کہیں وہ آپ کے خلاف کسی کارروائی کے لئے نہ آئے ہوں۔ اس لئے میں نے اپنی فورس کو الرٹ تو کر دیا ہے کہ وہ ان چاروں ایجنٹوں کو ہر جگہ تلاش کریں اور انہیں کسی بھی صورت میں کالائی نہ پہنچنے دیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میری فورس سے بچ کر کالائی نہیں پہنچ سکیں گے لیکن اس کے باوجود میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی الرٹ رہیں اور اپنے محافظوں کو بھی الرٹ کر دیں تا کہ پاکیشیائی ایجنٹ یہاں نہ پہنچ سکیں''۔ کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''ہونہہ۔ پاکیشیائی ایجنٹوں کو مجھ تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ میرے بارے میں کیا جانتے ہیں''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''میں نہیں جانتا مہاراج۔ میں نے آپ بتایا ہے نا کہ مجھے اس بات سے ہی تشویش ہے کہ ان کی منزل کالائی ہے اور نجانے مجھے کیوں ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ یہاں آپ کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے آئے ہوں۔ اسی لئے میں نے آپ کو ان کے بارے میں بتا دینا زیادہ مناسب سمجھا تھا''...... کرنل بھنڈاری نے کہا۔

''وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے بالک۔ تم میری فکر نہ کرو۔ میری حفاظت کے لئے یہاں ہر طرف آسیب موجود ہیں۔ پاکیشیائی ایجنٹ ان آسیب کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اگر انہوں نے اس

طرف آنے کی غلطی کی تو آسیب انہیں اٹھا کر اس جنگل کے سب
سے گہرے اور تاریک کنویں میں پھینک دیں گے اور پھر آسیب
اس کنویں کا منہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیں گے جہاں سے نکلنا ان
کے لئے ناممکن ہو گا۔ قطعی ناممکن''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''تب ٹھیک ہے مہاراج۔ اب مجھے ان ایجنٹوں کی کوئی فکر نہیں
ہے لیکن اس کے باوجود میری یہی کوشش ہو گی کہ وہ کسی طرح سے
کالائی کے جنگل میں نہ گھسنے پائیں۔ اگر وہ میری فورس کی نظروں
میں آ گئے تو وہ انہیں زندہ نہیں چھوڑے گی اور اگر وہ کسی خفیہ راستے
سے جنگل میں پہنچ گئے تو یہاں آپ کے آسیب انہیں سنبھال لیں
گے''...... کرنل بھنڈاری نے کہا تو مہاراج وکرام نے اثبات میں سر
ہلا دیا۔

''اب تم جاؤ۔ میں آج رات جاپ کر کے صبح ہی تمہیں ناٹران
کے بارے میں بتا دوں گا کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے۔ کل وہ ہر حال
میں تمہاری گرفت میں ہو گا''...... مہاراج وکرام نے کہا۔

''آپ کا شکریہ مہاراج۔ اس شخص کو پکڑنے کے لئے میں بے
حد بے چین ہوں۔ مجھے اس سے بہت سے پرانے حساب چکانے
ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ وہ جب بھی پکڑا جائے زندہ پکڑا جائے
تاکہ میں اس سے اپنا ایک ایک حساب چکا سکوں''...... کرنل
بھنڈاری نے کہا۔

''ایسا ہی ہو گا بالک۔ اب تم بے فکر ہو کر جاؤ''...... مہاراج

وکرام نے کہا تو کرنل بھنڈاری نے اثبات میں سر ہلایا اور اٹھ کر
کھڑا ہو گیا اس نے مخصوص انداز میں مہاراج وکرام کو پرنام کیا اور
پھر وہ الٹے قدموں جھونپڑی سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے باہر جاتے
ہی مہاراج وکرام نے اسی کی دی ہوئی ڈبیہ کھول لی۔ ڈبیہ میں
چھوٹے چھوٹے سات خانے سے بنے ہوئے تھے جن میں سات
سیاہ الوؤں کی آنکھوں کے ڈھیلے پڑے ہوئے تھے۔ ان ڈھیلوں کو
دیکھ کر مہاراج وکرام کی آنکھیں یوں چمک اٹھیں جیسے اسے دنیا کا
سب سے بڑا اور انمول خزانہ مل گیا ہو۔

وہ چاروں دھان کی پرالی سے بھرے ہوئے ایک ٹرک میں موجود تھے اور ٹرک پر لدی ہوئی پرالی کے اوپر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

ان چاروں نے کانڈیا ایئر پورٹ کے واش روم میں جا کر واش روم کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا اور واش روم کے ایک حصے میں لگے ہوئے اے سی ہٹا کر وہاں بنے ہوئے ہول میں داخل ہو کر سلور کی ٹنل میں داخل ہو گئے تھے اور پھر وہ اس ٹنل سے ہوتے ہوئے عمارت کے مختلف ہولز سے گزرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے تھے۔ وہ اے سی ٹنلز کے ہولز سے جھانک جھانک کر کسی ایسی مناسب جگہ کی تلاش میں تھے جہاں سے وہ آسانی سے ٹنل اور ایئر پورٹ سے باہر نکل سکیں۔ پھر انہیں ایک ہول سے کارگو کا ایک گودام دکھائی دیا۔ گودام سامان سے بھرا ہوا تھا۔ ہر طرف بڑے بڑے باکس۔ بوریاں اور نجانے کیا کیا رکھا ہوا تھا۔ یہ جگہ انہیں

مناسب معلوم ہوئی کیونکہ اے سی کا ہول بڑے بڑے باکسز کے پیچھے چھپا ہوا تھا اس لئے انہوں نے اسی راستے سے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا۔ صفدر جو سب سے آگے تھا اس نے احتیاط سے ہول کے کنارے پر آ کر وہاں لگی ہوئی جالی کھولنی شروع کر دی جسے سکرو لگانے کی بجائے سائیڈوں میں پتریوں کو موڑ کر عام سے لاکس میں پھنسایا گیا تھا۔ وہاں سے جالی ہٹانے میں اسے زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ جالی ہٹاتے ہی وہ سب ٹنل سے نکل آئے اور پھر وہ گودام کے مختلف حصوں کو چیک کرنے لگے۔ گودام میں کئی مزدور تھے جو سامان لا بھی رہے تھے اور لے جا بھی رہے تھے۔ صفدر اور اس کے ساتھیوں نے اس طرف آنے والے مزدوروں پر اچانک حملہ کر کے انہیں بے ہوش کیا اور ایک ایک کر کے انہیں باکسوں اور بوریوں کے پیچھے لے گئے اور پھر ان سب نے بے ہوش ہونے والے مزدوروں کے لباس پہن لئے۔ ان کے چہروں پر ماسک میک اپ تھے انہیں تھپتھپا کر انہوں نے اپنے حلیئے بھی بدل لئے تھے۔

مزدوروں کا روپ دھار کر وہ اس گودام سے نکلتے چلے گئے۔ وہاں چونکہ مزدوروں کی تعداد کافی زیادہ تھی اور ان میں سے بہت سے مزدور چھٹی کر کے جا رہے تھے اور ان کی جگہ نئے مزدور سیکنڈ شفٹ میں کام کرنے کے لئے آ رہے تھے اس لئے کسی نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں وہاں سے نکلنے اور پھر

دور جانے میں وقت نہیں لگا تھا۔

ایئر پورٹ چونکہ شہر سے ہٹ کر کافی دور تھا اس لئے وہاں آنے والے مزدور یا تو بسوں میں آتے تھے اور کچھ اپنی موٹر بائیکس اور دوسرے ذرائع سے وہاں پہنچتے تھے۔ مزدوروں کو لانے اور لے جانے والی بس میں کافی گنجائش تھی۔ صفدر کے کہنے پر اس کے ساتھی بھی اس بس میں سوار ہو گئے اور ایک دوسرے سے الگ الگ بیٹھ گئے اور بس انہیں لے کر روانہ ہو گئی۔ ایک گھنٹے بعد وہ شہری حدود میں داخل ہو رہے تھے۔ راستے میں کئی مزدور اپنے اپنے علاقوں میں اتر گئے تھے۔ چونکہ جولیا اور اس کے ساتھیوں کے پاس کوئی وے آف لائن نہ تھی اس لئے وہ بھی شہر سے کچھ پہلے اتر گئے تھے۔ جس سڑک پر وہ اترے تھے وہ ایک مصروف سڑک تھی جہاں مختلف اطراف سے گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔ اس سڑک پر لوڈرز بھی تھے اور ٹرالروں کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے ٹرک بھی تھے جو ملحقہ علاقوں سے سبزیاں، پرالی اور دوسری زرعی اجناس لے کر بڑے شہروں کی طرف رواں دواں تھے۔

جولیا اور اس کے ساتھی سڑک کے کنارے کھڑے تھے کہ پرالی سے بھرا ایک ٹرک ان کے قریب سے گزرا۔ ٹرک میں ایک سکھ ڈرائیور اور اس کا ایک ساتھی موجود تھا۔ ان دونوں کے سوا ٹرک پر کوئی موجود نہ تھا۔ ٹرک کا پچھلا حصہ خالی تھا اور ٹرک کی رفتار بھی زیادہ تیز نہیں تھی اس لئے وہ موقع کا فائدہ اٹھا کر ٹرک کے پچھلے

حصے پر چڑھ گئے اور پھر وہ پرالی کے ڈھیر پر آ کر بیٹھ گئے۔ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ٹرک کہاں جا رہا ہے لیکن جس سڑک پر ٹرک دوڑ رہا تھا انہیں اس بات کا اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ ٹرک کانڈیا سے باہر کسی دوسرے قصبے یا شہر کی طرف جا رہا تھا۔ ٹرک انہیں لئے مخصوص رفتار سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ انہیں مسلسل سفر کرتے ہوئے چار گھنٹوں سے زیادہ وقت ہو گیا تھا لیکن وہ ابھی تک مین سڑک پر ہی تھے۔

''یہ تو اچھا ہوا کہ ہمیں ایئر پورٹ کے واش روم کے اے سی نل سے نکلنے کا راستہ مل گیا تھا اور ہماری قسمت اچھی تھی کہ ہمیں کارگو گودام سے اسکیپ کا راستہ بھی مل گیا تھا ورنہ شاید وہاں سے ہمارا نکلنا مشکل ہو جاتا''...... صفدر نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن ہماری تلاش کا کام شدت سے شروع ہو چکا ہو گا۔ م ایکریمین حیثیت سے ایئر پورٹ سے فرار ہوئے ہیں اور ان کی ظروں میں وہ مقام بھی آ گئے ہوں گے جہاں سے ہم نکلے تھے۔ ب تک سیکورٹی فورسز شدت سے ہماری تلاش میں نکل چکی ہوں لی اور ہو سکتا ہے کہ اب تک فورس نے کانڈیا کو مکمل طور پر سیلڈ ی کر دیا ہو''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''ایسا تو ہونا ہی ہے۔ بلیک اسکائی ایجنسی کو ہماری آمد کی خبر پلے ہی مل چکی ہے اور انہیں ہمارے حلیوں کے بارے میں بھی علوم ہے۔ ہمارے کانڈیا ایئر پورٹ سے فرار ہونے کا سن کر

انہوں نے ہماری تلاش شروع کر دی ہو گی اور وہ ہماری تلاش میں کانڈیا کا محاصرہ بھی کر سکتے ہیں اور ہر اس جگہ کو چیک کر سکتے ہیں جہاں انہیں ہمارے ملنے کا امکان ہو سکتا ہے"...... جولیا نے کہا۔

"ہم اب بھی کانڈیا میں ہیں اور کانڈیا سے نکلنے میں نجانے ہمیں اور کتنا وقت لگے گا اور ہم یہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ یہ ٹرک جا کہاں رہا ہے اگر راستے میں کوئی چیک پوسٹ آ گئی تو ہمارے لئے مسئلہ بن جائے گا کیونکہ ہمارے جسموں پر وہی لباس ہیں جو کارگو کے مزدوروں کا ہے۔ ان لباسوں سے ہمیں آسانی سے پہچان لیا جائے گا"...... صفدر نے کہا۔

"اب ہمارے پاس اور کوئی لباس تو ہے نہیں جو ہم بدل سکیں۔ ہم اپنے لباس کارگو کے گودام میں ہی چھوڑ آئے ہیں"...... جولیا نے کہا۔

"تو کیا کرتے۔ وہاں سے ایمرجنسی نکلنے کے لئے ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ خیر اب جب اوکھلی میں سر دے ہی دیا ہے تو پھر موصلوں سے کیا ڈرنا۔ ہمارا مقصد جلد سے جلد کالائی پہنچنا ہے۔ وہاں جا کر ہمیں ایک چھوٹا سا کام کرنا ہے اور کام پورا ہوتے ہی ہم وہاں سے نئے حلیئے اور نئے ناموں کے ساتھ نکل جائیں گے۔ اگر ہم وقت پر کالائی کے جنگلوں میں پہنچ گئے تو پھر مجھے یقین ہے کہ ہم کل شام تک پاکیشیا واپس پہنچ چکے ہوں گے"...... صفدر نے کہا۔

"اگر ایسا نہ ہوا تو"...... جولیا نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب۔ کیوں نہیں ہو گا ایسا"...... صفدر نے کہا۔

"ہم اس وقت مشکل میں ہیں صفدر۔ کافرستانی فورسز ہماری تلاش میں لگی ہوئی ہیں اگر ہم ان کے قابو میں آ گئے تو پھر ہمیں ان سے نبرد آزما ہونا پڑے گا اور ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ ہم مقررہ وقت پر واپس پاکیشیا جا سکیں"...... جولیا نے کہا۔

"ہاں۔ ایسا ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان حالات میں ہمیں یہاں مزید رکنا پڑ جائے لیکن بہرحال جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ سارا مسئلہ چیف کا ہے کہ اگر اسے پتہ چل گیا کہ ہم اسے بغیر بتائے کافرستان گئے تھے تو وہ ہم پر سخت برہم ہو گا لیکن جب ہم چیف کو اس چیز کے بارے میں بتائیں گے جس کے لئے ہم کالائی جا رہے ہیں اور جس سے کچھ لوگوں کی جانیں بچ سکتی ہیں اور وہ بھی ایسے لوگوں کی جن کی زندگیاں شدید خطرے میں ہیں تو چیف کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ وہ ہمیں آئندہ احتیاط کرنے کی وارننگ دے گا اور کچھ نہیں"...... صفدر نے کہا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو ورنہ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے اس بار چیف ہمارے اس طرح کافرستان آنے کا سخت نوٹس لے گا اور ہو سکتا ہے ہمارے اس اقدام پر وہ ہمیں سخت ترین سرزنش بھی کرے"...... جولیا نے کہا۔

”ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ بس یہ دعا کریں کہ ہم جلد سے جلد کالائی کے جنگل میں پہنچ جائیں اور جس چیز کے حصول کے لئے ہم یہاں آئے ہیں وہ ہمیں مل جائے تاکہ اس سے ان انسانوں کی زندگیاں بچائی جا سکیں جو جاں بلب پڑے ہیں۔ اس چیز کے بغیر ان کی زندگیاں بچنا ناممکن ہے۔ ایک بار ہم ان کی زندگیاں بچا لیں پھر چیف مجھے اس جرم کی جو بھی سزا دے گا میں ہنس کر قبول کر لوں گا“...... صفدر نے کہا تو جولیا ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔

وہ چاروں ٹرک کے درمیانی حصے میں پرالی کے بنے ہوئے ایک گڑھے میں بیٹھے ہوئے تھے جسے انہوں نے خود بنایا تھا تاکہ ارد گرد سے گزرنے والے بڑے لوڈروں اور ٹرکوں میں موجود افراد کو وہ دکھائی نہ دے سکیں۔ جس ٹرک میں وہ سوار تھے وہ ٹرک رکے بغیر مسلسل چلا جا رہا تھا اور وہ وقتاً فوقتاً اٹھ کر یہ ضرور دیکھ رہے تھے کہ اس وقت ٹرک انہیں لے کر کس مقام سے گزر رہا ہے۔ ٹرک چونکہ مخصوص رفتار سے چل رہا تھا اس لئے انہوں نے کافی دیر سے یہ چیک نہیں کیا تھا کہ وہ اب کس مقام پر ہے۔ اب اچانک ٹرک کی رفتار کم ہونی شروع ہوئی تو وہ چونک پڑے۔

”ٹرک کی رفتار کم ہو رہی ہے۔ ہمیں دیکھ لینا چاہئے کہ اب ہم کہاں ہیں“...... جولیا نے کہا۔

”ایک منٹ میں دیکھتا ہوں“...... کیپٹن شکیل نے کہا اور اٹھ کر پرالی کے ڈھیر پر آگے بڑھنے لگا۔ سر اٹھاتے ہی اسے سامنے ایک

چیک پوسٹ دکھائی دی جہاں گاڑیوں کی طویل قطاریں لگی ہوئیں تھی۔ چیک پوسٹ پر بے شمار مسلح افراد دکھائی دے رہے تھے اور وہاں موجود تمام گاڑیوں کی تفصیلی چیکنگ کی جا رہی تھی۔ چیک پوسٹ اور وہاں موجود مسلح افراد کو چیکنگ کرتے دیکھ کر کیپٹن شکیل کی تیوریوں پر بل پڑ گئے وہ چند لمحے ماحول دیکھتا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ پیچھے کھسک آیا۔

”وہی ہوا جس کا خطرہ تھا“...... کیپٹن شکیل نے گڑھے میں واپس آ کر کہا۔

”کیا ہوا“...... جولیا نے چونک کر کہا۔

”یہاں ایک چیک پوسٹ ہے جہاں بے شمار مسلح افراد ہیں اور وہ یہاں موجود ایک ایک گاڑی کی چیکنگ کر رہے ہیں“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”اوہ۔ اور یہ سب ہمارے لئے کیا جا رہا ہے“...... صفدر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے۔ ورنہ اس قدر سخت چیکنگ کا یہاں کیا مطلب ہو سکتا ہے“...... جولیا نے کہا۔

”کیا یہاں سے نکل چلیں“...... تنویر نے کہا۔

”نہیں۔ اگر ہم نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی تو آسانی سے ان کی نظروں میں آ جائیں گے۔ سڑکوں کے دائیں بائیں ہر طرف مسلح افراد موجود ہیں جو ایک ایک گاڑی پر نظر رکھے ہوئے ہیں“۔

کیپٹن شکیل نے کہا۔

''تب کیا کریں''...... جولیا نے کہا۔

''کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔ اب ہم ان کے لئے اتنا بھی تر نوالہ نہیں ہیں کہ یہ ہمیں آسانی سے نگل جائیں''...... تنویر نے غرا کر کہا۔

''فورس زیادہ ہے اور ہم ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں کسی مشن پر نہیں۔ اپنے ایک ذاتی کام سے آئے تھے۔ ہمارے پاس اسلحہ بھی نہیں ہے کہ ہم کسی فورس کا مقابلہ کر سکیں۔ ہماری بچت اسی میں ہے کہ ہم فورس کے گھیرے سے خود کو بحفاظت نکال کر لے جائیں''...... صفدر نے کہا۔

''اب تو ایک ہی طریقہ ہے''...... کیپٹن شکیل نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

''کون سا طریقہ''...... جولیا نے پوچھا۔

''ہمیں پرالی کے اس ڈھیر کے نیچے جانا ہو گا۔ یہی ایک جگہ ہے جہاں وقتی طور پر ہم خود کو چھپا سکتے ہیں''...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

''پرالی کے ڈھیر کو چیک کرنے کے لئے لمبی اور نوکیلی سلاخوں کا استعمال کیا جاتا ہے اگر انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تو''۔ صفدر نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

''پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا''...... کیپٹن شکیل نے کہا تو وہ سب

خاموش ہو گئے۔

''چلو پھر دیر کس بات کی ہے۔ وہ ٹرک پر چڑھ آئیں گے پھر ہم پرالی کے نیچے جائیں گے''...... جولیا نے کہا۔

''ہم چاروں چار الگ الگ سائیڈوں میں جائیں گے۔ پرالی کا وزن نہیں ہوتا اور ان میں اتنی گنجائش ہوتی ہے ہم ڈھیر کے نیچے جا کر سانس لے سکیں۔ ہمیں بس اپنے چہروں پر رومال یا کوئی کپڑا باندھنا ہو گا تا کہ پرالی ہماری ناک، منہ اور کانوں کے ساتھ ساتھ آنکھوں کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ ہم چار سائیڈوں کے کناروں کے ساتھ ترچھے انداز میں چپک جائیں گے تا کہ اگر فورس یہاں آ کر پرالی میں سلاخیں مار کر چیک کرنے کی کوشش کرے تو ہم ان سلاخوں سے بچ سکیں''...... صفدر نے کہا تو ان سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ صفدر انہیں بتانے لگا کہ کسے کس سائیڈ میں جانا ہے۔ سب سے پہلے جولیا نے اپنے منہ پر کپڑا لپیٹا اور پھر تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے پرالی ہٹانا شروع کی اور تیزی سے اندر گھستی چلی گئی۔ اس کے بعد تنویر، پھر کیپٹن شکیل اور پھر صفدر چہروں پر رومال باندھ کر گھاس کے ڈھیر میں گھستے چلے گئے۔ صفدر چونکہ آخر میں ڈھیر میں گھسا تھا اس لئے وہ تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے اوپر موجود پرالی کو پھیلاتا جا رہا تھا تا کہ ٹرک پر آنے والے مسلح افراد کو اس بات کا علم نہ ہو سکے کہ پرالی کے ڈھیر کو چھیڑا گیا ہے۔ وہ چاروں ٹرک کے کناروں کے ساتھ جا کر لگ گئے تھے۔ وہ

کناروں کے ساتھ پہلو کے بل چپک گئے تھے تاکہ وہ کم سے کم جگہ لیں اور ٹرک پر آنے والے مسلح افراد اگر پرالی کے ڈھیر پر سلاخیں ماریں تو وہ ان سے بچے رہ سکیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری ہو گی کہ انہیں ٹرک پر دو افراد کے چڑھنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ پرالی کے ڈھیر کے نیچے ہونے کے باوجود انہیں باہر کی آوازیں آسانی سے سنائی دے رہی تھیں۔

''یہ سلاخیں پکڑو اور اسے پرالی میں مار مار کر چیک کرو۔ اگر وہ چاروں اس ڈھیر کے نیچے ہوئے تو ان سلاخوں سے نہیں بچ سکیں گے''...... ایک شخص کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور انہیں اپنے سینے میں سانس اٹکتا ہوا محسوس ہوا۔ اس آواز سے ثابت ہو گیا تھا کہ وہ لوگ انہی کی تلاش میں یہاں موجود تھے اور وہ انتہائی سختی سے ہر گاڑی اور لوڈر کی چیکنگ کر رہے تھے۔ ٹرک پر چونکہ مسلح افراد چڑھ چکے تھے اس لئے انہوں نے اب ہلنا جلنا بھی ترک کر دیا تھا۔ ابھی چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ انہیں ٹرک سے ٹھک ٹھک کی تیز آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ان آوازوں کو سن کر ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ یہ پرالی میں ماری جانے والی سلاخوں کی آوازیں تھیں جنہیں پوری قوت سے پرالی کے ڈھیر پر مارتے ہوئے ٹرک کی بیس تک گھسا رہے تھے ٹھک ٹھک کی یہ آوازیں ٹرک کے نچلے حصے پر لگنے کی تھیں۔

ایک تو وہ پرالی کے نیچے تھے اور دوسرا ان کے چہروں پر رومال

بندھے ہوئے تھے اس لئے وہ اندازہ تو لگا سکتے تھے کہ پرالی کے ڈھیر پر سوار کہاں موجود ہیں لیکن وہ یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ وہ سلاخیں کن حصوں پر مار رہے ہیں۔ اسی لمحے جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے اچانک اس کے چہرے کے عین قریب کوئی نوکدار چیز ٹھک کر کے آ کر لگی ہو۔ اس کا دل دہل کر رہ گیا۔ یہاں سلاخ ماری گئی تھی۔ اگر سلاخ ایک انچ بھی آگے آ جاتی تو اس کی کھوپڑی میں سوراخ کرتی ہوئی گزر جاتی۔ سلاخ ایک لمحے کے لئے نیچے آئی تھی پھر فوراً کھینچ لی گئی تھی اور پھر اسی لمحے جولیا کو یوں لگا جیسے پرالی میں سے نوکیلی سلاخ تیزی سے گزرتی ہوئی ٹھیک اس کے سر کی طرف بڑھ رہی ہو۔ ایک لمحے کے لئے جولیا کا جیسے دل دھڑکنا بھول گیا اور پھر اچانک ٹھک کی آواز سنائی دی اور جولیا کا دل اچھل کر جیسے یکلخت اس کے حلق میں آ پھنسا۔

جوزف اور جوانا نے رانا ہاؤس کے باغ کے ایک حصے میں ایک بڑا سا گڑھا کھود کر اس میں مٹی ڈال کر بہت سا پانی ڈال دیا تھا جس سے گڑھا دلدل کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ جوزف نے گرم دلدل بنانے کے لئے گڑھے میں چونے کے پتھر بھی ڈال دیئے تھے۔ جس سے دلدل بری طرح سے ابلنی شروع ہوگئی تھی۔ پھر جوزف نے سوپر فیاض کے سارے جسم پر کسی جانور کی چربی لگانی شروع کر دی۔ اس کا کہنا تھا کہ اس چربی کی وجہ سے سوپر فیاض کا جسم چونے کے پانی میں جلنے سے محفوظ رہے گا اور اس کے جسم کو چونے کے گرم پانی کی صرف ہیٹ ہی ملے گی جو اس کے جسم کا سارا بخار ختم کر دے گی۔

جوزف نے ایک بڑے سے تختے کے دو حصے کاٹ کر ان میں تین سوراخ بنا دیئے تھے۔ ان میں سے ایک سوراخ میں سوپر فیاض کا سر جبکہ دوسرے چھوٹے سوراخوں میں سوپر فیاض کے ہاتھ

کلائیوں تک باہر نکلے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اس تختے کو دلدل کے عین اوپر رکھا گیا تھا تاکہ سوپر فیاض کا باقی جسم گرم دلدل میں رہے مگر اس کا سر اور اس کے ہاتھ باہر رہیں۔ سر تو ظاہر ہے سوپر فیاض کا سانس بحال رکھنے کے لئے تختے سے نکالا گیا تھا جبکہ اس کے ہاتھوں کو تختے سے اس لئے باندھا گیا تھا تاکہ وہ دلدل میں لٹک کر اپنا بیلنس برقرار رکھ سکے۔

سوپر فیاض کو گرم دلدل میں ڈال کر جوزف کوبرا اور سیاہ کیکڑوں کا انتظام کرنے چلا گیا تھا جس کا سوپ بنا کر اسے سوپر فیاض کو پلانا تھا اور پاکیشیا میں کوبرا اور سیاہ کیکڑے ملنا آسان نہیں تھا لیکن عمران نے جوزف کو بتایا تھا کہ وہ ایک ایسے شخص کو جانتا ہے جو ہر نسل کے سانپوں اور کیکڑوں کے ساتھ ہر قسم کے حشرات الارض رکھتا ہے۔ وہ ان سب پر مختلف تجربات کرتا رہتا ہے۔ جوزف اسے اس کی مرضی کے مطابق رقم دے دے گا تو وہ اسے کوبرا ناگ اور سیاہ کیکڑے دے دے گا جن کا سوپ بنا کر جب وہ سوپر فیاض کو پلائے گا تو سوپر فیاض مکمل طور پر صحت یاب ہو جائے گا۔ چونے کی دلدل میں سوپر فیاض بدستور بے ہوشی کی حالت میں لٹکا ہوا تھا۔ عمران گڑھے کے پاس ایک کرسی پر بیٹھا غور سے سوپر فیاض کی طرف دیکھ رہا تھا جو ہوش میں آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

”ماسٹر“...... اچانک جوانا کی آواز سن کر عمران نے سر اٹھا کر

اس کی طرف دیکھا تو جوانا اس کے قریب ہی کھڑا تھا اس کے
دونوں ہاتھوں میں چائے کے کپ تھے۔

''چائے''...... جوانا نے کہا اور ایک کپ اس کی طرف بڑھا
دیا۔ عمران نے اس سے چائے کا کپ لے لیا۔

''تم نے کب سے چائے پینی شروع کر دی۔ جہاں تک مجھے
یاد پڑتا ہے تم نے شراب ضرور چھوڑ دی ہے لیکن اس کی جگہ تم نے
باقاعدگی سے کافی پینی شروع کر دی ہے۔ سردیاں ہوں یا گرمیاں،
جوزف بتا رہا تھا کہ جب تک تم دن میں پانچ چھ بار تیز کافی نہیں
پی لیتے تمہیں سکون ہی نہیں آتا ہے''...... عمران نے کہا تو جوانا نے
دانت نکالنا شروع کر دیئے۔

''یس ماسٹر۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں نے واقعی کافی کا بہت
زیادہ استعمال شروع کر دیا ہے۔ دل کرتا ہے کہ ہر وقت کافی سے
بھرا ہوا مگ میرے ہاتھوں میں ہو اور میں اس کے سپ لیتا رہوں۔
اس کا شراب سے کچھ زیادہ ہی مجھ پر نشہ ہو گیا ہے۔ اس عادت
سے میں خود بھی پریشان ہوں۔ اسی لئے میں نے پچھلے چند روز
سے کافی کم کر کے چائے بھی پینی شروع کر دی ہے تاکہ کافی پینے
کی مقدار کم سے کم کر سکوں''...... جوانا نے دانت نکالتے ہوئے
کہا۔

''دونوں صورتوں میں تم میرا ہی کباڑہ کر رہے ہو۔ چائے پیئو یا
کافی۔ اس کا بل تو مجھے ہی دینا پڑتا ہے۔ اگر تمہاری چائے اور کافی

پینے کی یہی رفتار رہی تو ایک نہ ایک دن میری ساری جمع پونجی تم
دونوں پر ہی ختم ہو جائے گی''...... عمران نے مسکرا کر کہا تو جواب
میں جوانا بھی مسکرا دیا۔

''اگر تم حکم دو تو میں چائے اور کافی دونوں ہی پینا ختم کر دوں
گا ماسٹر''...... جوانا نے بڑی سعادت مندی سے کہا تو اس کی
سعادت مندی دیکھ کر عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''نہیں نہیں۔ یہ عادت مت چھوڑنا۔ اگر تم نے یہ عادت چھوڑ
دی تو تمہیں پھر شراب پینے کی لت لگ جائے گی۔ میں چائے اور
کافی کا تو بار اٹھا سکتا ہوں لیکن شراب کے اخراجات کا بوجھ اٹھانا
میرے لئے ناممکن ہو جائے گا''...... عمران نے کہا تو جوانا بے
اختیار ہنس پڑا۔

''ٹھیک ہے ماسٹر جیسا تم کہو''...... جوانا نے کہا۔

''البتہ چائے اور کافی صحت کے لئے اچھی نہیں ہوتی۔ اسے
جتنا کم مقدار میں استعمال کرو گے اتنا ہی اچھا ہوتا ہے ورنہ واقعی
اس کی لت لگ جائے تو اس کی لت شراب سے بھی بری ہوتی
ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس ماسٹر۔ میں کوشش کروں گا کہ کافی کے ساتھ ساتھ چائے
بھی کم سے کم پیا کروں''...... جوانا نے اسی انداز میں کہا تو عمران
نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس نے ایک بار پھر سوپر فیاض کی طرف
دیکھا اور پھر اس نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگایا اور چائے

سپ کرنے لگا۔ ابھی اس نے چائے کے دو تین ہی گھونٹ بھرے ہوں گے کہ اچانک وہ بری طرح سے چونک پڑا۔ اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں چائے کی طرف دیکھا اور پھر اس نے چائے کا کپ اپنی ناک کے قریب لا کر اسے سونگھا تو اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ پریشانی کے تاثرات ابھر آئے۔ چائے سے کچھ جلنے کی بو آ رہی تھی جیسے جس برتن میں چائے پکائی گئی ہو اس میں چائے زیادہ پکنے سے جل سی گئی ہو۔

''یہ چائے تو......'' عمران نے سائیڈ میں کھڑے جوانا کی طرف دیکھ کر کچھ کہنا چاہا لیکن جیسے ہی اس کی نظریں جوانا پر پڑیں اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ جوانا اس سے کافی پیچھے جا کھڑا ہوا تھا اور اس کی طرف بڑی تمسخرانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ عمران اس کی آنکھیں دیکھ کر ساکت سا ہو گیا تھا کیونکہ اس وقت جوانا کی آنکھیں ایسی دکھائی دے رہی تھیں جیسے وہ انسان کی نہیں کسی جانور کی آنکھیں ہوں۔ اس کی آنکھوں میں ڈھیلو پر دو لمبی اور سیاہ لکیریں سی بنی دکھائی دے رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں دیکھ کر عمران ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ نیچے گرتا چلا گیا۔

''کیا ہوا ماسٹر۔ تم نے چائے نیچے کیوں پھینک دی۔ کیا میں نے چائے اچھی نہیں بنائی تھی''...... جوانا نے عمران کی طرف اسی طرح تمسخرانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس بار اس کے منہ

سے جوانا کی آواز کی بجائے کسی بھیڑیئے کی غراہٹ جیسی غیر انسانی آواز نکلی تھی۔

''کون ہو تم''...... عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے غصے اور پریشانی کے عالم میں کہا۔

''پٹونگا''...... جوانا کے منہ سے آواز نکلی اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا چائے کا کپ ایک طرف پھینک دیا۔ اسی لمحے اس کے جسم کے گرد دھواں سا پھیلا اور تیزی سے سمٹتا چلا گیا۔ جیسے ہی دھواں سمٹ کر ختم ہوا عمران کے سامنے جوانا کی بجائے وہاں ایک عجیب و غریب مخلوق کھڑی تھی۔ ایک ایسی مخلوق جسے دیکھ کر عمران کی نہ صرف آنکھیں پھیلتی چلی گئیں بلکہ وہ بڑے بوکھلائے ہوئے انداز میں کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

اس مخلوق کا قد کاٹھ جوانا جیسا ہی تھا لیکن اس کا رنگ سرخی مائل تھا۔ اس نے سرخ رنگ کا ایک جانگیہ پہن رکھا تھا اور اس کے جسم پر سبز رنگ کا لبادے نما کپڑا لپٹا ہوا تھا۔ اس کی سرخ کھال اس کے جسم پر اس بری طرح سے سمٹی ہوئی تھی جیسے وہ کسی بھٹی میں گر کر جل گیا ہو اور اس کے جسم کی ساری کھال خشک ہو کر سمٹ گئی ہو۔ اس کا سر گول اور گنجا تھا۔ سب سے حیرت ناک جو چیز تھی وہ اس کے سر پر موجود دو سینگ تھے جو بیل کے سینگوں جیسے نوکیلے اور مڑے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ اس مخلوق کی بھنویں کافی گہری تھیں جو سائیڈوں سے نکلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں۔ یہی

نہیں اس مخلوق کے ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں بھی لمبی لمبی تھیں جن کے سروں پر لمبے اور نوکیلے ناخن دکھائی دے رہے تھے۔ وہ عمران کی جانب بڑی شرارت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''پٹونگا۔ کون پٹونگا اور تم نے میرے ساتھی جوانا کا روپ کیسے دھار لیا تھا۔ کہاں ہے جوانا''...... عمران نے خود کو سنبھال کر اس کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں کوئی بھی روپ دھار سکتا ہوں ماسٹر۔ تمہیں میرے بارے میں تمہارے سیاہ فام ساتھی نے بتایا تو تھا''...... پٹونگا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ کیا تمہارا تعلق چھلاوں کی دنیا سے ہے''...... عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

''ہاں۔ تم مجھے چھلاوہ بھی کہہ سکتے ہو اور سوڈانگو بھی اور میرا تعلق جس دنیا سے ہے اسے آسیبی دنیا کہا جاتا ہے''...... پٹونگا نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''ہونہہ۔ تو تم نے مجھے اپنا تابع بنانے کے لئے جوانا کا روپ دھارا تھا اور جوانا کے روپ میں مجھے چائے بنا کر دی تھی جس میں تم نے کچھ ایسا ملا دیا تھا جس کے پیتے ہی میں تمہارے دام میں آ جاتا''...... عمران نے غرا کر کہا۔

''ہاں بالکل۔ اور ایسا ہی ہوا ہے۔ تمہارے سیاہ فام ساتھی نے تمہیں بتایا بھی تھا کہ ان چیزوں کو کھانے اور پینے سے پرہیز کرنا

جس میں تمہیں کچھ جلے ہوئے کی بو محسوس ہو۔ تم چونکہ سوپر فیاض کی پریشانی میں مبتلا تھے اور تمہاری ساری توجہ اس کی طرف تھی اس لئے میں نے موقع کا فائدہ اٹھا کر تمہارے ساتھی جوانا کو بے ہوش کر کے ایک کمرے میں ڈالا اور خود اس کا روپ بدل کر کچن میں چلا گیا اور تمہارے اور اپنے لئے چائے بنا کر لے آیا۔ تم نے چائے کا گھونٹ بھرا اور میرا کام بن گیا۔ اب میں تمہارے سامنے ہوں اور اب وہی ہو گا جو میں چاہوں گا''...... پٹونگا نے ہنستے ہوئے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

''کیا ہو گا۔ کیا کرو گے تم میرے ساتھ۔ کیا تم مجھے اپنا غلام بنا لو گے''...... عمران نے غرا کر کہا۔

''اگر تم میری باتیں مانتے رہو گے تو میں تمہارا دوست بھی بن سکتا ہوں۔ میری بات نہ ماننے کی صورت میں تمہیں تکلیفیں اور اذیتیں اٹھانی پڑیں گی جو تمہاری صحت کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ اس کا اندازہ اپنے دوست سوپر فیاض کو ہی دیکھ کر لگا لو جسے میں نے خود چھوڑا تھا اگر میں اسے نہ چھوڑتا تو یہ اب تک خود کو ہلاک کر چکا ہوتا یا پھر یہ پاگل ہو گیا ہوتا''...... پٹونگا نے کہا۔

''ہونہہ۔ تو یہ سارا تمہارا کیا دھرا ہے''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ بالکل''...... پٹونگا نے کہا۔

''میں تمہیں کیا کہوں۔ پٹونگا کہوں، چھلاوہ یا پھر سوڈانگو''۔

عمران نے چند لمحے توقف کے بعد اس سے پوچھا۔

"جو تمہاری مرضی۔ پٹونگا کہوں، سوڈانگو کہو یا چھلاوہ ایک ہی بات ہے"...... اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تمہیں سوڈانگو ہی کہوں گا آج سے تمہارا نام سوڈانگو ہے اب یہ بتاؤ کیا تم مجھے یہاں نقصان پہنچانے کے لئے آئے ہو"...... عمران نے کہا۔

"نہیں۔ اگر مجھے تمہیں کوئی نقصان پہنچانا ہوتا تو میں اس طرح اپنے اصلی روپ میں تمہارے سامنے کیوں ظاہر ہوتا"...... سوڈانگو نے کہا۔

"کیا یہ تمہارا اصلی روپ ہے"...... عمران نے چونک کر کہا۔

"سوڈانگوؤں کے ہزاروں روپ ہیں ماسٹر۔ میں جو روپ بھی اپنا لوں گا وہی میرا اصلی روپ بن جائے گا"...... سوڈانگو نے کہا۔

"تم نے میری پریشانی کا فائدہ اٹھایا ہے۔ غلطی میری ہی تھی مجھے جوزف کے کہنے کے مطابق واقعی بے حد احتیاط سے کام لینا چاہئے تھا مجھے کیا معلوم تھا کہ تم میرے ہی ساتھی کا روپ دھار کر یہاں آ جاؤ گے۔ اگر مجھے ذرا سا بھی شک ہو جاتا تو میں تمہارے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے کو ہاتھ بھی نہ لگاتا"...... عمران نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"یہی تو میرا کام ہے ماسٹر کہ میں جو بھی کام کرتا ہوں انتہائی سوچ سمجھ کر کرتا ہوں اور چھلاوہ میرے دھوکے اور فریب کا ہی نام

ہے"...... سوڈانگو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے کیا چاہتے ہو"...... عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

"وہی جو تمہارے دوست سوپر فیاض سے چاہتا تھا"...... سوڈانگو نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیا پتہ کہ تم اس سے کیا چاہتے تھے۔ میں تو اس کی حالت دیکھ دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا"...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

"اب اس کی پریشانی چھوڑ دو۔ میں نے تمہیں دیکھ کر اسے خود ہی چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ پرنس مکاشو اگر اسے گرم دلدل میں نہ بھی رکھتا اور اسے کوبرا اور سیاہ کیکڑوں کا سوپ بنا کر نہ بھی پلاتے تو اب اسے کچھ نہیں ہو گا۔ دو تین دن تک اس کی حالت خود ہی سنبھل جاتی تھی لیکن خیر پرنس مکاشو جو کر رہا ہے وہ بھی غلط نہیں ہے اب اس کی حالت جلدی سنبھل جائے گی"...... سوڈانگو نے جوزف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جسے ماورائی طاقتیں اور افریقہ کے وچ ڈاکٹر پرنس مکاشو کہتے تھے۔ **اس کے لئے ظہیر احمد صاحب کے ناول 'مکاشو' کا مطالعہ ضرور کیجیے۔**

"کیا تم اسے اپنے ساتھ آسیبی دنیا میں لے جانا چاہتے تھے"۔ عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ لیکن اب اس کی جگہ تم میرے ساتھ جاؤ گے اور اگر تم نے میرے ساتھ جانے سے انکار کیا تو میں تمہاری زندگی بھی عذاب بنا کر رکھ دوں گا۔ میں تمہارے ساتھ ایسے ایسے کھیل کھیلوں

گا کہ تم یا تو میری بات ماننے پر آمادہ ہو جاؤ گے یا پھر پاگل۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم مجھے دوست بنا کر اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو یا دوست نما دشمن بنا کر“...... سوڈانگو نے کہا۔

”دوست نما دشمن۔ میں سمجھا نہیں“...... عمران نے کہا۔

”دوست دوست ہی ہوتا ہے اور دوست نما دشمن ایسا دوست ہوتا ہے جو بغل میں چھری چھپا کر رکھتا ہے اور موقع ملتے ہی وہ دوست کی گردن کاٹنے سے بھی دریغ نہیں کرتا“...... سوڈانگو نے مسکرا کر کہا۔

”بڑے فلاسفر قسم کے بھوت ہو تم تو“...... عمران نے سر جھٹک کر کہا۔

”بھوت نہیں۔ چھلاوہ یا پھر سوڈانگو۔ مجھے بھوتوں کے نام سے نفرت ہے“...... سوڈانگو نے منہ بنا کر کہا۔

”کیوں۔ تم میں اور بھوتوں میں کیا فرق ہے۔ بھوت بھی تو تمہاری طرح آسیبی ہی ہوتے ہیں“...... عمران نے کہا۔

”نہیں۔ بھوت پریت اور چڑیلوں کی نسل کالی دنیا سے وابستہ ہے۔ ہم ویرانوں اور بیابانوں کے باسی ہیں۔ بھوت پریت دن کے اجالے سے ڈرتے ہیں جبکہ ہمیں رات کے اندھیروں اور دن کے اجالوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی ہم بھوت پریتوں کی طرح کسی سے ڈر کر بھاگتے ہیں“..... سوڈانگو نے کہا۔

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے سوپر فیاض کو کیسے قابو کیا تھا۔

وہ تمہیں کہاں ملا تھا“...... عمران نے کچھ سوچ کر پوچھا تو سوڈانگو نے اسے سوپر فیاض کے بارے میں بتانا شروع کر دیا کہ وہ کیسے جنگل کی طرف آیا تھا اور سوڈانگو نے اسے دیکھتے ہی اپنے مقصد کے لئے اپنے قابو میں کر لیا تھا۔

”ہونہہ۔ تو تم نے اس کی کار اسے نظر کا دھوکہ دیتے ہوئے تباہ کی تھی“...... ساری باتیں سن کر عمران نے ہنکارہ بھرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ جب یہ بے ہوش ہو گیا تو میں اس کے سر پر سوار ہو گیا تھا پھر یہ کار میں ہی واپس اپنے گھر آیا تھا لیکن چونکہ اس کا ذہن میرے قبضے میں تھا اس لئے اسے ہوش میں آنے کے بعد پتہ ہی نہیں چلا تھا کہ وہ اپنی رہائش گاہ کیسے پہنچا ہے۔ میں نے وقتی طور پر اس کے گھر کے تمام ملازمین کی آنکھوں پر بھی پردہ ڈال دیا تھا تا کہ جب تک سوپر فیاض کو خود ہوش نہ آ جائے کوئی اسے دیکھ نہ سکے اور نہ ہی کسی کو سوپر فیاض کی کار دکھائی دے“...... سوڈانگو نے کہا۔

”اور جب یہ ڈیڈی کے آفس میں بے ہوش ہو گیا تھا تب تم نے کیا کیا تھا۔ کیا تم خود ہی اسے اٹھا کر لے گئے تھے“...... عمران نے پوچھا۔

”نہیں۔ میں اسے نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اسے بے ہوش دیکھ کر تمہارے ڈیڈی نے اسے عملے کے آدمیوں کو بلا کر قریبی کلینک میں پہنچایا تھا۔ جہاں اسے ہوش آیا تو عملے کے آدمی تمہارے ڈیڈی

کی ہدایات پر اسے اس کے گھر چھوڑ آئے تھے۔ اس وقت بھی میں نے سوپر فیاض کے دماغ پر پردہ ڈال رکھا تھا تاکہ اس کے ساتھ آنے والے افراد کو اس کی حالت پر زیادہ شک نہ ہو۔ پھر جب وہ اسے گھر چھوڑ کر چلے گئے تو میں نے اس کے دماغ پر ڈالا ہوا پردہ ہٹا لیا۔

میں نے اسے متعدد بار کہا کہ یہ میرے ساتھ آسیبی دنیا میں چلے لیکن یہ ہر بار انکار کر دیتا تھا۔ یہ مجھ سے بہت زیادہ خائف ہو گیا تھا اور اس نے مجھے کئی بار نقصان پہنچانے کی بھی کوشش کی تھی لیکن یہ بھلا مجھے کیا نقصان پہنچا سکتا تھا۔ مجھے نقصان پہنچانے کے چکر میں یہ گھر کی ہر چیز اٹھا اٹھا کر مجھ پر پھینکتا تھا۔ تمہارے فلیٹ میں بھی میں اس کے ساتھ ہی آ گیا تھا۔ میں پہلے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا لیکن پھر جیسے ہی میں اس کے سامنے نمودار ہوا یہ مجھے دیکھ کر پاگل ہو گیا اور اس نے اپنی بیوی اور تمہارے ملازم کے سامنے مجھ پر ہر وہ چیز اٹھا اٹھا کر پھینکنی شروع کر دی جو اس کے ہاتھ آئی اس لئے اس کی بیوی اور تمہارا ملازم اسے پاگل سمجھ بیٹھے تھے اور انہوں نے مل کر اسے باندھ دیا تھا پھر جب تم وہاں آئے تو میں تمہیں دیکھ کر چونک پڑا۔ مجھے ایسا لگا جیسے مجھے جس انسان کی مدد کی ضرورت ہے وہ سوپر فیاض نہیں بلکہ تم ہو۔ میں نے تم پر نظر رکھنی شروع کر دی پھر میں نے اپنی آنکھوں میں تمہارا عکس اتارا اور فوراً اپنی دنیا میں چلا گیا۔ اپنی دنیا میں جا کر میں نے جب

اپنے بڑوں کو تمہارا عکس دکھایا تو انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کر دی کہ اگر ہمارا کوئی کام کر سکتا ہے تو وہ تم ہی ہو سکتے ہو اور کوئی نہیں۔ میرے بڑوں نے مجھے سوپر فیاض کی جگہ تمہیں اپنا اسیر بنانے کا حکم دے دیا اور جب میں یہاں پہنچا تو اس وقت تک تم اپنے سیاہ فام ساتھی پرنس مکاشو کو بلا چکے تھے۔ پرنس مکاشو پر نظر پڑتے ہی میں گھبرا گیا تھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے وہ آدمی میرے لئے شدید خطرے کا باعث بن سکتا ہے۔ میرے لئے یہی بات سب سے حیرت انگیز اور خوف زدہ کر دینے والی تھی کہ اس نے تمہارے فلیٹ میں داخل ہوتے ہی مجھے دیکھ لیا تھا۔ مجھے اور کچھ نہ سوجھا تو میں نے اس پر فوراً حملہ کیا اور اسے اچھال کر دور پھینک دیا اور پھر یہ دیکھے بغیر کہ اس کا انجام کیا ہوا ہے میں فوراً تمہارے فلیٹ سے بھاگ گیا اور پھر میں نے خود کو دوہرے ساحرانہ حصار میں چھپا لیا تاکہ پرنس مکاشو مجھے کسی بھی صورت میں نہ دیکھ سکے“...... سوڈانگو نے کہا تو عمران ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

”تو تم اس موقع کی تلاش میں تھے کہ پرنس مکاشو ادھر ادھر ہو اور تم مجھے کوئی ایسی چیز کھلا سکو جس سے میں تمہارے تابع ہو جاؤں“...... عمران نے کہا۔

”ہاں۔ اور جلد ہی مجھے اس کا موقع مل گیا اور میں نے تمہیں چائے میں آسیبی دنیا کے ایک درخت سوم رس کے پتے کا رس نچوڑ کر پلا دیا۔ جس کی وجہ سے میں تمہارے سامنے بھی رہ سکتا ہوں

اور تم سے بات بھی کر سکتا ہوں''...... سوڈانگو نے مسکرا کر کہا۔
''تو تمہارا کیا خیال ہے ایسا کر کے تم نے مجھے اپنے تابع کر لیا ہے''...... عمران نے منہ بنا کر کہا۔
''تم سوم رس کے پتے کا رس پی چکے ہو اس لئے اب مجھے تمہیں قابو کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہو گی لیکن میں تم سے جو کام لینا چاہتا ہوں وہ میں تمہیں قابو میں کر کے نہیں لے سکتا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم میرے دوست بن جاؤ اور میرے ساتھ آسیبی دنیا میں چلو تو میرا کام آسان ہو جائے گا''...... سوڈانگو نے کہا۔
''تمہارا دوست۔ یعنی میں آسیب کا دوست بن جاؤں۔ بہت خوب''...... عمران نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
''ہماری یہ دوستی عارضی ہو گی۔ اس دوستی میں جہاں میرا فائدہ ہے وہاں تم بھی کوئی نقصان نہیں اٹھاؤ گے بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ میرا ساتھ دے کر تم اپنے دوستوں کی بھی جان بچا سکتے ہو''۔ سوڈانگو نے کہا تو عمران چونک پڑا۔
''دوستوں کی جان بچا سکتا ہوں۔ میں سمجھا نہیں''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
''تمہارے چار دوست جن میں ایک لڑکی بھی ہے وہ اس وقت یہاں نہیں ہیں۔ وہ کالائی کے جنگل میں پہنچ چکے ہیں اور کالائی کے جنگل میں موت کے کالے کنویں میں گرائے جا چکے ہیں۔ جہاں سے ان کا زندہ بچ نکلنا ناممکن ہے۔ اگر تم ان کی مدد کرو اور انہیں

کنویں سے نکال لو گے تو ان کی جان بچ جائے گی۔ ورنہ وہ یقینی طور پر مارے جائیں گے''...... سوڈانگو نے سنجیدگی سے کہا تو عمران حیرت سے اس کی شکل دیکھتا رہ گیا۔
''میں اب بھی نہیں سمجھا کہ تم میرے کن دوستوں کی بات کر رہے ہو''...... عمران نے کہا۔
''میں ان کے نام نہیں لے سکتا البتہ ان کے روپ بدل کر میں تمہیں ان کے چہرے ضرور دکھا سکتا ہوں''...... سوڈانگو نے کہا۔ دوسرے لمحے اس کا وجود دھویں میں چھپ گیا پھر اچانک اس کے چہرے کے سامنے سے دھواں چھٹا اور اس کا بدلا ہوا چہرہ دیکھ کر عمران حقیقتاً اچھل پڑا۔ وہ چہرہ صفدر کا تھا۔
''ایک یہ چہرہ ہے''...... صفدر کے چہرے والے سوڈانگو کے منہ سے آواز نکلی پھر اس کے چہرے کے سامنے دھواں آیا اور پھر چھٹ گیا اور اس بار سوڈانگو کا چہرہ کیپٹن شکیل جیسا بن گیا تھا۔ عمران آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک مرتبہ پھر سوڈانگو کے چہرے کے سامنے دھواں پھیلا اور جب تیسری بار اس کے چہرے کے سامنے سے دھواں ختم ہوا تو عمران کو تنویر کا چہرہ دکھائی دیا۔
''اب میں تمہیں لڑکی کا چہرہ دکھاتا ہوں''...... سوڈانگو نے کہا ساتھ ہی اس کے چہرے کے سامنے ایک بار پھر دھواں آ گیا اور جیسے ہی دھواں ختم ہوا عمران جولیا کا چہرہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

''کہاں ہیں یہ چاروں''...... عمران نے سر جھٹک کر کہا تو سوڈانگو کے گرد پھیلا ہوا دھواں ختم ہو گیا اور وہ ایک بار پھر عمران کے سامنے سینگوں والی مخلوق بن کر آ گیا۔

''موت کے کالے کنویں میں''...... سوڈانگو نے جواب دیا۔

''تم نے کہا ہے کہ انہیں موت کے کالے کنویں میں پھینکا گیا ہے۔ موت کے کالے کنویں سے تمہاری کیا مراد ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ یہ چاروں کالائی میں ہیں۔ کالائی تو کافرستان کا ایک علاقہ ہے جہاں بڑے بڑے جنگلات ہیں۔ یہ چاروں تو پاکیشیا میں تھے پھر یہ اچانک کافرستان کیسے پہنچ گئے''...... عمران نے کہا اس کے چہرے پر واقعی شدید حیرت کے تاثرات نمایاں تھے جیسے اسے سوڈانگو کی باتوں پر یقین ہی نہ آ رہا ہو۔

''یہ چاروں کالائی کے جنگلوں سے سنہری ناگوں کی راکھ لینے کے لئے گئے تھے''...... سوڈانگو نے کہا۔

''سنہری ناگوں کی راکھ۔ میں کچھ سمجھا نہیں''...... عمران نے اسی طرح حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''تمہیں بہت کچھ سمجھانا پڑے گا لیکن ابھی اس کے لئے وقت نہیں ہے۔ تمہارا سیاہ فام دوست پرنس مکاشو کسی بھی وقت یہاں آ سکتا ہے اور میں اس کے سامنے ظاہر نہیں ہونا چاہتا۔ اگر اپنے دوستوں کے بارے میں جاننا چاہتے ہو اور میرے ساتھ آسیبی دنیا میں چلنے کا ارادہ رکھتے ہو تو تم اڈیاگا جنگل میں آ جانا۔ یہ وہی

جنگل ہے جہاں میں نے سوپر فیاض کو قابو کیا تھا۔ میں تمہارا وہیں انتظار کروں گا اور پھر میں تمہیں ساری حقیقت بتا دوں گا اور تمہیں یہ بھی پتہ چل جائے گا کہ پاکیشیا کے فارن ایجنٹ جو دوسرے ممالک میں کام کر رہے ہیں ان کی فائل کس کے پاس ہے اور یہاں سے کیسے چوری کی گئی تھی''...... سوڈانگو نے کہا تو اس کے آخری الفاظ سن کر عمران ایک بار پھر چونک پڑا۔

''اوہ۔ تو تم یہ سب بھی جانتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ میں اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں اور یہ سب اب میں تمہیں اسی جنگل میں بتاؤں گا جب تم میرے پاس آؤ گے''۔ سوڈانگو نے کہا۔

''اور اگر میں نہ آیا تو''...... عمران نے کہا۔

''تمہیں آنا پڑے گا۔ اگر تم نہ آئے تو پھر تمہارے ان چاروں ساتھیوں کی زندگیاں خطرے میں رہیں گے۔ سوائے میرے اور کوئی نہیں جانتا ہے کہ وہ کالائی کے جنگل میں کس کنویں میں قید ہیں۔ اگر تمہیں ان کی زندگیاں عزیز ہیں تو تم مجھ سے ضرور ملو گے اور اگر پھر بھی تم نہ آئے تو پھر مجھے مجبوراً واپس آ کر تمہارے ساتھ وہی کچھ کرنا پڑے گا جو میں نے سوپر فیاض کے ساتھ کیا تھا''۔ سوڈانگو نے کہا تو عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ اسی لمحے گیٹ کے باہر سے کار کے ہارن کی آواز سنائی دی۔

''اوہ۔ پرنس مکاشو آ گیا ہے۔ اب میں جا رہا ہوں''۔ سوڈانگو

نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران اس سے کچھ کہتا اسی لمحے اچانک سوڈانگو کا جسم دھویں میں تبدیل ہوا اور پھر دھواں تیزی سے ہوا میں تحلیل ہوتا چلا گیا۔ اسے غائب ہوتے دیکھ کر عمران نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے اور پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا لیکن اسے سوڈانگو وہاں کہیں دکھائی نہ دیا۔

سوڈانگو نے چونکہ جوانا کو بے ہوش کر کے ایک کمرے میں ڈال دیا تھا اس لئے عمران ایک طویل سانس لیتا ہوا جوزف کے لئے گیٹ کھولنے کے لئے گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا اس کے چہرے پر شدید حیرت اور پریشانی کے تاثرات جیسے ثبت سے ہو کر رہ گئے تھے۔ سوڈانگو کی بتائی ہوئی باتیں اسے اپنے دماغ میں ہتھوڑے کی ضربوں کی طرح لگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔

لوہے کی موٹی سلاخ کسی نیزے کی طرح پرالی کے ڈھیر سے گزرتی ہوئی جولیا کے سر کے عین قریب آ کر ٹرک کی بیس سے ٹکرائی تھی اور جولیا کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔ جس تیزی سے سلاخ نیچے آئی تھی اسی تیزی سے واپس اٹھتی چلی گئی پھر اس سے کچھ فاصلے پر جگہ جگہ سے سلاخیں گرنے کی آوازیں سنائی دیتی رہی اور پھر آوازیں رک گئیں۔

”یہ ٹرک کلیئر ہے۔ اس میں کچھ نہیں ہے“...... پرالی کے ڈھیر پر سوار ایک شخص نے چیختے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آ جاؤ نیچے“...... نیچے سے کہا گیا اور پھر جولیا نے محسوس کیا کہ دو افراد پرالی کے ڈھیر پر چلتے ہوئے ٹرک کے پچھلے حصے تک گئے ہوں اور پھر وہ ٹرک سے اتر گئے ہوں۔ ان افراد نے جس طرح سے پرالی میں سلاخیں گاڑی تھیں اگر ان میں سے کوئی ایک بھی جولیا یا اس کے کسی ساتھی کے جسم میں گھس جاتی تو ان کا

زندہ بچنا ناممکن ہو جاتا۔ چونکہ وہاں خاموشی تھی اس لئے جولیا کو اپنے کسی ساتھی کی بھی کوئی آواز سنائی نہیں دی تھی۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی سلاخ لگ گئی ہوتی تو اس کے منہ سے ایسی آواز ضرور نکلتی جس سے جولیا کو پتہ چل جاتا کہ اس کا کوئی ساتھی زخمی ہو گیا ہے۔

ٹرک وہاں کافی دیر تک رکا رہا۔ ہر طرف سے لوگوں کے بولنے اور گاڑیوں کے ہارن بجنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ان سب نے چہروں پر رومال باندھ رکھے تھے چونکہ وہ پرالی کے نیچے کافی دیر سے موجود تھے اس لئے اب انہیں سانس لینے میں مسئلہ ہو رہا تھا۔ وہ رک رک کر سانس لے رہے تھے۔ ٹرک چیکنگ کے مرحلے سے گزر چکا تھا اس لئے امید تو نہیں تھی کہ دوبارہ اس ٹرک کو چیک کیا جائے لیکن اس کے باوجود جولیا اور اس کے ساتھی پرالی کے نیچے سے باہر نکلنے کا رسک نہیں لے سکتے تھے۔ کچھ دیر بعد جب ٹرک نے دوبارہ رینگنا شروع کیا تو جولیا کی جان میں جیسے جان آ گئی۔

ٹرک آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ ٹرک کو چلتا محسوس کر کے جولیا نے سائیڈوں سے آہستہ آہستہ پرالی ہٹانی شروع کر دی۔ وہ چونکہ ٹرک کی دائیں سائیڈ کی دیوار سے لگی ہوئی تھی اور اسے دائیں طرف سے ہوا بھی محسوس ہو رہی تھی اس لئے اس کا خیال تھا کہ وہاں ضرور کوئی سوراخ ہو گا۔ وہ سوراخ کے پاس اپنا منہ کر کے اپنا

سانس بحال کرنا چاہتی تھی۔ تھوڑی سی ہی کوشش کے بعد اس نے ٹرک کی باڈی میں ایک سوراخ ڈھونڈ لیا۔ جیسے ہی سوراخ کے سامنے سے پرالی ہٹی وہاں سے تیز ہوا اندر آنے لگی۔ جولیا نے اندازے سے فوراً اپنا چہرہ اس سوراخ کے پاس کر لیا اور تیز تیز سانس لینا شروع ہو گئی۔

اس نے اپنی آنکھوں سے کپڑا ہٹایا اور پھر وہ اس سوراخ سے باہر دیکھنے لگی۔ باہر ہر طرف مسلح افراد دکھائی دے رہے تھے جو ہر طرف بھاگتے پھر رہے تھے۔ مسلح افراد کی اتنی بڑی تعداد دیکھ کر جولیا حیران رہ گئی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے مسلح افراد چار افراد کی تلاش میں نہیں بلکہ کسی مسلح گروپ سے باقاعدہ لڑنے کے لئے آئے ہوں۔ سائیڈوں میں چھوٹی بڑی گاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ ان میں سے کئی گاڑیوں کو سڑک سے اتار کر چیک کیا جا رہا تھا اور جو گاڑیاں کلیئر کر دی گئی تھیں وہ آگے کی طرف رینگنا شروع ہو گئی تھیں۔ چونکہ ان کے ٹرک کے آگے گاڑیوں کی طویل قطاریں لگی ہوئی تھیں اس لئے ٹرک چیونٹی کی سی رفتار سے چل رہا تھا۔ ٹرک کو بار بار بریکیں لگ رہی تھیں۔

''ہونہہ۔ ٹرک اگر اسی طرح سے رینگتا رہا تو اسے یہاں سے نکلنے میں کئی گھنٹے لگ جائیں گے''...... جولیا نے دل ہی دل میں کہا۔ اسی لمحے جولیا نے چند افراد کو بھاگ کر ٹرک کے قریب سے گزرتے دیکھا۔ پھر جولیا کو ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”روکو۔ اس ٹرک کو روکو۔ فوراً روکو“...... ایک شخص چیختا ہوا ٹرک کے ڈرائیور سے کہہ رہا تھا۔ ٹرک روکنے کی بات سن کر جولیا کی آنکھوں میں تشویش کے سائے لہرانے لگے۔

”اب کیا ہوا۔ یہ دوبارہ ٹرک کیوں رکوا رہے ہیں“...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں سوچا۔ اسی لمحے ٹرک رک گیا۔

”میں گاڑیاں سائیڈ میں ہٹواتا ہوں۔ تم ٹرک سڑک کی سائیڈ پر اتارو جلدی“...... کسی نے چیختے ہوئے کہا۔

”لیکن صاحب۔ ٹرک کی تلاشی لی جا چکی ہے۔ پھر ہمیں کیوں روکا جا رہا ہے“...... ٹرک کے سکھ ڈرائیور کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

”جو تم سے کہا جا رہا ہے وہ کرو نانسنس۔ اس ٹرک کی تلاشی ابھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ ہمیں شک ہے کہ مجرم اسی ٹرک میں چھپے ہوئے ہیں“...... اس شخص نے غصیلے لہجے میں کہا تو جولیا نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔

”مجرم۔ ہمارے ٹرک میں۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں صاحب بہادر“...... ٹرک کے ڈرائیور نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”ہاں۔ پیچھے سے آنے والی چند گاڑیوں کے افراد نے بتایا کہ انہوں نے تمہارے ٹرک کے پیچھے لدی ہوئی پرالی پر چار افراد کو دیکھا تھا۔ وہ مسلسل تمہارے ٹرک کے پیچھے تھے۔ انہوں نے ان چاروں کو کسی بھی جگہ ٹرک سے اترتے ہوئے نہیں دیکھا ہے اس

لئے ان کا یہی کہنا ہے کہ ہم جن کی تلاش میں ہیں وہ اسی ٹرک کی پرالی میں چھپے ہوئے ہیں“...... اس شخص نے کہا تو جولیا کو ایک بار پھر اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

”وہ جھوٹ بھی تو بول سکتے ہیں صاحب بہادر۔ آپ کے ساتھیوں نے پرالی میں سلاخیں گاڑ گاڑ کر چیک کیا ہے۔ اگر کوئی ہوتا تو کیا وہ ان سلاخوں سے زندہ بچ سکتا تھا“...... ڈرائیور نے احتجاجی لہجے میں کہا۔

”جو بھی ہے۔ ہم اس ٹرک کی مکمل تلاشی لیں گے۔ ٹرک کی ساری پرالی گرائی جائے گی تب پتہ چلے گا کہ مجرم یہاں ہیں یا نہیں۔ تم چلو جلدی کرو۔ میرے ساتھیوں نے گاڑیاں سائیڈ میں ہٹا دی ہیں۔ اب تم ٹرک سائیڈ پر لے جا کر روک دو“...... اس شخص نے تیز لہجے میں کہا۔ ٹرک سے پرالی گرائے جانے کا سن کر جولیا کی تشویش بڑھ گئی تھی۔ اس کے ساتھی بھی یقیناً یہ سب باتیں سن رہے تھے لیکن وہ نجانے کن سائیڈوں میں تھے اس لئے جولیا نہ ان سے کچھ پوچھ سکتی تھی اور نہ وہ ان سے کوئی بات کر سکتی تھی۔ اسی لمحے جولیا کو ایک بار پھر پرالی کے ڈھیر پر دو افراد چڑھتے ہوئے محسوس ہوئے۔ ان افراد کو دوبارہ ٹرک پر آتے دیکھ کر جولیا کی پریشانی اور بڑھ گئی۔

”اب کیا کیا جائے۔ اگر انہوں نے ٹرک سے پرالی گرا دی تو ہم آسانی سے پکڑے جائیں گے“...... جولیا نے پریشانی کے عالم

میں سوچا۔ وہ پرالی کے سب سے نچلی تہہ میں تھے۔ پرالی میں راستہ بناتے ہوئے وہ نیچے تو آ گئے تھے لیکن اب پرالی سے نکلنے کے لئے انہیں بہت زیادہ ہاتھ پاؤں مارنے کی ضرورت تھی اور وہ ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے پرالی سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے تو اوپر موجود افراد کو فوراً ان کا علم ہو جاتا اور وہ انہیں پرالی کے ڈھیر سے نکلنے سے پہلے ہی گولیاں مار سکتے تھے۔

ٹرک اب آہستہ آہستہ سائیڈ میں مڑ رہا تھا اور پھر سڑک سے اترتے ہی ٹرک کو زور دار جھٹکا لگا۔ یہ جھٹکا اس قدر زور دار تھا کہ جولیا کے منہ سے بمشکل چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ زور دار جھٹکے سے اس کی پسلیاں ہل کر رہ گئی تھیں۔ ٹرک کو اسی جیسے دو تین جھٹکے اور لگے اور پھر ٹرک بری طرح سے اچھلتا ہوا ڈگمگاتا ہوا کسی کچی جگہ پر آگے کی طرف بڑھتا چلا گیا اور ایک جگہ جا کر رک گیا۔

”تم دونوں ٹرک سے باہر آ جاؤ“...... وہی چیختی ہوئی آواز سنائی دی جس نے ڈرائیور کو ٹرک روکنے کا حکم دیا تھا۔ وہ شاید اب ٹرک کے ڈرائیور اور اس کے ساتھی کو ٹرک سے نکلنے کا کہہ رہا تھا۔ اسی لمحے ٹرک کے دونوں اطراف سے دروازے کھلنے کی آوازیں سنائی دیں اور پھر دو افراد کود کر باہر آ گئے۔ جولیا نے سوراخ سے آنکھ لگائی تو اسے وہاں ایک لمبا چوڑا اور اور طاقتور جسم کا مالک ادھیڑ عمر کھڑا دکھائی دیا جس کے پہلو میں دو ہولسٹر لگے ہوئے تھے اور ان میں سے بھاری ریوالوروں کے دستے جھانکتے ہوئے صاف دکھائی

دے رہے تھے۔ وہ شاید وہاں کا انچارج معلوم ہو رہا تھا کیونکہ اس کے ساتھ باقی مسلح افراد کچھ دبے دبے سے دکھائی دے رہے تھے۔

یہ دیکھ کر جولیا کے چہرے پر پریشانی اور بڑھ گئی تھی کہ انچارج کے ساتھ چار مشین گن بردار موجود تھے جنہوں نے مشین گنوں کے رخ ٹرک کی طرف ہی کر رکھے تھے تا کہ پرالی میں چھپے ہوئے مجرم اگر اچانک نکل کر ان کے سامنے آ جائیں تو وہ انہیں فوری طور پر گولیوں کا نشانہ بنا سکیں۔ جولیا کو یقین ہو گیا کہ اب کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا کیونکہ ٹرک کو جس انداز میں گھیرے میں لیا گیا تھا اس گھیرے سے نکلنا ان کے لئے مشکل تھا اور پرالی کا ڈھیر گرتے ہی وہ فوراً ان کی نظروں میں آ جاتے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ انہیں دیکھتے ہی وہ ان پر اندھا دھند فائرنگ کرنا شروع کر دیتے۔

ٹرک کے رکتے ہی انچارج تیز تیز چلتا ہوا جولیا کے سامنے سے گزرتا ہوا پچھلی طرف چلا گیا۔

”تختے کھولو اور پھر ساری پرالی باہر گرا دو اور تم سب ٹرک کو چاروں طرف سے گھیر لو۔ جیسے ہی تمہیں پرالی میں کسی انسان کی موجودگی کا پتہ چلے اسے فوراً گولی مار دو“...... انچارج کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور جولیا غصے اور پریشانی سے جبڑے بھینچ لئے۔ چند لمحے وہاں خاموشی چھائی رہی پھر ٹرک کے عقبی حصے سے تختے کھلنے اور گرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں اور پھر کچھ ہی دیر کے بعد جولیا کو یوں محسوس ہوا جیسے پرالی کا بہت سا حصہ پانی کے ریلے کی

طرح ٹرک سے نیچے گرتا جا رہا ہو۔ جولیا چونکہ ٹرک کی باڈی کے ساتھ چپکی ہوئی تھی اس لئے وہ پرالی کے ساتھ نیچے نہیں گر سکتی تھی لیکن جیسے ہی اس کے اوپر سے پرالی ہٹتی وہ آسانی سے ٹرک پر موجود افراد کی نظروں میں آ سکتی تھی اور پھر اچانک جولیا کو اپنے اوپر سے پرالی کا بار کم ہوتا ہوا محسوس ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتی اسی لمحے تیز دھمک کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے کوئی شخص چھلانگ لگا کر اس کے قریب آ گیا اور جولیا کے سر سے مشین گن کی نال چھونا شروع ہو گئی۔

"خبردار۔ اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا"...... اس شخص نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا اور جولیا اپنی جگہ ساکت ہو کر رہ گئی۔

"سر۔ یہاں ایک لڑکی موجود ہے اور اس کے جسم پر ایئر پورٹ کے کارگو کے گودام میں کام کرنے والے مزدور جیسا لباس بھی ہے"...... اس شخص نے اونچی آواز میں کہا۔

"اوہ۔ پکڑو اسے اور دھیان سے دیکھو۔ اس کے ساتھی بھی یہیں ہوں گے"...... انچارج کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اسی لمحے دھم دھم کی آوازیں سنائی دیں جیسے کئی مسلح افراد چھلانگیں مارتے ہوئے ٹرک پر سوار ہو گئے ہوں۔

"اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ جلدی"...... مشین گن بردار نے جولیا کے سر پر مشین گن کی نال کا ٹھوکہ دیتے ہوئے کہا تو جولیا ایک طویل سانس لے کر اپنے جسم پر پڑی ہوئی پرالی ہٹا کر اٹھ کر کھڑی ہو

گئی۔ اس کی آنکھوں پر سے پہلے ہی کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ ٹرک کے عقبی دیوار کی سائیڈ میں تھی اور وہاں سے ساری پرالی نیچے گرا دی گئی تھی شاید یہی وجہ تھی کہ سب سے پہلے وہی مسلح افراد کی نظروں میں آئی تھی۔ ٹرک کے باقی حصے بدستور پرالی سے بھرے ہوئے تھے۔

"چلو۔ نیچے چلو جلدی"...... مسلح شخص نے تیزی سے اس کے عقب میں آ کر کہا۔ تو جولیا سر جھٹکتی ہوئی آگے بڑھی۔ نیچے پرالی کا ڈھیر گرا ہوا تھا اور ڈھیر کے پیچھے انچارج سمیت کئی مسلح افراد موجود تھے جن کی مشین گنوں کے رخ جولیا کی جانب ہو گئے تھے۔

"نیچے لاؤ اسے"...... انچارج نے کہا تو جولیا آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگی۔

"چھلانگ لگا کر نیچے کودو اور خبردار اگر تم نے کوئی شرارت کی تو میں تمہارا جسم گولیوں سے چھلنی کر دوں گا"...... جولیا کے پیچھے موجود شخص نے سخت لہجے میں کہا۔ جولیا نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ٹرک کے عقبی کنارے پر آئی اور اس نے پرالی کے ڈھیر پر چھلانگ لگا دی۔ وہ ڈھیر سے ہوتی ہوئی جیسے ہی نیچے گری اسی لمحے کئی مسلح افراد آگے بڑھے اور انہوں نے جولیا کے جسم سے مشین گنوں کی نالیں لگا دیں۔

"اٹھ کر کھڑی ہو جاؤ لڑکی"...... انچارج نے جو دائیں طرف کھڑا تھا، آگے بڑھ کر انتہائی سخت لہجے میں کہا تو جولیا اٹھ کر کھڑی

ہوگئی اور اس نے اپنے کپڑے جھاڑنے شروع کر دیئے۔

"اسے سائیڈ پر لے جاؤ اور باندھ دو اسے"...... انچارج نے چیختے ہوئے کہا تو دو افراد نے جھپٹ کر جولیا کے ہاتھ پکڑ کر اس کی کمر کی طرف کر دیئے۔ مسلح افراد کے گھیرے میں جولیا کی مزاحمت اس کے لئے خطرناک ہو سکتی تھی اس لئے وہ خاموش رہی۔ مسلح افراد نے اس کے دونوں ہاتھ اس کی کمر کی طرف باندھ دیئے اور اسے دھکیلتے ہوئے پیچھے لے گئے۔ سڑک پر گاڑیوں کا رش لگا ہوا تھا اور وہاں موجود تمام افراد گاڑیوں کی کھڑکیوں سے سر نکالے حیرت سے جولیا کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"باقی تین بھی مل گئے ہیں جناب۔ یہ بھی پرالی کے نیچے چھپے ہوئے تھے"...... ٹرک کے اوپر سے آواز سنائی دی تو جولیا نے چونک کر دیکھا تو اسے وہاں صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر دکھائی دیئے جنہیں مسلح افراد نے اپنے نرغے میں لیا ہوا تھا۔ ان کے پاس اسلحہ نہیں تھا اور وہاں فورس کی تعداد بھی زیادہ تھی اس کے علاوہ چونکہ وہاں عام پبلک بھی تھی اگر ان کے پاس اسلحہ ہوتا بھی تو وہ فورس سے ٹکرانے سے گریز کرتے کیونکہ عام طور پر وہ پبلک پلیسز پر فائرنگ کرنے سے گریز کرتے تھے۔ اپنے تینوں ساتھیوں کو مسلح افراد کے نرغے میں دیکھ کر جولیا ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔

"ہونہہ۔ تو یہ چاروں یہیں تھے۔ نیچے لاؤ ان تینوں کو بھی فوراً"...... انچارج نے غراتے ہوئے کہا تو ٹرک پر موجود مسلح افراد

نے ان تینوں کو نیچے جانے کا اشارہ کیا۔ تینوں باری باری نیچے کودے تو مسلح افراد نے انہیں اس طرح سے دبوچنا شروع کر دیا جیسے بھوکا شکاری اپنے شکار کو دبوچتا ہے۔

"انہیں بھی باندھو"...... انچارج نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا تو اس کے ساتھی صفدر، تنویر اور کیپٹن شکیل کو باندھنا شروع ہو گئے۔ تینوں کے ہاتھ پشت پر باندھ کر وہ انہیں دھکیلتے ہوئے اس طرف لے آئے جہاں جولیا موجود تھی۔

"انہیں جیپ میں بٹھاؤ اور یہاں سے نکل چلو۔ ایسا نہ ہو کہ پبلک میں ان کے حامی موجود ہوں اور انہیں ہماری گرفت میں دیکھ کر وہ ہمارے خلاف کارروائی کرنا شروع کر دیں"...... انچارج نے کہا تو مسلح افراد نے ان چاروں کو اپنے گھیرے میں لیا اور انہیں دھکیلتے ہوئے تیزی سے کچھ فاصلے پر کھڑی خاکی رنگ کی بڑی بڑی جیپوں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ وہ شاید ان جیپوں میں ہی وہاں پہنچے تھے اور انہوں نے چیک پوسٹ کی انتظامیہ کے ساتھ مل کر وہاں کارروائی کی تھی۔

جولیا اور اس کے ساتھی پرالی کے ڈھیر میں چھپ کر بچ کر نکل سکتے تھے لیکن نجانے کس نے انہیں پرالی کے ڈھیر پر دیکھ لیا تھا جس کے کہنے پر ان کے ٹرک کو دوبارہ روکا گیا تھا اور ٹرک کی ساری پرالی گرا دی گئی تھی ورنہ ان کے ٹرک کو پہلے چیک کرنے کے بعد کلیئر کر دیا گیا تھا۔

مسلح افراد انہیں لے کر جیپوں کی طرف آئے اور پھر انہیں ایک جیپ پر سوار کرا دیا گیا۔ جیپوں پر سوار ہوتے ہی تیزی سے ان کی ٹانگیں بھی رسیوں سے باندھ دی گئیں اور پھر کئی مسلح افراد ان کے گرد بیٹھ گئے جو انہیں خونی نظروں سے گھور رہے تھے۔

”ان کے چہروں سے رومال ہٹاؤ“...... ایک مسلح شخص نے کہا تو جولیا اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے افراد نے ان کے چہروں پر سے رومال ہٹانے شروع کر دیئے۔

”یہ کیا۔ یہ تو مقامی معلوم ہو رہے ہیں۔ ہمیں تو کہا گیا تھا کہ ایئر پورٹ سے فرار ہونے والے ایکریمی ہیں“...... اس آدمی نے چونکتے ہوئے کہا جس نے ان کے چہروں پر سے رومال ہٹانے کے لئے کہا تھا۔

”ایک منٹ میں۔ انچارج صاحب کو بتاتا ہوں“...... اس نے کہا اور تیزی سے چھلانگ لگا کر جیپ سے اترا اور اس طرف بھاگتا چلا گیا جس طرف ان کا انچارج آ رہا تھا۔ اس نے انچارج کے پاس جا کر کچھ کہا تو انچارج چونک پڑا اور پھر وہ تیز تیز چلتا ہوا اس جیپ کے پاس آ گیا جس پر جولیا اور اس کے ساتھیوں کو سوار کرایا گیا تھا۔ انچارج نے جیپ کے ایک پائیدان پر قدم رکھا اور اونچا ہو کر ان چاروں کو غور سے دیکھنے لگا۔

”حیرت ہے۔ یہ تو واقعی ایکریمی نہیں لگ رہے ہیں لیکن ان کے جسموں پر ویسے ہی لباس ہیں جو ایئر پورٹ کے کارگو میں کام

کرنے والے مزدور پہنتے ہیں اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ان میں تین مرد اور ایک عورت ہے۔ ان کی تعداد بھی پوری ہے لیکن ان کی شکلیں“...... انچارج نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ ایکریمینز کے ساتھی ہوں اور ایئر پورٹ سے چار نہیں بلکہ آٹھ افراد فرار ہوئے ہوں۔ ان میں سے یہ چار پکڑے گئے ہیں اور باقی چار کسی اور پرائی کے ٹرک میں چھپے ہوئے ہوں“...... ایک شخص نے اپنے طور پر کہا۔

”نہیں۔ طیارے میں چار ایکریمیوں کے سوار نہ ہونے کا پتہ چلا تھا۔ وہاں سے چار افراد ہی نکلے تھے اگر ان کی تعداد زیادہ ہوتی تو ہمیں اس کے بارے میں مطلع کر دیا جاتا“...... انچارج نے منہ بنا کر کہا۔

”پھر ان کے چہرے“...... ایک شخص نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

”ہو سکتا ہے کہ انہوں نے پکڑے جانے کے ڈر سے راستے میں ہی میک اپ کر لئے ہوں“...... ایک اور مشین گن بردار نے کہا تو انچارج اثبات میں سر ہلانے لگا۔

”ہاں۔ یہ ممکن ہے۔ لیکن ہم یہاں ان کے میک اپ چیک نہیں کر سکتے۔ میں اپنی جیپ میں جا کر چیف سے بات کرتا ہوں۔ اگر چیف نے کہا تو ان کے میک اپ چیک کرانے اور ان سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے انہیں ہیڈ کوارٹر لے جایا جائے گا ورنہ ہم

انہیں راستے میں ہی کہیں گولیاں مار کر پھینک دیں گے تا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری''...... انچارج نے کہا تو جولیا اور اس کے ساتھی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

''لیس سر۔ جیسے آپ کا حکم''...... دوسرے مشین گن بردار نے کہا تو انچارج جیپ کے پائیدان سے اتر گیا۔

''دھیان رکھنا ان کا۔ اگر یہ ذرا بھی شرارت کریں تو انہیں فوراً گولی مار دینا۔ ان کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ پاکیشیائی ایجنٹ ہیں اور پاکیشیائی ایجنٹ بے حد خطرناک ہوتے ہیں جو اپنی جان بچانے کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں''...... انچارج نے کہا۔

''لیس سر۔ آپ فکر نہ کریں۔ یہ ہمارے گھیرے میں ہیں۔ اگر انہوں نے ذرا بھی حرکت کی تو ہم ان کے جسم کھیوں کے چھتوں میں بدل دیں گے۔ گولیوں کی بوچھاڑ میں ان کی ساری چالاکی ان کی ناک کے راستے نکل جائے گی''...... ایک مشین گن بردار نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

''ان کی تلاشی لی ہے کسی نے''...... انچارج نے پوچھا۔

''اوہ نہیں''...... مشین گن بردار نے کہا۔

''فوراً لو ان کی تلاشی اور ان کی کمروں پر جو تھیلے بندھے ہوئے ہیں انہیں بھی اتار لو''...... انچارج نے کہا تو مسلح افراد نے تیزی سے ان چاروں کی کمروں پر بندھے ہوئے ان کے بیگ اتارنے شروع کر دیئے۔ چونکہ ان چاروں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اس

لئے ان کے کاندھوں سے بیگ اتارنے کے لئے انہوں نے بیگوں کے بیلٹ چاقو سے کاٹے تھے۔ ان چاروں کے بیگ اتار کر انہوں نے نیچے کھڑے انچارج کو دیئے اور پھر وہ ان کی تلاشی لینے لگے۔

''نو سر۔ ان کے لباسوں میں کچھ نہیں ہے''...... ایک مسلح شخص نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ چلو''...... انچارج نے کہا اور وہ ان چاروں کے تھیلے لے کر اگلی جیپوں کی طرف بڑھنا شروع ہو گیا۔ وہاں دس جیپیں موجود تھیں اور تمام جیپیں بڑی تھیں جن میں دس افراد کی گنجائش تھی۔ ان چاروں کی تلاش کے لئے وہاں سو مسلح افراد کو بھیجا گیا تھا۔ ان کے جسموں پر چونکہ مخصوص وردی نہیں تھی اس لئے جولیا اور اس کے ساتھی اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ ان کا تعلق کس ایجنسی سے ہے۔

''وہی ہوا جس کا خطرہ تھا''...... جولیا نے صفدر کی طرف دیکھ کر آئی کوڈ میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''ہمیں ٹرک پر پیچھے آنے والی کسی گاڑی والے نے دیکھ لیا تھا ورنہ ہم آسانی سے یہاں سے بچ کر نکل سکتے تھے''...... صفدر نے بھی آئی کوڈ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہم چاروں کو پکڑنے کے لئے یہ سو سے زائد مسلح افراد لائے ہیں''...... تنویر نے کہا۔

''ظاہر ہے۔ انہیں پتہ چل چکا تھا کہ ہم پاکیشیائی ایجنٹ ہیں

اور پاکیشائی ایجنٹوں کا سن کر کافرستانی ایجنسیوں کی جان ویسے ہی ہوا ہو جاتی ہے اس لئے ہمیں پکڑنے کے لئے ان کے حساب سے یہ سو افراد بھی کم تھے ورنہ یہ پوری پلاٹون لے کر یہاں آتے"۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

"یہاں پبلک کی تعداد بھی زیادہ تھی ورنہ میں پرالی کے نیچے سے نکل کر مسلح افراد پر جھپٹ سکتا تھا۔ جواب میں ظاہر ہے انہوں نے بھی کارروائی کرنی تھی۔ ہم لاکھ احتیاط کرتے لیکن ان کی اندھا دھند فائرنگ سے عام پبلک بھی نشانہ بن سکتی تھی اور پھر آپ بھی پکڑی جا چکی تھیں اس لئے میں نے بھی خاموشی سے گرفتاری دے دی تھی"...... تنویر نے کہا۔

حصہ اول ختم شد